



GOVERNMENT OF INDIA  
DEPARTMENT OF ARCHAEOLOGY  
CENTRAL ARCHAEOLOGICAL  
LIBRARY

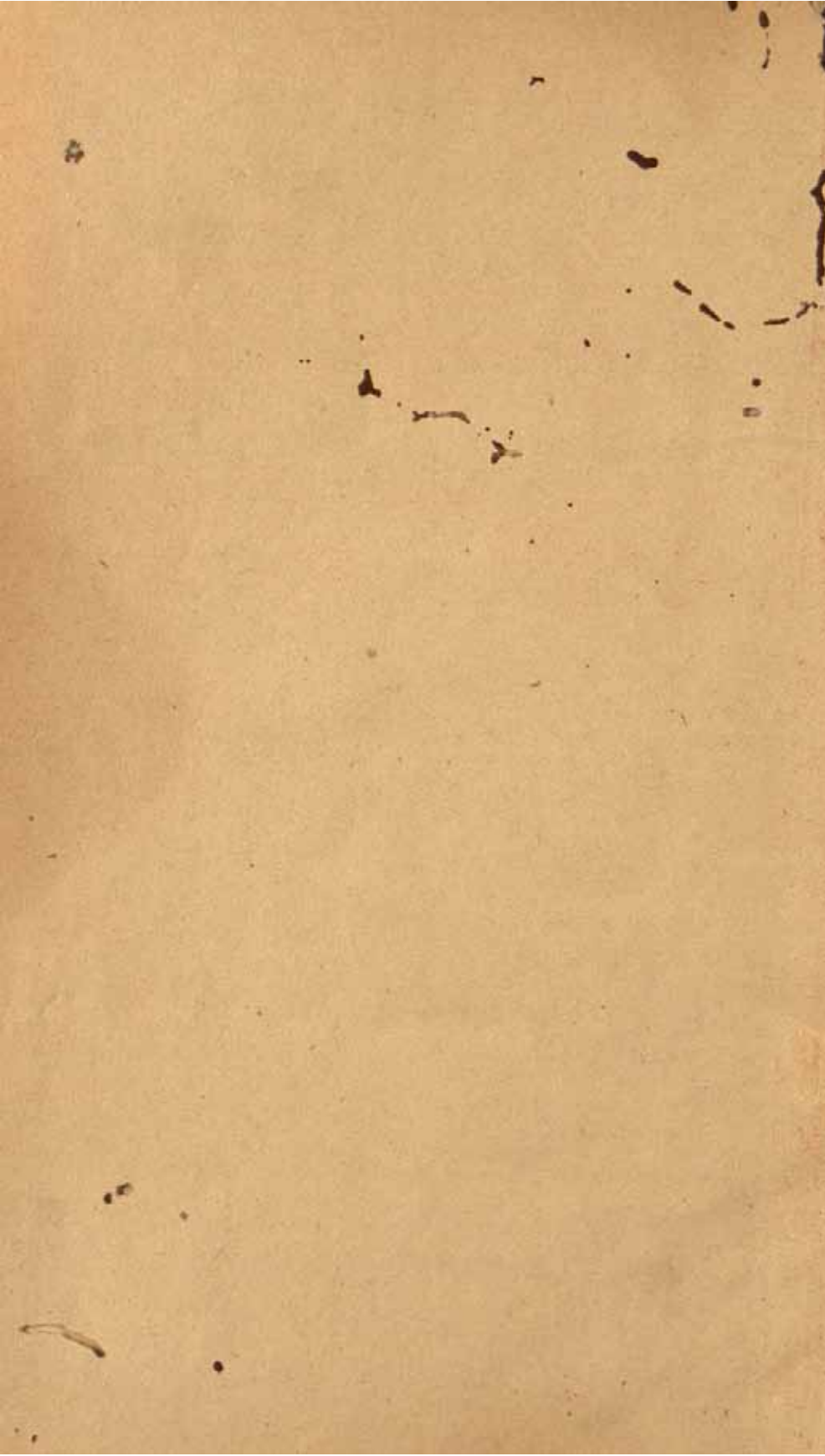
CLASS \_\_\_\_\_

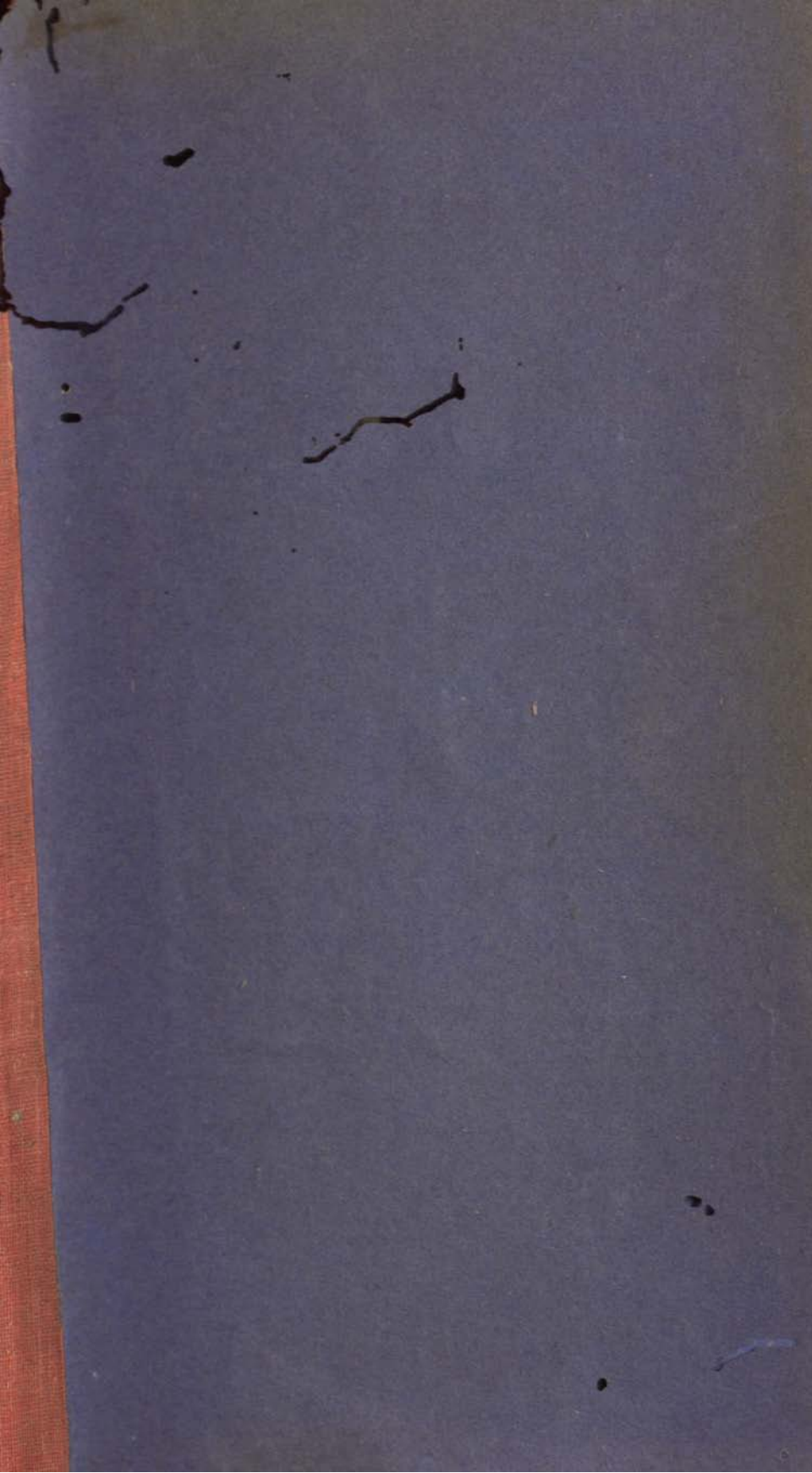
CALL No. \_\_\_\_\_

954.26 / Naj

D.G.A. 79. .







نزدیک ذوق عبرت کا ہے گنج شوق حسرت  
عجب کچھ منظر دلکش طلسم جزو فطرت ہے

# تاریخ اودھ

حصہ سوم

(جمین)

نواب آصف الدولہ کی منشیہ سے وزیر علی خان پیر لطفی آصف الدولہ کے عزائم نصب تک کے واقعات  
آصف الدولہ کے ایک حرکت کے لئے جسے رازوں کا انکشاف و پوسٹ کنندہ حالات۔ انکی عجیب و غریب  
سخاوت اور بجا دلائی اسراف۔ آصف الدولہ کی اپنی مان یعنی ہو بیگم کے ساتھ سختی معاملات و  
سودا بی و حکمران۔ انکی صحبت میں بواج اور ذلیل لوگوں بھڑون کی مداخلت اور نواب وزیر کی  
اسے صحبت۔ وزیر علی خان ایک خادمہ کے لئے کے آصف الدولہ کے انتقال پر منشیہ سلطنت ہونا اور  
چاراہ تک حکومت کر کے اپنی مالا لقیوں کے ہاتھوں اور نیز اہلیت ظاہر ہو جانے پر سلطنت سے معزول  
ہو کر در بدر بھوکرن کھاتے پھرتا اور انگریزوں سے برسر مقابلہ ہونا اور آخر کو قید ہو کر آنا اور حالت قید  
ہی میں دنیا سے کوچ کرنا۔ اور اس کے عزل کے بعد نواب شاد علی خان کا سلطنت (اودھ کے تخت پر  
بیٹھنا اور حق بہ حق دار رسد کا غفلتہ اٹھنا اور انگریزوں کا نواب وزیر سے نیا معاہدہ کرنا یہ تمام واقعات  
حسرت اندر و ذہن آموز برج ہیں

4858

مصنفہ

جناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم لغنی خان صاحب رامپوری مدظلہ العالی مصنف کتب متحرکہ

954.26

باہتمام

Naj

کبیری داس سیٹھ پرنٹرز

۱۹۱۹ء

۱۹۱۹

مطبع مشرقی نوکشی لکھنؤ پرنٹنگ پریس

۱۲۱-۱  
کامل گنج







## نواب آصف الدولہ بھٹی خان بہادر ہنر جنگ

ان کا نام مرزا بھٹی خان اور عرف مرزا امانی تھا اور سلاسلہ ہجری میں  
 امتہ الزہراء بیگم المخاطب بہ جناب عالیہ بہو بیگم بنت مومن الدولہ محمد اسحاق خان  
 شوستری کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ صاحبزادگی میں انکو شاہ عالم نے  
 عمدہ میز آتشی اور غسل خانے کی خدمت دی تھی ان کا تلے کا دھڑ اوپر کے  
 دھڑ سے چھوٹا تھا اس وجہ سے گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے ہاتھی اور  
 پاکی پر سوار ہوتے تھے قوت حافظہ نہایت قوی تھی جسکو ایک نظر دیکھ لیا پھر  
 وہ چیز ان کے ذہن سے نہیں اتر سکتی تھی تعزیر داری دھوم دھام سے کرتے  
 تھے جس دوکان میں سربازار تعزیر ملاحظہ کرتے تو اُدھر سے پیادہ پا سکتے۔ کم سے  
 کم پانچ روپے اور زیادہ سے زیادہ ہزار روپے نذر کرتے تھے کئی لاکھ روپے کا  
 ہر سال محرم میں خرچ تھا۔ بہشت و حشر وغیرہ میں بھی ہر سال لاکھوں روپے  
 صرف کرتے تھے اُن کے بادر چچا نے کا صرف روزانہ بائیس سو روپے سے زیادہ  
 تھا جب ہاتھیوں کے شکار کو جاتے تو اُن کے ہمراہی چالیس چالیس ہاتھی باندھ لاتے۔

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL  
LIB. N. W. DELHI.

Acc. 4858.  
Date 27/7/56.  
Call No 954.26/1. Maj.



مقرر ہوئے آدابِ ست و برخاست اور تعلیمِ حرکات و سکنات بتانا ان کا کام تھا ان کا بیٹا صاحبزادے کی خدمتِ مبارک میں دن بھر حاضر رہتا وہ فرح بخش کے مولف سے بیان کرتا تھا کہ فہرل و موسم میں ہر قسم کے میوے اور پھلوں کی ڈالیاں روز لاکر ان کے سامنے رکھتے تھے ایک دن اتالیق نے عرض کیا کہ مہین سے جون سی چیز کی طرف رغبت خاطر عالی ہوئی کی طرف میل فرمائیے باوجود کہ خدمتگار حاضر تھے خود چھپٹ کر شکر قند اٹھا لیا اور دیر تک ہاتھ میں رکھ کر جلات کی طرح اُس سے بازی کرتے رہے۔ اتالیق نے کہا کہ امیرزادے ایسی ذلیل چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے نہ اس میں کوئی غرہ ہے نہ صورت اچھی ہے پھینک دیجئے کئی بار تاکید کی مگر نہ پھینکا۔ اتالیق نے خود زور سے چھین کر پھینکا اور باغبانوں کو حکم دیا کہ شکر قند اور کیلے کی قسم سے کوئی چیز ڈالی میں نہ لگا یا کریں۔ یہاں تک کہ سنِ شباب کو پہنچے اگرچہ کسی قدر حرف آشنا ہو گئے لیکن میلان خاطر صرف لہویات کی طرف یوں مایوسانہ غالب تھا۔ پدر و الا گھر بھی کبھی اپنے پاس بلا کر تربیت کا امتحان لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ صاحبزادے کی اصل طینت و طبیعت ایسے خلاف دستور کاموں کی طرف متوجہ ہے جو امیرزادوں کی وضع سے بہت دور ہیں ست و سرف ملتے تھے چونکہ میگو کی پاسداری خاطر غالب تھی زبان سے کچھ نہ کہتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ ادیب موقوف ہوئے۔ اور صاحبزادے کے چہرے پر سبزے کا آغاز ہوا اب باپ نے مصاحب و رہنشین آداب دان اُنکے پاس حاضر باشی کے لیے مقرر کیے تاکہ خراب اور واہی باتوں سے بچا کر ملکِ ستانی کے آئین۔ آرائی فوج کے دستور شمشیر زنی و شجاعت کے



## حلیہ شریف مزاج مبارک تعلیم و تربیت

مفہمیں بخش ساکن کا کوری نے فرح بخش مین اپنی چشم دید آپ کا حلیہ اور مزاج مبارک غیرہ اس طرح لکھا ہے۔

(حلیہ مبارک) چہرہ پر وجاہت تھی نقشہ چہرے کا کسی قدر باپ کے چہرہ سے ملتا ہوا تھا۔ اوپر کا دھڑڑا تھا اور تلے کا دھڑکڑ سے پاؤں تک کسی قدر چھوٹا تھا جب بیٹھ جاتے تو معلوم ہوتا کہ خوش قامت جوان ہیں۔ جب کھڑے ہوتے تو آدمیوں کی کمر تک پہنچتے چھپٹپن سے بدن فربہ تھا۔ کان اور گردن اور غنغباہم گوشت کا ایک قطع معلوم ہوتے تھے۔ انگلیاں اور ہاتھوں کی ہتیلیاں موٹی اور کوتاہ تھیں۔

(مزاج ہمایون) طفلی سے مزاج شریف اور لعب کی طرف مائل تھا۔ مردم بولج کے ساتھ صحبت مناسبت رکھتی تھی اسی لیے رذیل۔ سفلیہ اور دون ہمت لوگوں کی ہم نشینی زیادہ پسند تھی۔ بے محل ہنسنا۔ گالی دینا۔ اور پھر فحش کلام کے جواب کا ترکی بتر کی طالب رہنا۔ لایعنی کھیلون کی طرف رغبت رکھنا جس شخص کی زبان فحش کلامی کی عادی ہوتی اُس سے نہایت مخطوظ ہونا محفل میں زیادہ تر کلمات فسق کو پسند کرنا طبعی خاصہ تھا۔

(تعلیم و تربیت) جناب والا کو جب کتب میں شجھایا تو معلم و ادیب اور خوشنویس حاضر ہوئے۔ سید شرف الدین خان محمد شاہی ایک نہایت مہذب و دانائے عصر آدمی تھے اُنھوں نے محمد شاہ کے حضور میں آداب مجلس سکھے تھے۔ اہل قی پے



اطباءے حافق کو ارشاد کیا کہ دوا کر کے صلاح کریں۔ اگرچہ فی الجملہ قوت باہ تھی لیکن کسی کی کوشش اور سعی سے پورا فائدہ نہوا کیونکہ جب کوئی عمدہ نسخہ ضما و دوطلاء کا طبیب بنا کر حاضر کرتے تو ان کے سامنے لگا لیتے اور خلوت میں جا کر دور کر دیتے۔

## ایک راز کا انکشاف

سیر المتاخرین میں جب میں نے یہ بات دیکھی کہ جس فعل کے ساتھ آصف الدولہ کو عوام تہم کرتے ہیں وہ انکی ظاہری وضع سے پایا نہ جاتا تھا بلکہ نہایت دو معلوم ہوتا تھا۔ اس بات کا مطلب عرصے تک صاف نہوا جبکہ محمد فیض بخش کی کتاب میں نے دیکھی تو اس بات کی تہ کو پہنچا وہ لکھتا ہے کہ آصف الدولہ کے دل میں اکثر یہ بات گذرتی تھی کہ اگر ان باپ کا خوف اٹھ جائے تو یکشادہ پیشانی جو کچھ دل میں آئے وہ گر گرین ان کے پردہ والا گہر نے چند مرتبہ خبر دہندوں اور خواجہ سراؤں سے جو صاحبزادے کی خدمت میں متعین تھے حقیقت حال معلوم کر کے ان کو بہت کچھ دھمکایا اور ڈرایا اور ان کے بوضع ہنشینوں میں سے بعض کو جس دانی کی سزا دی۔ بعض پولج خیرہ سر کور اتون میں دریا میں ڈبوادیا لیکن باوجود اس انتظام کے مزاج مبارک نے جادہ بے اعتدالی سے تجاوز نہ کیا۔

اس بیان سے سیر المتاخرین کی یہ شرح معلوم ہوتی ہے کہ آصف الدولہ کے بوضع ہنشین خلاف وضع فطری کام میں رہتے تھے اگر ایسا نہوتا تو ان کو جس دام و غرق دریا کی سزا کیون دی جاتی پاس سے نکلوا دینا کافی تھا شجاع الدولہ کو اتنی غیرت آنا صاف دلالت اس مطلب پر کرتا ہوا اگر صاحبزاد







میری عمر بھر کی کمائی ہے اور آپ کے نزدیک شجاع الدولہ کے تمام بیٹے برابر ہیں،  
 بڑی سگیم نے فرمایا کہ میں نے تو وہ بات بتائی جو مجھے بہتر معلوم ہوئی اب تم جانو  
 تمہارا کام جانے۔“

## نواب آصف الدولہ کا مسند نشین ہونا

۲۲۔ ذیقعدہ ۱۱۸۰ھ ہجری روز پنجشنبہ کو شجاع الدولہ کا جام ہستی لبریز ہوا  
 اور تجہیز و تکفین کے بعد اُن کے جنازے کو دفن کرنے کے لیے لے چلے۔  
 مرزا علی اور سالار جنگ بھی جو آصف الدولہ کے حقیقی امون تھے دفن کرنے کے لئے  
 جنازے کے ساتھ گئے سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اپنی مسند نشینی  
 کی تعبیل کے لیے اپنے محران اسرار اُن کے واپس لانے کو روانہ کیے اول تو اُنھوں  
 نے دنیوی شرم و لحاظ کر کے مراجعت سے عذر ظاہر کیا مگر جب باو آصف الدولہ  
 کا تاکید حکم صادر ہوا کہ ضرور حاضر ہوں اُس وقت دونوں بھائی مجبور ہو کر واپس  
 ہوئے اور اُن کے واپس ہوتے ہی اور لوگ بھی خوشامد کی راہ سے جنازے کا  
 ساتھ چھوڑ چھوڑ کر چلے آئے آصف الدولہ نے بعد تنقیح مصلحت کے نواب ممتاز الدولہ  
 کرنیل کلیس اور سٹرکنوی کو جو ابالیان کمپنی کی طرف سے مامور تھے اور شجاع الدولہ  
 کی مصاجبت میں رہا کرتے تھے طلب کر کے کہا کہ تاخیر مناسب نہیں شیت ایندوی  
 سے کیا چارہ ہے اب مصلحت یہی ہے کہ مجھے سند حکومت پر جانشین کروا دل  
 سرداران مذکور نے عجلت مناسب سمجھی باتوں میں آصف الدولہ کی تسلی کر کے انجام کار

۱۱۸۰ھ ذیقعدہ روز چارشنبہ لکھا ہے ۱۲ دیکھو قیصر التواریخ ۱۲



خود خلاف وضع فطری کام کا ارتکاب کرتے ہوتے تو مفعول لڑکون کو سی سخت  
سزا میں ندی جاتین اور خاصکر ضعیف الباہ شخص فاعل نہیں ہو سکتا ہے  
اُن کو اگر قاعلیت کا شوق ہوتا تو دو داؤن کے استعمال سے قوت باہ کے اضافہ  
کی طرف ضرور راغب رہتے کمزور باہ والا آدمی دوسرے پر قادر کب ہو سکتا ہی  
مفتاح التواریخ میں تو تصریح کر دی ہے کہ آصف الدولہ میں رجولیت ہی نہ تھی  
پھر مجھے تعجب ہے کہ اُن کے نطفے سے دو بیٹوں کا ہونا کیوں بیان کیا جاتا ہے۔

## آصف الدولہ کی مندر نشینی کے وقت انکی دادی کا نہایت مناسب مشورہ دینا

جب شجاع الدولہ رگہ راسے عالم ملک آخرت ہوئے تو نواب عالیہ صدر جہان  
والدہ شجاع الدولہ نے اپنے بیٹے کی بی بی اپنی بہو کو صلاح دی کہ آصف الدولہ  
تمہارے حقیقی بیٹے ہیں انکی عمر گو ۲۶ سال کی ہے مگر اب تک ایسے لہو و لعب کی  
طرف راغب ہیں جو شان امارت کے خلاف ہے آئین و تمکین و بند و بست  
اور کار ہائے امارت میں غور و غوض کی بوجہ اُن کے دماغ کو نہیں لگی ایسا معلوم  
ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ سے یہ تمام سامان جو تمہارے شوہر نے جمع کیا ہو تھوڑے  
سے عرصے میں خراب و برباد ہو جائے گا اس لیے یہ مناسب ہو کہ آصف الدولہ  
کو برائے نام مسند پر پرٹھا دیا جائے اور مرزا سعادت علی خان کو جو ایک لائق  
فائق فوجان ہیں اُن کا نائب بنایا جائے بیچنا بعالیہ والدہ آصف الدولہ نے  
جواب دیا کہ میں نے عمر بھر میں یہ ایک ہی بیٹا پایا ہے بُرا یا بھلا جیسا بھی ہو



## تاریخ مسند نشینی

گشت از پائے آصف الدولہ رونق مسند وزارت ہند

دیگر

در بست و چہارمین زماہ ذیقعدہ  
اعنی کہ بمسند وزارت نشست  
ہم دولت آصف و ستمی سیچے  
منصور شجاع و مثل صفہ در جنگ  
شد بے سرحد سال تاریخ جلوس  
سید مرتضیٰ خان جوایم صاحبزادگی سے میر سامان تھے آصف الدولہ نے اُن کو  
اپنا نائب بنایا اور مختار الدولہ ہیبت جنگ خطاب دیا۔ سیر المتاخرین میں لکھا  
ہے کہ ہفت ہزاری منصب اور نو بیت اور ماہی مراتب بھی عطا کیا اور جرنیلی کا  
عہدہ اُن کے بڑے بیٹے مرزا بزرگ کے نامزد کیا اور اقبال الدولہ خطاب یا اولہ  
اس عہدے کی نیابت خوشحال رائے سپرنٹنڈنٹ کے کو عنایت کی اور عہدہ  
نظارت خاندانی تحسین علی خان اور آفرین علی خان خواجہ سراؤن کے سپرد کیا۔  
تاریخ شاہیہ نیشاپور یہ میں ہے کہ سب امرانے جو فیض آباد میں تھے مسند نشینی  
کی نذرین دکھائیں مگر امر اور خانہ نشین ہو گیا اور کہا کہ میں فقیر ہوں اساجیت  
کرونگا۔ نواب آصف الدولہ یہ خبر سن کر ایک دن اُسکے گھر گئے اور اپنا لہادہ ڈال کر  
دلجوئی کی اُسی دن پل اسماعیل گنج کی تعمیر کا حکم دیا۔  
محمد فیض بخش کہتا ہے کہ آصف الدولہ نے خلعت نیابت کے ساتھ مختار الدولہ



نظر فرمائی۔ مگر جب آصف الدولہ نے عجلت ظاہر کی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ در صورت جلد ہو جانے ہماری مسند نشینی کے بہت سارے پیہ آپ لوگوں کو دیا جائے گا۔ انھوں نے سوچا کہ دل تو شجاع الدولہ کا بڑا بیٹا اور موجب آئین وراثت کا بھی مستحق ہے دوسرے ہمارا کچھ نقصان نہیں بلکہ ہمارا فائدہ ہوتا ہے پس اس خیال سے دستار ریاست اُن کے سر پہ باندھ کر اُن دونوں انگریزوں نے تہنیت ادا کی اعیان دولت حاضر ہوئے اور نقارچی بھی جنازے کی ہمراہی چھوڑ کر توجیہ میں آئے۔ بہنوڑ باپ کی لاش دفن بھی نہ کرنے پائے تھے بلکہ قبولِ مہر فیض بخش اُنکی لاش نقار خانے کے دروازے تک پہنچی تھی کہ نوبت خانے سے شادیا نے کی آواز بلند ہوئی اور کوئی جھگڑا اُنکی جانشینی کے واسطے نہیں کھڑا ہوا کیونکہ کوئی اور مدعی سلطنت نہ تھا۔ لیکن تاریخ تیموریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منجموں نے آصف الدولہ سے عرض کیا تھا کہ مسند نشینی میں جلدی کرنی چاہیئے اور نواب نے اس امر کو فوت و کرم سے دور سمجھا تھا کہ ابھی تو باپ کا جنازہ پڑا ہوا ہے اور خود مسند نشینی کے مراسم ادا کریں۔ دولت خواہوں نے دیکھا کہ ساعتِ سعید ٹکلی جاتی ہے اس لیے کرنیل کلیس کو بلا کر بیان کیا کہ دیر مناسب نہیں مشیتِ ایزدی جاری ہوگئی اب یہی بہتر ہے کہ صاحبزادے کو مسند آرا کر دیا جائے کیونکہ یہی باپ کے ولیعہد اور ریاست کے مستحق ہیں چنانچہ ابھی نواب مرحوم کی نعش زمین میں سوپنے بھی نہ پائے تھے کہ بضرورت نواب سالار جنگ اور نواب مرزا علی خان نے تابوت کی مشایعت سے مراجعت کی اور دارالامارت میں آکر آصف الدولہ کو شجاع الدولہ کا جانشین بنا دیا کہان ماتم کا شور تھا کہان مبارکباد اور شادمانی و تہنیت کا غلغلہ مچ گیا۔



پرگنہ مہونہ باطنی قلمرو لکھنؤ میں اُنکو جاگیر بھی ملی سید مصطفیٰ اپنی جاگیر کو نواب  
 برہان الملک کے ساتھ آئے سید احمد کا لکھنؤ میں انتقال ہو گیا۔ مقبرہ اُن کا  
 راج گھاٹ میں دریائے گومتی کے کنارے تعمیر ہوا سید مصطفیٰ صفدر جنگ کے  
 عہد میں شیرکوٹ اور نگینہ وغیرہ کے حاکم تھے اور وہ سید مصطفیٰ کی بہت عزت  
 کرتے تھے اور صنادید عرب اور پیرا دہائے برہان الملک سعادت خان سے جاتے  
 تھے لیکن محمد فیض بخش کی کتاب فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ صفدر جنگ کے  
 دل میں اُنکی طرف سے کدورت لگئی تھی وجہ اُنکی یہ ہے کہ اُنکی زبان سے ایک ثقیل  
 بات شجاع الدولہ کی والدہ کی نسبت مکمل لگئی تھی اور وہ بات رفتہ رفتہ بیگم کے کانوں  
 تک پہنچ کر اُنکی ناخوشی کا موجب ہوئی تھی چونکہ محمد شاہ بادشاہ دہلی زندہ تھے اور یہ لوگ  
 بادشاہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیے ہتھام لینا مناسب نہ سمجھا بات کو دل میں کھا  
 جب محمد شاہ مر گئے اور احمد شاہ گرفتار ہو گئے اور نواب صفدر جنگ اور مصطفوی خان  
 نے بھی دنیا سے کوچ کیا اور شجاع الدولہ باپ کی جگہ فرمان روا ہوئے تو انھوں نے  
 مصطفوی خان کے بیٹوں کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ یہ لوگ بنگالے کی طرف چلے  
 گئے بعض کہتے ہیں کہ خود سید مصطفیٰ شجاع الدولہ سے زیارت عتبات عالیات کی  
 اجازت لیکر جہاز میں سوار ہونے کے لیے بنگالے کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ  
 اُس زمانے میں انگریزوں اور فرانسیسوں میں لڑائی جاری تھی اس لیے ادھر سے  
 راستہ بند تھا مجبوراً بنگالے میں قیام کیا قاسم علی خان عالیجاہ والی مرشد آباد نے  
 قدروانی کی سید مصطفیٰ کا بنگالے میں انتقال ہو گیا۔ اُن کے کئی بیٹے تھے



کو جھالردار پالکی اور ہاتھی نقرئی عماری و سائبان دار اور دو سر سامان امارت حبیب  
ماہی مراتب وغیرہ جو بادشاہی سرکار کے ہفت ہزار یون کو دیا جاتا ہے عطا  
کیا خواجہ سرگئی زبانی انکی دادی کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئیں اور  
اپنی سرکار کے ناظر محرم علی خان کو حکم دیا کہ اسی وقت جا کر تمام سامان مختار الدولہ  
سے چھین لائے اور آصف الدولہ کو سامنے بلا کر جو کچھ دل میں آیا سخت دہشت  
کہا محرم علی خان حکم کے بموجب روانہ ہوا ایک ساعت کے بعد آصف الدولہ نے  
محل سراے سے برآمد ہو کر منع کر دیا چونکہ مسند ریاست کے مالک ہو چکے تھے  
محرم علی خان باز رہا اور بیگم صاحبہ سے جا کر عرض کر دیا کہ حضور کے ارشاد کے بموجب  
ہاتھی لیکر ہاتھی خانہ میں بند ہوا دیا اور پالکی پالکی خانہ میں پہنچا دی۔

## حسب نسب تفضی خان المخاطب مختار الدولہ

میر تفضی عرف آغا خانی بن میر محمد باقر بن مصطفیٰ المخاطب مصطفوی خان  
بن سید احمد الملقب بہ طباطبا خان سادات صحیح نسب ایران سے ہیں سید خضر شاہ  
سے عہد میں ایران سے بھٹک کر اپنے بیٹے مصطفیٰ کو ہمراہ لیکر ہندوستان میں گئے تھے  
اُس زمانہ میں بہادر شاہ بن اورنگ زیب کا عہد حکومت تھا دلی میں موسوی خان  
کے جہان ہوئے اور فرخ سیر کے عہد تک یہاں رہے نواب برہان الملک کے ساتھ  
ولایت سے شناسائی رکھتے تھے اُن سے ملاقات کر کے فرخ سیر کی ملازمت سے  
مشرف ہوئے نواب برہان الملک کی بیگم نے ایک سید کی لڑکی قسیم بیگم نام پالی  
تھی وہ لڑکی سید مصطفیٰ کے ساتھ منعقد کر دی ایک لاکھ روپے کا جہیز عطا کیا اور



حضور میں لیگئے وہ بیٹے کی اس حرکت سے بہت بے دماغ ہوئے اور فرمایا کہ  
کیون اس شخص کو ہمارے پاس لائے لیکن زیادہ کاوش نہ کی کیونکہ اس وقت میں  
میر مرتضیٰ کا کیا مقدر تھا اور کون سے کاروبار انکے ہاتھ میں تھے۔

میر مرتضیٰ شخص کہتا ہے کہ یہ بات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ شجاع الدولہ  
فتح اہلکھنڈ سے واپس ہوئے اور آٹھ دنوں میں مقام کیا تو یہاں سے کوچ کے وقت  
ایک ندی کے پل پر پیادہ و سوار ہاتھی گھوڑوں اور ہیر وغیرہ کا ہجوم تھا۔ اُس  
میدان میں لوگوں اور سوار یوں کی ایسی کھچا کھچ تھی کہ اگر کوئی سوار یہ چاہتا  
کہ گھوڑے کا منہ پھیر کر دیکھے کہ کوٹ جائے تو یہ بات بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی  
نواب شجاع الدولہ عمار فیل پر بیٹھے ہوئے ہو بیگم صاحبہ اور دوسرے محلات کی  
سوار یوں کے عبور کے لئے اہتمام کر رہے تھے۔ اس اثنا میں آصف الدولہ ہاتھی کے حوض  
میں سوار اور خواہی میں انکی سید مرتضیٰ بیٹھے ہوئے بے تامل لوگوں کو دیکھتے پلٹتے  
افغان و خیزران ادھر آئے اور اس بات کا ذرا دل میں خیال کیا کہ آدمیوں کی کثرت  
ہے ہاتھی کے صدر سے پاؤں ہلے جاتے ہیں فیض بخش جواہر علی خان کے  
ہاتھی کے حوض میں بیٹھا ہوا پہلے سے وہاں موجود تھا جواہر علی خان نے  
ہاتھی کو بٹھا کر چاہا کہ سلام کریں مگر اُسکا موقع نہ ملا۔ آصف الدولہ تھوڑی دیر کے  
بعد آہستہ آہستہ باپ کے ہاتھی کے قریب پہنچے اور اُن کو سلام کیا یکا یک نواب  
کی نگاہ سید مرتضیٰ پر پڑی تیز رفتاری سے اُن کو دیکھ کر مونچھوں پر ہاتھ ڈالا جب  
کئی بار مونچھوں کو تاؤ دیا تو سید مرتضیٰ سم گئے قریب تھا کہ پانچائے میں پیشاب  
نکل جائے اور عجب نہیں کہ نکل گیا ہو۔ عسبر علی خان خواجہ سرگھوڑے پر سوار



(۱) سید صاحب جہ پادری بگیم زوجہ مختار الدولہ کا باپ ہے (۲) سید کرم (۳) میر محمد باقر (۴) میر محمد طاہر۔ ان محمد طاہر کے چار بیٹے تھے (الف) میر محمد شفیع (ب) محمد سعید (ج) میر بابا (د) محمد شفیع اور میر محمد باقر کے تین بیٹے تھے ایک سید محمد خان اقتدار الدولہ دوسرے سید مرتضیٰ خان مختار الدولہ تیسرے سید اسماعیل نصیر الدولہ معزز خان چہب میر قاسم خان نے انگریزوں کے ہاتھ سے نہر میت پانی تو مصطفیٰ خان کی اولاد بھی جاگیر ضبط ہو جانے کی وجہ سے لکھنؤ میں چلی آئی شجاع الدولہ نے ان کا کوئی بندوبست نہ کیا حال تباہ کے ساتھ کبھی لکھنؤ میں کبھی یوہان میں رہتے تھے میر صدیق مصاحب آصف الدولہ کے توسط سے سید مرتضیٰ انکی سرکاری زمین نوکر ہو گئے۔ دوسری وجہ انکے ساتھ بسلوکی کی یہ بھی تھی کہ میر مرتضیٰ اور ان کے بھائی قدیم سے مغوری و خود نمائی میں مشغور تھے اس سبب شجاع الدولہ کی نظروں سے گرے ہوئے تھے یہاں تک کہ نواب مرحوم نے علی العموم یہ حکم دیدیا تھا کہ مصطفیٰ خان کے بیٹوں کو کوئی اپنی رفاقت میں نہ لے اور اپنی صحبت میں نہ رکھے کسی بار نواب لاہ جنگ نے میر مرتضیٰ خان کی فلاکت و فحاش کا حال نواب شجاع الدولہ سے عرض کیا اور استدعا کی کہ ان کے جرائم کو معاف کیا جائے مگر نواب نے ان کو اپنے قرب میں لینے سے حذر کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے امن میں رکھے یہ جملے خاندان کے دشمن ہیں انکی ذات سے فساد پیدا ہونگے۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ سے بھی اس وجہ سے کبیدہ تھے کہ انھوں نے مرتضیٰ خان کو اپنے رفقا میں دخل کر کے خار کلفت اور خائشاں کدورت سے ان کو صاف و پاک کر دیا تھا۔ ایک دن آصف الدولہ مرتضیٰ خان کو اپنے ساتھ نواب کے



محمد سعید خان کو بھی بھاری بھاری خلعت دیے اور منصب اور نوبت جاگیریں بھی انکی تمنا سے زیادہ بخشیں تمام ملک کے مالی جنگی اور نظامی امور کا مختار کل بنا دیا جس دن مختار الدولہ کو خلعت نیابت ملا ۲۵۔ ذیقعدہ ۱۱۷۷ھ تھی۔ شیونپر شاد نے فرج بخش میں لکھا ہے کہ آصف الدولہ کی مسند نشینی سے ہفتے عشرے کے بعد ارکان دولت اور عزیز و اقارب کے مزاج میں اختلاف پیدا ہو گیا نواب موصوف کہ نہایت نیک طینت تھے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے کوتاہ اندیشوں اور اتحاجہ کا رن کے اغوا سے اپنے باپ کے دولت خواہوں سے ظہن مٹ گئے اس وجہ سے ارکان دولت کے دلوں پر صدمہ پیدا ہوا اور ہر ایک نے اُن سے علیحدہ ہونے کی تدبیر شروع کی محمد علی خان کہ نہایت معتد مشیر شجاع الدولہ کا تھا اور گریزوں سے پہلے سے تعارف رکھتا تھا وہ اُن سے مل گیا اسی طرح اور نوکر بھی اپنی اپنی فکر میں مصروف ہو گئے۔

سیر المتاخرین میں آیا ہے کہ مختار الدولہ کی نیابت ایسی چمکی کہ آصف الدولہ سے بجز نام کے کچھ ظاہر نہ تھا اسباب شوکت و کامکاری اور لوازم ملک ستانی و جہان بینی جسطہ اس وقت نواب آصف الدولہ کی سرکار میں جمع تھا وہ تمام و کمال مختار الدولہ کے اختیار میں آگیا خزاہین اور دفاتر و جواہرات سامان و اسباب و ظروف و نقرہ و طلا و اسباب گرانہا سے ریاست مالا مال تھی۔ نواب برہان الملک سعادت خان اور نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے وقت سے جو کچھ جمع تھا اور شجاع الدولہ نے میر قاسم اور دروہیلوں اور مرہٹوں کی ضبطی سے جو کچھ جمع کیا تھا وہ تمام مال اسباب اور جو کچھ نادرات ممالک روم و شام اور چین و فرنگ کی جمع کی تھیں یہ تمام چیزیں



نواب شجاع الدولہ کے ہاتھی کے پاس کھڑا تھا مرتضیٰ خان اُسکے سلام کو سر پر ہاتھ رکھے تھے لیکن وہ منہ پھیر پھیر لیتا تھا تھوڑی دیر کے لیے جب فیض بخش نے دوسری طرف دیکھ کر پھر آصف الدولہ کے ہاتھی کی طرف دیکھا تو مرتضیٰ خان کو انکی خواہی میں نہ پایا یا تو خوف کی وجہ سے خود اپنے آپ کو تلے گرا دیا یا آصف الدولہ کے اشارے سے اتر گئے۔

## مختار الدولہ کی نیابت کا زمانہ

تاریخ تیموریہ میں لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اپنے دربار کے حاضرین سے فرمایا کہ میں نے زمانہ صا حبرا دگی میں عہد کیا تھا کہ جب مسند نشین ہو گا تو اول میر مرتضیٰ کو سرفراز کروں گا سب نے تسلیم خم کیا اُس وقت ایک گراں بہا خلعت جس میں برکسی جو امرے رفیع القدر سے مخصوص ہے اور ستر بیچ مرصع اور مخمیر اور گلگی جس میں پر عقاب تھا اور موتیوں کی کنٹھلی اور ایک عمدہ ہاتھی جس پر نقری حوضہ و زلفیت کی جھول تھی اور ایک عمدہ گھوڑا جس پر طلائی ساز تھا اور جھاردار وہ پالکی جو شجاع الدولہ نے اپنی سواری کے لیے بنوائی تھی اور اسکی تیاری میں پندرہ ہزار روپے سے کم نہ خرچ ہوئے ہوئے بخشا یہ خلعت کسی طرح ایک لاکھ اور کئی ہزار روپے سے کم نہ تھا اور ہفت ہزاری منصب اور مختار الدولہ جلالت جنگ خطاب بخشا اور ماہی مراتب اور نوبت بھی دی اور نوبت کے ساتھ یہ عزت بخشی کہ شرف اندوزی حضور کے زمانے میں بھی بچا یا کریں کہ اُس وقت تک کسی امیر کو یہ اجازت نہ تھی سی طرح مختار الدولہ کے بھائی سید معزز خان و سید محمد خان و

مہارانی کا پروانہ پہنچتا ہے۔ محمد بلچ خان یہ رنگ و رقدرت اتنی کا تماشا دکھ کر متحیر ہو گیا۔

## آصف لدولہ کو دادی کی نصیحت

مسند نشینی کے دوسرے دن نواب آصف لدولہ اپنی دادی اور مان کے پاس ہنرمیں کرنے کو گئے، مان تو انکی اپنے شوہر کے غم میں ایسی پریشان حال تھیں کہ کچھ بات چیت نہ کر سکیں لیکن دادی نے جو اس درست کر کے نواب کی اس حرکت پر کہ مہربان قدیم کو نظروں سے گرا کر نئے رفیقوں کو شریک مشورہ اور مختار سلطنت بنایا ملامت کرنی شروع کی کہ یہ لوگ بالکل ناتجربہ کار ہیں اور خیر خواہانہ طور پر نصیحت کی کہ جان بدار تھامے باپ دادا نے بڑی کوشش کے ساتھ ایسا لشکر جبار اور رفیقان تجربہ کار اور امرے کامگار اور بہادران نامدار و خیر خواہان ہوشیار اور اسباب دولت و رفعت جمع کیا کہ آج تک کم کسی رئیس کے پاس فراہم ہوا ہوگا اور ان لوگوں نے بہت سی کوشش کر کے اور خون جگر کھا کے کار سلطنت کو رونق دی پس تم کو چاہیے کہ راپست اور ملک رائی کا طریق اپنے ہوا خواہوں سے سیکھو اور ان کے مشورے کے مطابق کام کرو اس قدر فوج اور حشمت سے فائدہ اٹھانے کی یہی صورت ہے اور ایسے سامان کی موجودگی میں جس دشمن سے مقابلہ پڑے شکوہ تباہی کا منہ دکھا سکتے ہو پس مناسب یہ ہے کہ باپ کے وقت کے کار پردازوں کو معزول نہ کرنا چاہیے اور اس فوج عظیم کے ساتھ مرہٹوں اور ہندوؤں کی گوشمالی پر توجہ کرو کہ جنگی سرکوبی کا ارمان تھامے باپ اپنے ساتھ



پرانے کارپردازوں نے مختار الدولہ کے ملازمین کے سپرد کر دیں۔ مختار الدولہ نے اپنے بڑے بھائی سید محمد کو اقتدار الدولہ ہادر کا خطاب لاکر صوبہ الہ آباد کا نائب بنایا اور ہر ایک دست اور اقربا کو صاحب اقتدار کر دیا۔ شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کے تمام نوکر مختار الدولہ کے دست نگر تھے کیسی مجال نہ تھی کہ اُن کے برخلاف قدم مار سکے اور انگریزوں نے اپنی مصلحت کے لئے آصف الدولہ اور مختار الدولہ کو اس بات پر آمادہ کر دیا تھا کہ جہاں تک ہو سکے فوج میں کمی کرنی چاہیے۔ آدھرواب شجاع الدولہ کی تمام فوج مغرور تھی اُن کو یہ زعم تھا کہ ہم کو ہرگز کوئی موقوف نہیں کر سکتا۔ آصف الدولہ اُن کے موقوف کرنے کے واسطے کوئی حیلہ چاہتے تھے کہ تھوڑے سے مجرم و نافرمانی پر موقوف فرمائیں۔

مرتضیٰ خان چکنہ جو ہر سخاوت سے خالی نہ تھے خلعت نیابت پاتے ہی اول انکی نظر فقرا، علما، مشائخ، برہمنوں، بیراگیوں اور صرف خیر کی اُن معافیات اور جاگیروں پر پڑی جو عرصے سے ضبط ہو گئی تھیں اور فوراً ایک فرد بنا کر نواب کے حضور میں منظوری کے لیے پیش کی اور عرض کیا کہ فدوی نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر کبھی اس مرتبے کو پہنچ جاؤں تو غریب اور مساکین کے وظائف اور معافیات کو جو دُعا کا لشکر ہے اور عرصے سے ضبط ہیں داگدشت کر اؤں انکو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ آصف الدولہ نے اُسی وقت منظوری بخشی یہ جاگیریں کھون سے زیادہ روپوں کی تھیں۔ مختار الدولہ نے اُسی وقت حکام ضلع اور دفتر کے فیسروں کو لکھا کہ جو شخص فرمان اور پروانہ دکھائے اُس کا روزیہ اور زمین اور گاؤں بلا غدرغہ چھوڑ دیں۔ غنقریب



انگریز نہ تھا لیکن زمانہ قدیم سے اسکے آباؤ اجداد رفاقت سرکار انگریزی کے ساتھ رکھتے تھے۔ جنرل مارٹین جسکی عجیب و اعلیٰ عمارت مشہور ہیں اسی زمانہ میں میجر پھولیر کا رفیق تھا۔

محمد علی خان نے کرنل کلیس وغیرہ سردارانِ مگلش سے میل کر کے چاہا کہ نواب صف الدولہ کے حضور میں صاحبانِ مذکور کی مدد سے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرے اور مختار الدولہ اس فکر میں تھے کہ انگریزوں سے ملکر علیج خان کو نیچا دکھائیں۔ اس وقت میں انگریزوں کے ملازمان معزز کی عجیب گرم بازاری تھی کپتان کانوی و میجر ہلپیر نے جنکو سرکارِ کپنی کی طرف سے کوئی حکومت لکھنؤ میں حاصل نہ تھی صرف کرنل کلیس کی مصاحبت کی وجہ سے سخنِ فروشی کی دوکان آراستہ کر کے شیریں بانی سے ہر ایک کو اپنے دامِ ارادت میں پھانس لیا اور اس امید و بیم میں دولت و فتنے لگے ان کے جو متوسل لوگ ز قلیل کے محتاج تھے وہ اب کھون روپے کے مالک بن گئے۔ میر محمد امجد خان کپتان کانوی کا میشرشی ایک دن کسی کام کے لیے محمد علیج خان کے مکان پر گیا اُس نے وہی نواب شجاع الدولہ کے وقت کا ساغر و کر کے جواب دیا کہ اب فرصت نہیں ہے منشی محمد امجد نے کپتان کانوی کو سمجھایا کہ رفیقوں کی اہانت عین مالکوں کی اہانت ہے محمد علیج خان آپکو کچھ نہیں سمجھتا۔ یہ بہتر ہے کہ اپنے سوال و جواب محمد علیج خان سے موقوف کر کے مختار الدولہ سے معاملات میں رجوع کیا جائے جنہیں انگریزوں سے خلاص و محبت کی آرزو ہے القصہ دوسرے دن نواب صف الدولہ محمد علیج خان کو ساتھ لیکر کرنل کلیس سے ملاقات کر گئے محمد امجد خان کے اشاء سے مختار الدولہ بھی ہمراہ تھے مشورہ کے



قبر میں لیگئے تم اُن سے بد عہدی اور سرکشی کا انتقام خوب لو۔ یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ایسا لشکر اور اتنی تیاری بغیر کسی قسم کا کام نہ کالے ہاتھ سے جاتی ہے۔ دیکھو ایک مضمون کو دو شخصوں نے بیان کیا ہے محمد فیض بخش نے فرج بخش میں اور عنوان سے لکھا اور تاریخ تیموریہ کے مولف نے دوسرے ڈھنگ سے ادا کیا۔

نواب صدف الدولہ کا حال یہ تھا کہ تمام عمر انکی ناز و نعمت میں بسر ہوئی تھی مان باپ کے سایہ عاطفت میں پلے تھے گرم و سرد زمانہ سے بالکل ناواقف تھے اُن کو یہ خبر مطلق نہ تھی کہ فوج کس طرح رکھی جاتی ہے فقیون کی کس طرح دلہی کی جاتی ہے اب کہ یکا یک سلطنت کا بوجھ سر پہ پڑا ایک طرف انکی جبلی آرام طلب عادت اُن کو عیش و نشاط کی طرف کھینچتی تھی دوسری جانب خیر خواہان و تہدیم پاسداری سپاہ ملک کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

الٹچ خان۔ راجہ صورت سنگھ اور راجہ پیر چند شجاع الدولہ کے عہد میں تمام ملکی مالی معاملات کے مختار تھے یہ لوگ مرتضیٰ خان کو اپنے نوکروں سے بھی کم سمجھتے تھے ہوت وقت زمانہ ان کے خلاف تھا مختار الدولہ کو ان کا رہنما سخت ناگوار تھا اور ہر بات میں چاہتے تھے کہ انکی منزلت پیدا ہو۔

## انگریزوں کے پو بارے

نواب صدف الدولہ کے پاس سوا دوسرے انگریزوں کے دو انگریز سب بڑھ کر تھے۔ ایک کرنل کلیں دوسرے میجر بھولیر کہ بادشاہ کی طرف سے اُسکا خطاب امتیاز الدولہ افتخار الملک بہادر سلطان جنگ رشک شامل تھا۔ یہ شخص قوم کا

کوئی اختیار نہ تھا جبکہ آصف الدولہ نے میر مرتضیٰ کو اپنا نائب بنایا اور انکو مختار الدولہ کا خطاب دیا تو چونکہ محمد ایلیچ خان مدت سے یہ کام کرتا تھا وہ اس بات سے آزرہ ہوا اور اس نے انگریزوں سے میر مرتضیٰ کی مختاری کی شکایت کی۔ جو خلعت انگریزوں نے میر مرتضیٰ کے لیے تجویز کیا تھا وہ واپس کر دیا اب میر مرتضیٰ اور ایلیچ خان میں عناد بڑھ گیا۔ آصف الدولہ خان مذکور کے ہتھیال کی فکر میں مصروف ہوئے اور بہانہ ڈھونڈنے لگے۔ ایلیچ خان نے نواب کے مزاج کا انحراف معلوم کر کے کرنل کلیس سے کہا کہ میرا یہاں ٹھہرنا اب مشکل ہے میرے حق میں یہ بہتر ہے کہ کسی تقریب سے مجھے یہاں سے کسی جگہ خدمت کرادیجئے کہ میری آبرویچے ورنہ کسی دن ندامت و خجالت حاصل ہوگی کرنل نے جواب دیا کہ جو بات تم اپنے لئے بہتر سمجھو وہ تجویز کر کے مجھے مطلع کرو میں اس میں کوشش کروں گا ایلیچ خان نے کہا کہ خلعت وزارت بادشاہ سے حاصل کرنے کے بہانے سے مجھے وہی کو خدمت کرادیجئے۔ کچھ دنوں وہاں لیت وعل میں بسر کروں گا۔ کرنل صاحب نے ایلیچ خان کی رائے کو پسند کیا اور دوسرے روز آصف الدولہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایلیچ خان یہاں بیکار بیٹھا ہے اور خلعت وزارت حاصل ہونا تمام کاموں سے زیادہ ضروری ہے۔ مناسب یہ ہے کہ خان مذکور کو وہاں بھیجا جاوے وہ بادشاہ کے مزاج میں رسائی رکھتا ہے عرض معروض کر کے خلعت وزارت حاصل کر لیا۔ ریاست کے کام کو مختار الدولہ اچھی طرح انجام دیتے ہیں آصف الدولہ نے کرنل کے مشورے کو پسند کیا۔ ایلیچ خان کو بادشاہ کی نذر کے لیے بہت سے تحائف اور بارہ لاکھ روپے کی ہنڈی اور دو ٹین سائیکل کے تحفے دیے۔



وقت کپتان کانوی نے کرنیل کلیس کی طرف سے نواب سے کہا کہ ہم کو محمد  
ایلیچ خان کی وساطت منظور نہیں مختار الدولہ جو حضور کے ساختہ و پر واختہ اور  
دل سے ہوا خواہ ہیں اس کام پر مقرر کیے جائیں نواب کی یہ عین آرزو تھی مگر  
اس خیال سے کہ اگر نیز اس بات کو قبول نہ کرینگے زبان سے نہیں نکالتے تھے  
یہ بات سن کر نواب بہت خوش ہوئے اور کپتان کانوی کی بات بہت پسند کی  
اور اسی وقت مختار الدولہ کو پاس بلا کر کرنیل سے کہا کہ مختار الدولہ میری زبان ہے  
جو کچھ وہ زبان سے کہے وہ سب میری طرف سے سمجھا جائے۔ محمد ایلیچ خان کو  
یہ قصہ معلوم ہوا تو سمجھا کہ میرا اب یہاں رہنا مشکل ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مواخذے  
میں مبتلا ہو جاؤں

## ایریج یا ایلیچ خان کے حالات

شیخ غصن افغان زادہ حنفی مدرسہ ایک مفلس آدمی کا بیٹا دھولپور باڑی کا رہنے والا  
تھا پہلے رائے لال چند فوجدار اٹاواہ کے فراشون میں نوکر تھا پھر مسعود خان  
خواجہ سرے بادشاہی کے پاس رہنے لگا۔ پھر شجاع الدولہ کی سرکام میں گرا بازار  
لشکر کی داروغگی پر مامور ہوا اپنی محنتی و چالاکی کی بدولت یہاں تک ترقی کی کہ  
شجاع الدولہ کے زبانی احکام لوگوں کو پہنچاتا تھا مغلیہ ملازمان شجاع الدولہ اُسکے  
ساتھ سلوک کرتے تھے لکھا پڑھانہ تھا تھوڑے سے عرصے میں صاحب دولت  
ہو گیا۔ شجاع الدولہ کے عہد میں عہدہ نیابت کسی سے نامزد نہ تھا مگر ایلیچ خان کا و بار  
ریاست انجام دیتا تھا چونکہ نواب شجاع الدولہ تمام کام آپ کرتے تھے اسلئے اُس کو

اس جیلے حوالے میں رکھا کہ آجکل میں خلعت وزارت لیکر چلتا ہوں۔ اور شاہ عالم کے درباری مسکو ذلیل تو مجھ کو اکثر مضحکہ کرتے تھے ایک دن راجہ رام ناتھ نے کوئی ایسی مہنسی کی بات کہی کہ خان مذکور کو جواب بن نہ آیا۔ فرط خجالت سے گوپال نیپوت سے جو تنخواہ کا متقاضی تھا کہا کہ راجہ رام ناتھ میری رخصت کے معاملے میں خلل انداز ہے اُس سے سمجھنا چاہیے۔ سپاہیوں اور افسروں نے فریب میں آکر اُس کے مکان پر بلوا کیا رام ناتھ تو عالم اضطراب میں کسی طرف بھگ گیا لیکن حکم بادشاہی ایلیچ خان کے نام نافذ ہوا کہ دار السلطنت میں یہ حرکتیں غلط ضابطہ ہیں۔ ناچار ایلیچ خان نے باون ہزار روپے اپنے پاس سے دیکر سپاہ کو روانہ لکھنؤ کیا۔ ایلیچ خان بخوبی سمجھ گیا تھا کہ مجد الدولہ دنیا سازی کرتا ہے اور مختار الدولہ میری تذلیل کے درپے ہے ایسا نہ ہو کہ مجھے یہاں کسی بلا میں پھنسا دیں اور پھر یہاں سے نجات نہ مل سکے اس سے بہتر ہوگا کہ میں یہاں سے مکمل جاؤں اس لیے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور کے تفصیلات میں تو کوئی شبہ نہیں لیکن ارکان دولت و ثمنون کے اغوا سے خفت و ذلت کے درپے ہیں اس لیے غلام رخصت ہوتا ہے بادشاہ نے نیمہ آستین عطا کر کے رخصت کیا۔ خان مذکور نے یہاں سے رخصت حاصل کر کے بے نیل مراد آصف الدولہ کے پاس جانا مناسب نہ تصور کیا اور یہ خیال کیا کہ دشمن اور زیادہ غل خوری کر کے تخریب کے درپے ہو جائینگے اس لیے نواب نجف خان کو جو قلعہ ڈیگ کے محاصرے میں مصروف تھا لکھا کہ مجد الدولہ میرا تمام مال و اسباب لینا چاہتا ہے نجف خان ایسے مژدے پر گوش برآواز تھا ایلیچ خان کو اپنے پاس طلب کیا۔ وہ اکبر آباد کو



ایلیچ خان اپنا تمام سامان اور بال بچے لیکر فیض آباد سے دہلی کو روانہ ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں شرف اندوز ہو کر مورد تفضلات ہوا۔ بادشاہ نے اسکو خلعت خاصہ عطا کیا اور قمر الدین خان کی حویلی پہننے کو دی مرآت آفتاب نما میں لکھا ہے کہ ایلیچ خان نے بادشاہ سے پندرہ لاکھ روپے نذر لے کر خلعت وزارت کی درخواست کی اور شیو پرشاد کی فرج بخش سے ثابت ہے کہ خان مذکور نے بادشاہ کو بہت کچھ رضی کر لیا تھا۔ قریب تھا کہ خلعت وزارت اور دوسرے عطیات آصف الدولہ کے لیے حاصل ہوں جبکہ مختار الدولہ کو یہ خبر پہنچی کہ غمگین ایلیچ خان خلعت وزارت حاصل کر کے ادھر آتا ہے تو انھیں یہ فکر ہوئی کہ ایلیچ خان کی طرف آصف الدولہ کو التفات پیدا ہو جائے گا اور میری نیابت کو ضرر پہنچے گا اس لیے نواب مجدد الدولہ کو متواتر لکھا کہ جیسے ہو سکے بادشاہ سے خلعت وزارت آصف الدولہ کے لیے محمد ایلیچ خان کی معرفت حاصل نہو میں جلد نیاز علی خان کو مع تحائف ہدایا و پیش کش کے بادشاہ کے حضور میں بھیجتا ہوں۔ مجدد الدولہ بھی نہایت بد باطن تھا اور اسکی دل سے یہ خواہش تھی کہ بادشاہی کام کو سرسبزی حاصل نہو اس نے مختار الدولہ کی مرضی کے موافق بادشاہ کے مزاج کو ایلیچ خان کی طرف سے منحرف کر دیا اور خلعت وزارت دلوانے میں دیر لگائی۔ مجدد الدولہ ایلیچ خان کے معاملات میں عداوت و لعل کرتا تھا اور نظروں میں تھا کہ یہ سونے کی چڑیا جال سے مکل جانے نہ پائے۔ گو پال پٹت وغیرہ افسران سپاہ جو ریاست لکھنؤ سے ایلیچ خان کے ساتھ تھے انھوں نے اپنی تنخواہ دہلی میں طلب کی ایلیچ خان نہایت مسک تھا ایک کوڑی اپنے پاس سے دینا جان دینے کے برابر تھی۔



بندگان خدا کو ثروت و جاہ بخشتا ہے اور اپنے پروردون سے کام لیتا ہے  
نواب آصف الدولہ نے زمانے کے نشیب و فراز پر نظر کر کے اور مختار الدولہ کے  
رغبت دلانے سے جہاؤ لال داروغہ صطیل کو راجہ کا خطاب و خلعت اور  
ہاتھی اور جھالردار پالکی دی اور محمد شیر خان سے دیوان خانے کی خدمت نکال کر  
اسکے تفویض کی شخص خوش طبع اور سمجھدار تھا چند روز میں ترقی کر کے آصف الدولہ  
کے مزاج میں دخل پیدا کر لیا اب دو ہزار سوار اور کئی پلٹنوں کا سردار بھی بن گیا۔ نواب  
کی خدمت میں ایام صاحبزادگی سے چند ہندو لنگے تقرب رکھتے تھے انکے نام یہ ہیں  
ہولاس سنگھ۔ سو بھاسنگھ۔ بھولاسنگھ۔ ہندی سنگھ۔ میکوسنگھ۔ نواز سنگھ۔ موتی سنگھ۔  
بھوانی سنگھ۔ اس وقت میں کہ وہ خود فرمانروا ہوئے تو ان پیادوں کو بڑے  
بڑے عہدے اور منصب عطا کیے راجہ کے خطاب دیے عہدہ عمدہ گھوڑے اور ہاتھی  
اور جھالردار پالکیاں سواروں کے رسالے پیادوں کی پلٹنیں دیکر بڑے اقتدار  
پر پہنچا یا شجاع الدولہ کے عہد کے سردار جو بدلتوں جانفشانیاں کر کے تفضلات  
کے امیدوار تھے۔ مخدول و معزول ہوئے ان ہندوؤں میں سے ایک کو بیوٹے  
کی حکومت عطا کر کے گویا اپنی بزمی خریدی کی اور اپنی پالکی کے کھاروں میں سے  
ایک کو جس سے کوئی خدمت ظہور میں آئی تھی راجہ مہر کا خطاب و جھالردار  
پالکی اور گھوڑا اور ہاتھی اور رسالہ دیکر سرفراز کیا اس نے پان سو سواروں کا سپاہ  
رسالہ تیار کیا جنگی گہڑیاں سُرخ تھیں رانوں تک کوٹ تھے ان میں سجات سبزی  
تھی پاچائے مشروع کے تھے اسکے ہم قوم کھاروں نے اسکی سواری کی پالکی اٹھائے  
میں دریغ اور بڑا ہنگامہ کیا آخر کار نواب کے دباؤ اور لالچ سے رضی ہو گئے۔



چلا گیا ذوالفقار الدولہ محمد نجف خان نے ایلیچ خان کا اکبر آباد میں پہنچنا اور نواب  
آصف الدولہ سے اختلاف غنیمت جان کر بہت خاطر کی اور اپنے آدمی بھیج کر ڈیگ  
میں اُسکو بلالیا۔ اول نجف خان ایلیچ خان کے خیمے میں گیا اور دوستی کے مراسم  
بخوبی بجالایا جس سے ایلیچ خان نہایت محظوظ ہوا اور نجف خان کی اطاعت میں  
ہمہ تن مصروف ہو گیا اور اسکی رفاقت کو غنیمت سمجھا۔ نجف خان نے محالات  
قلعہ اکبر آباد وغیرہ کی حکومت اُسکے سپرد کر دی۔ اور نجف خان اسکی صلاح پر تمام  
کام کرنے لگا۔ ایلیچ خان نے کئی لاکھ روپے فوج شاہی کے خرچ کے لیے دیے۔  
آصف الدولہ نے مصاحبوں کے اغوا سے ایلیچ خان کی حویلی کو جو فیض آباد  
میں تھی ضبط کر لیا جس میں پُرانے خیموں اور تانبے کے ٹوٹے پھوٹے برتنوں  
کے سوا کچھ نہ تھا۔ لال محمد ایلیچ خان کا متنبے آصف الدولہ کے پاس رہ گیا۔

## نواب آصف الدولہ کا اپنے ذلیل

### نوکر وں کو بڑے بڑے مراتب دینا

ایلیچ خان اور راجہ صوٹ سنگھ اور راجہ پٹیر چند نواب شجاع الدولہ کے عہد میں تمام مہمات  
مالی ملکی کے مختار تھے اور میر مرتضیٰ خان کو اپنے نوکر وں سے بھی کم سمجھتے تھے ہر وقت  
میں کمان اٹکی گر گئی۔ مختار الدولہ کو بھی ان کا وجود ناگوار تھا اور ہر کام میں ان کی  
نڈرت کے خوف نگار تھے اسلئے درپردہ نواب آصف الدولہ سے عرض کرتے رہتے  
تھے کہ نواب مرحوم کے ارکان دولت حضور کو خیال میں نہیں لاتے اور حضور کی  
سطوت و جلالت سے نہیں ڈرتے جب کوئی صاحب اقتدار ہوتا ہے وہ



قیدیوں کو جو سکیں لوگ تھے رہا کر دیا مگر عرب خان بڑے بچ اور خان محمد خان اور  
 کمال زنی خان اور بہت خان اور عالم خان غرضی اور حرمت خان اور ملا حسن  
 خان اور ملا عالم خان اور ملا عبدالواحد خان اور قاضی محمد سعید خان اور منو  
 خانسا مانا اور اختیار خان چلیہ اور ملاحت خواجہ سرکوکہ فری حوصلہ اور اولو اعظم  
 آدمی تھے نہ چھوڑا ان سے زر وصول کرنے کی بھی توقع تھی اور نہ حافظ صاحب کے  
 اور دوندے خان کے خاندان کو چھوڑا بلکہ کئی مہینے کے بعد محبت خان کو بھی  
 الہ آباد بھیج دینا چاہا مگر مرزا علی خان آصف الدولہ کے مامون نے شفاعت کی  
 جس سے وہ بچ گئے تاہم بعض حد پیشہ مصاحبوں کے اغوا سے حافظ صاحب  
 کے خاندان کی ایذا دہی میں خفیہ کارروائی شروع کی محبت خان کی ملاقات  
 اور تنخواہ بالکل بند کر دی اور آصف الدولہ کے ایما سے سید غفر خان قلعہ دار الہ آباد  
 قیدیوں پر سختی کرنے لگا اور سو روپیہ پو میہ جو انکی خوراک کے لیے شجاع الدولہ کے  
 عہد سے مقرر تھا اس کے دینے میں حیلہ کرنے لگا اور تھوڑا تھوڑا دینا تھا اس عرصے  
 میں آصف الدولہ مہدی گھاٹ کو گئے محبت خان اور ذوالفقار خان پسران  
 حافظ حمت خان جو لشکر کے ساتھ تھے بے سرو سامانی کی حالت میں ہمراہ گئے  
 مہدی گھاٹ پر جان بر شو صاحب ریڈنٹ گورنر کا مسئلہ آیا اور اُس نے محمد اکبر کی  
 زبانی محبت خان اور ذوالفقار خان کا یہاں موجود ہونا نہایت بے سرو سامانی  
 کی حالت میں سنا تو ان کے پاس ہر کسے بھی جکر اپنے پاس بلایا مگر انھوں نے علانیہ  
 ریڈنٹ کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا اس لیے خفیہ رات کے وقت ملے اُس نے  
 انکی تسلی و تشفی کی اور انکی یہودی میں کوشش کرنے کا وعدہ کیا اور ان کے خیمے



کہار نہایت دانا تھا بعض ناچنے والی عورتوں کو خاص کماروں کا گانا بجانا سکھا کر نواب کے سامنے پیش کیا نواب نے نہایت پسند کیا اور بہت سا انعام بخشا۔ نواب کی پسندیدگی کی وجہ سے ممالک محروسہ میں اس قسم کا ناچ بہت جاری ہوا اور اکثر ناچنے والی عورتوں نے اسکو سیکھ کر نواب کے پاس رسائی پیدا کی اور دولت حاصل کی۔ نواب آصف الدولہ کو جب ایسے بیش بہا خزانوں پر قدرت حاصل ہوئی تو ہر کس ذاکس کو موقع و بے موقع دولت و شمت بخشنے لگے جو مستحق نہ تھے اُن کو تو بالامال کر دیا اور جو حق دار تھے اُن کو دور ماندہ اور محتاج بنا دیا جو اراذل و اوباش کہ مدت سے ہل جوتے تھے اور مچھوٹے پر بوجھ لاف تھے اور وہ سپاہی جو کندھوں پر بند و قین اٹھاتے اٹھاتے تھک گئے تھے اب وہ نواب کی مہربانی سے مرتبہ قارونی اور منصب کامرانی و سواری سرکاری کو پہنچ گئے تھے۔ اس وجہ سے سرداران قدیم اور افسران سپاہ بیدل و متغیر ہو گئے تھے۔ خدمات جلیلاہ اور مناسب فیعہ سرداران معتد سے نکال کر اُن اراذل کے ہاتھوں میں دیدیے گئے اس وجہ سے پُرانے ملازمین کے دل نواب کے خلاص سے پھر گئے۔ اُن اراذل کے لطائف میں سے ایک یہ بات ہے کہ ایک اپنی مجلس میں کہتا تھا کہ ہزار ہا سال آسمان شرف کے موافق گردش کرتا رہا ہم غریبانے کبھی حسرت و غم نہ کیا۔ اس زمانے میں کہ روزگار نے ہم سے موافقت کی تو شرف و غیاث شک و حسرت سے مرے جاتے ہیں۔

قلعہ آہ آباد میں روہیلکھنڈ کے قیدیوں کو تکلیفیں پہنچنا  
نواب آصف الدولہ نے اپنے جلوس کی خوشی میں روہیلکھنڈ کے بعض



اُن میں وعدہ کیا تھا کہ تمہاری نیشن کے حقوق پہلے کے بموجب قائم کیے جائینگے۔  
دکھائے نواب نے خسر مندرہ ہو کر تمام اسباب واپس کیا۔

نواب صفت الدولہ کا مہدی گھاٹ کی طرف جانا اور  
خریج کے لیے مان کو مجبور کر کے روپیہ بطور قرض کے لینا

مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ فیض آباد میں نواب کی دادی اور مان میرے عروج  
سے برا فروختہ ہیں اور ہر کام میں فراحت و مکتہ چینی کرتی ہیں تو انھوں نے نواب  
کو تحریک کی کہ حضور کوچ فرما کر تھوڑے دنوں مہدی گھاٹ پر تشریف رکھیں تاکہ  
دور و نزدیک الون کو عبرت ہو اور مقصود اصلی یہ تھا کہ فیض آباد سے باہر لکھنؤ میں  
کارروائی کریں مگر سفر میں گلچھرے اڑانے کو روپے کا ہونا ضرور تھا اور حسب قدر روپیہ  
تھا تو وہ انکی مان کے قبضے میں تھا کیونکہ شجاع الدولہ خزانے کا بڑا احسنہ اپنی بیگم  
کی تحویل میں رکھتے تھے۔ اگر زیور سے صلح ہو جانے کے بعد انھوں نے خیال کیا  
کہ ایسے سخت وقت میں بیگم نے اپنا سب زہر نقد میرے حوالے کر دیا اُن سے بڑھ کر  
ہمدرد کون ہوگا آئندہ جو کچھ روپیہ آئے ضروری اخراجات کے بعد وہ بیگم کے پاس  
ہے۔ انکی یہ عادت تھی کہ دیوان صورت منگھ و صل یاتی کی فرد پیش کرتا تو وہ ملاحظہ  
کر کے ایلیج خان اور محمد بشیر خان کو حکم دیتے کہ عاملوں اور حاکموں پر جس قدر روپیہ نکلتا  
ہے جیسے بنے تم دونوں اُن سے وصول کر کے ہمارے اجلاس کی بارہری میں جمع  
کر دو ہم سیر و تماشاے شہر و اطراف سے دو پہر دن ہے واپس آئیگے اگر وقت تک  
سرکاری بقایا وصول نہ ہو چکی تو تمہارے حق میں بہتر نہوگا۔ یہ دونوں ہلکار ہر طرح



اپنے خیموں کے پاس کھڑے کرائے اور انکی عسرت کی خبر سنکر اپنے پاس سے  
 بانج ہزار روپے اُن کو دیے اور کہا کہ تم بے اندیشہ اپنے حالات مجھ سے  
 بیان کرتے رہا کرو

آصف الدولہ کے حکم سے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم  
 کے اسباب کا ضبط ہو جانا اور پھر اُس کا وگد شہت ہونا  
 فرج بخش مین شیو پرشاد نے لکھا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم  
 فیض آباد میں رہتی تھی اور اپنا اسباب بیچ بیچ کر گزر کرتی تھی اور ہمیشہ پریشان حال  
 رہتی تھی وہاں انکی کوئی خبر گیری نہیں کرتا تھا نواب سید سعد اللہ خان نے جو  
 سلوک شجاع الدولہ کے ساتھ کیے تھے اُس کا عوض یہ دیا گیا کہ انولے سے انکی بیگم  
 کو حراست میں رکھ کر فیض آباد کو لینگئے اور وہاں قید کر دیا۔ نواب آصف الدولہ نے  
 اُس پر ذرات یہ کی کہ مسند نشین ہوتے ہی بیگم کا تمام اسباب ضبط کر لیا اور مفت  
 بدنام خلافت ہوئے اسلئے کہ اُس وقت بیگم کے پاس سو اکیڑوں اور خیموں اور ظروف  
 کے زرق و برق تھا یہ سارا قصور اہلکاروں کا ہے جو نیک و بد میں تمیز نہیں کرتے۔  
 انھوں نے نواب کو اس پوچ حرکت پر کیوں آمادہ کیا۔ نواب سید فیض اللہ خان  
 صاحب دلی رامپور کو جب یہ خبر پہنچی تو انھوں نے احترام الدولہ کا لون صاحب  
 کو اس بارے میں بہت کچھ لکھا صاحب موصوف نے آصف الدولہ پر ایسے پوچ  
 کام کی تمام قباحت ظاہر کر کے وہ شقے جو شجاع الدولہ نے بیگم کو بھیجے تھے اور



آصف الدولہ نے مرتضیٰ خان مختار الدولہ کو فیض آباد کو بیگم صاحبہ کی خدمت میں بھیجا اور عرض کرایا کہ وہ تھوڑا سا روپیہ جو دیا تھا خرچ ہو چکا اسی قدر اور مرحمت ہو جائے۔ اس بار بیگم نے سختی سے جواب دیا اور چند روز تک بدستور مرزا علی خان کی معرفت گفتگو جاری رہی آخر کار چار لاکھ روپیہ بیگم نے اور دیے جب مرتضیٰ خان یہ روپیہ لیکر مہدی گھاٹ کو گئے تو نواب نے اس قسم کو بہت کم خیال کیا اور خود ڈاک کے ذریعہ سے فیض آباد آئے اور قرض کے نام سے اور روپوں کی درخواست کی اور ایک جھوٹی سند بھی اپنی مہر لگا کر نور علی خان فوجدار اکبر پور اور دولت پور کے نام لکھ کر حوالے کی حسین مندرج تھا کہ سدی مؤدوغیر چند پر گئے خالص سے نکال کر والدہ صاحبہ کے نائبوں کے حوالے کر دو جب تک چار لاکھ روپیہ انکی سرکار میں نہ پہنچ جائیں اس وقت تک انھیں کا قبضہ ہے اور دوسری سند بطور فارغ خطی کے لکھ دی کہ آئندہ ہم کو کوئی مواخذہ والدہ ماجدہ سے نہیں۔ فیض بخش کہتا ہے کہ اس مرتبہ جو نواب آئے تو خالق کی عجیب قدرت دیکھنے میں آئی شجاع الدولہ کے عہد میں کسی مجال نہ تھی کہ ایک جا تو بھی ساتھ لیکر سرکاری مکانات خاص میں قدم رکھتا اور ان کے ساتھ تمام آدمی نقار خانے سے کہ قلعہ میں دوسرے درجہ ہے پیادہ پا چلتے تھے۔ ان کے مصاحب۔ امرا۔ رسالہ داران عمدہ۔ خواجہ سرا جو کار و خدمات میں مصروف رہتے تھے ان کے سوا دوسرا کوئی آدمی اندر نہ جانے پاتا تھا۔ اب ایسے گنوار جنکی عمر لگ کوٹی لگاتے گذری ان کے باپ بھائی اپنے ہاتھوں سے ہل جوتے اور یہ خود ملنگوں کے زمرے میں نوکر یا کہتے نواب آصف الدولہ کی اردلی میں گھوڑوں پر سوار شستگاہ خاص تک آتے جاتے



کوشش کر کے روپیہ جلد وصول کر کے نواب کی خوشنودی کے لیے اُن کے بیٹھنے کی خاص بار دہری کے صحن میں اپنے اپنے وصول کیے ہوئے روپوں کے علیحدہ علیحدہ ڈھیر لگواتے جب واپس تشریف لاتے تو حکم دیتے کہ اس میں سے آدھا روپیہ بیگم صاحبہ کی سرکار میں داخل کر دیا جائے اور چٹائی راسے پٹرخند خزانچی کے حوالے ہوا اور باقی اسی جگہ سچاس سچاس ہزار کی مقدار میں ہر ہر گزشتہ میں علیحدہ علیحدہ رکھ دین یہی طریقہ ہمیشہ جاری رہا جب اُن کے انتقال کے بعد آصف الدولہ جانشین بنے اور ہمدی گھاٹ کی روانگی کا ارادہ کیا تو مختار الدولہ کی تحریک سے مان سے روپیہ مانگا انھوں نے بیٹے کو جواب دیا کہ دیوان کو بلا کر محالات کے کاغذات کا ملاحظہ کر اور خزانے کے داروغہ راسے پٹرخند سے مانگ یہ سوال وجواب سالار جنگ بادشاہ بیگم صاحبہ کے ذریعہ سے ہوتے تھے بیگم نے جھٹلا کر کہا کہ ابھی تیرے باپ کو مرے ہوئے دس روز بھی نہ گزرے اور میں ماتم کے سوگ میں بیٹھی ہوں ایسا بے محل سوال کرنا کس قدر بیجانی ہے مجھے رونے کی بھی فرصت نہیں آصف الدولہ کی دادی نے ہو کو کہا کہ یہ عشق کی پہلی مہمانی ہے ابھی اس سے زیادہ خدمت گزاری کے مرے حاصل کرو گے خلاصہ کلام یہ ہے کہ دو تین روز سوال وجواب ہو کر چھ لاکھ روپے ملے اور نواب اذیحجہ شمسہ السجری کو ہمدی گھاٹ کی طرف روانہ ہو گئے اور یہ پہلی مرتبہ کشیدگی خاطر ان بیٹوں میں واقع ہوئی مگر چھ لاکھ روپیہ اس قدر کنیر لشکر کے خرچ اور انعام و اکرام اور اخراجات بے جا کو کب تک کافی ہوتا ایک ماہ کے عرصے میں ختم ہو گیا اور اب تک ملک کی آمدنی کی بالکل خبر نہ تھی کہ حاکمون نے کیا رعایا سے لیا اور کیا سرکار میں پہنچایا محرم ہمدی گھاٹ میں ہوا عشرے کے بعد نواب

بزرگوں مثلاً سالار جنگ، شیر جنگ، مرزا علیخان و خان عالم کی تعظیم بھی موقوف  
 کی اور اختیارات ریاست کی نگام ایک خواجہ سرانور نام کے ہاتھ میں دیدی۔ یہ نہایت  
 باجی مزاج سفار و وضع اور سبک طوار تھا۔ خطاب سکو اختیار الدولہ انور علیخان دلایا۔  
 تمام عمال و محکام کی موقوفی و بجالی اور تعظیم و تکریم لوگوں کی اسکی راے پر موقوف بھی اس  
 کم ظرف بدایہ نے سرداران قدیم کی بربادی پر کمر باندھی اور خیر کار و ازہ جسکو کھلے  
 ہوئے ابھی تھوڑی ہی عرصہ گزرا تھا مسدود کر دیا بلکہ بھی احکام وظائف فقرا و مشائخ  
 کی واکذشت کے اطراف ممالک میں شہو بھی نہ ہونے پائے تھے کہ اسے یہ تمام کام  
 روک دیے اور ضبطی کا نیا حکم بھی جاری کیا۔ قصہ مختار الدولہ نے دربار کی آمد و رفت کم کر دی۔  
 رات دن بادہ خواری اور فحاش کی صحبت میں بسر کرنے لگے۔ نواب کثرت مہربانی سے  
 اکثر ان کے دیکھنے کو ان کے مکان پر جاتے مختار الدولہ ایسے خود فراموش ہو گئے تھے  
 کہ بندگی و خداوندی کا ادب ترک کر دیا گستاخانہ و بے تکلفانہ باتیں کرتے اکثر بالمشافہ  
 سخت و درشت الفاظ کہہ بیٹھتے لیکن نواب فرط رفت و محبت سے ان کے کاموں سے لغزش  
 کرتے ایک فاحشہ کسی ناچنے والی تھی جسکا نام جلالو تھا اس سے تعلق خاطر پیدا کر لیا  
 اس کے حسن و جمال پر بے حد شیفہ تھے رات دن اس کے عشق میں مدہوش پڑے رہتے  
 تھے حضرت عشق نے شادی کی تھی اور محبت کے قاضی نے نکاح پڑھایا تھا۔ ایک م  
 کو اسکی جدائی گوارا نہ تھی اور محبت کی دل لگی جتنی زیادہ ہوتی تھی ان کے دل کو راحت  
 پہنچتی تھی وہ بھی لیاقت کی تپلی اور بڑی چالوسی والی تھی آداب صحبت کا کمان  
 رکھتی تھی۔ اس زن فاحشہ نے مختار الدولہ کو اپنا مطیع عشق پا کر حکمرانی شروع کی اور  
 جو چاہتی اپنے عاشق سے کرا لیتی جدھر چاہتی کان پکڑ کر پھیر دیتی۔



ہین اور نواب کی سواری کی پالکی کے آس پاس بھوانی سنگھ مولی سنگھ ہولاس سنگھ  
نواز سنگھ میکو سنگھ اسپان خاصہ کوتل پر جو ساز و براق سے آراستہ ہوتے ہین  
سوار ہو کر راہ میں اختلاط کرتے ہوئے چلتے ہین صرف دو ماہ کے عرصے میں  
یہ تغیر و تبدل واقع ہو گیا۔

لوگوں کو یہ گمان تھا کہ نواب مہدی گھاٹ سے لوٹینگے تو فیض آباد میں باپ کی  
طرح رہا کرینگے کیونکہ تمام مکانات بدستور فرش و فرش سے آراستہ تھے شکست و  
رنجیت اور مرمت و صفائی موافق قاعدے کے جاری تھی۔ چار پانچ ماہ تک نجی سر  
کام کے دریائے لگاکے کنارے مقیم رہے۔ نہ فوج کی خبر تھی نہ ملک کی طرف توجہ تھی  
نہ سرداروں سے تعلق تھا نہ پلٹنوں کی قواعد کا خیال تھا نہ سپاہ کے سامان کا جائزہ  
لیتے تھے نہ تو بچانے کی درستی کی فکر تھی نہ پرچہ پائے اخبار کے سننے کی طرف غمت تھی  
جس کا شجاع الدولہ کو بہر وقت خیال رہتا تھا۔ مختار الدولہ بہتر توجہ اور آہستہ آہستہ  
فوج کی خرابی عاملان محالات کی معزولی اور روسائے عمدہ کی سختی کی فکر میں  
مصروف ہوئے۔

## مختار الدولہ کا تسلط حاصل کر کے سرداران قدیم کی بربادی کی فکر کرنا

جب مختار الدولہ کو تھوڑے سے عرصے میں ملک کے تمام کاموں پر بالاستقلال  
قدرت حاصل ہو گئی تو کبر شدادی اور نخوت فرعونی اُن کے دماغ میں پیدا ہو گئی  
اُمراء دولت داران ملک کی تواضع و تکریم چھوڑ دی یہاں تک کہ آصف الدولہ کے

سے بڑھکر مجھے جا دینگے لیکن مالک اور صاحب حکم ایک ہی بہتر ہے کیونکہ قدیم سے یہی سنت  
 چلا آتا ہے بہت سی گفت و شنید کے بعد یہاں سے گورنر کو یہ باتیں لکھی گئیں وہاں سے  
 حکم آیا کہ نواب آصف الدولہ بہادر مالک مالک ہیں نواب سعادت علی خان کو بلا کر  
 اپنے پاس رکھیں نواب نے اس احسان کے بدلے میں ملک بنارس اگر یزدون کو دیا  
 تاریخ شاہید نشا پوریہ میں لسی طرح مذکور ہے اور تاریخ تیموریہ میں بیان کیا ہے کہ  
 مختار الدولہ نے نواب وزیر الممالک کو دولت خواہی کے پرست میں انکے بلالینے  
 کے لیے عرض کیا نواب نے انکے اغوا سے ایک خطا اشتیاق آمیز اور تمنیت انگیز  
 انکی طلب میں لکھا نواب سعادت علی خان ابھی جوان نا تجربہ کار تھے ان کو تامل ہوا  
 اور سرداران لشکر کو بلا کر ان سے مشورہ کیا اور کہا کہ مختار الدولہ کی غفلت اور  
 بے پروائی سے تمام کام وزیر الممالک کی سرکار کے درہم و برہم ہو رہے ہیں دیکھتے  
 ہیں کہ ہم لوگوں کو بھی کھٹائی میں ڈالیں ہر اک سرداریہ بات سن کر متروک ہوا  
 اسکے بعد سعادت علی خان نے کہا کہ والد مرحوم نے اس ملک کی حکومت فرماہٹ  
 مجھے تفویض کی تھی اور تمکو میری اطاعت کے لیے حکم دیا تھا ان کے دل کی یہ بات  
 معلوم ہوتی تھی کہ جب امر اگر زیر و قوع میں آئے تو ملک قدیم میرے بڑے بھائی  
 آصف الدولہ کے زیر نگین رہے اور جدید علاقے میرے پاس رہیں تاکہ ہم بھائیوں  
 میں خصومت و منازعت پیش نہ آئے پس اگر تم میری مدد پر کمر ہمت مضبوط باندھو  
 اور قول و قسم سے مطمئن کرو تو میں ہمسرا نہ قوت سے انکو مسکت جواب لکھ دوں  
 تو لطافت علی خان اور مرتضیٰ خان بڑی دغیرہ رسالہ دارون نے زمانے کی ہوا  
 اور نواب آصف الدولہ کے ارکان کی غفلت پر خیال کر کے اس مشورے سے



مختارالدولہ ہمیشہ سرداران سلطنت سے بے اتفاقی سے پیش کرتے کسی کو  
 مٹھ نہ لگاتے بلکہ یہ چاہتے کہ میری سواری کی جلوہ بین چلیں۔ اپنے بھائیوں کو  
 بڑے بڑے منصب دیے تھے تمام سامان امارت اور تجل خشم مختارالدولہ کی سواری  
 کے ساتھ حاضر رہتا۔ انکی سواری کے وقت نقیون کی آواز دور باش اور ہراہیون  
 کے اژدہا سے شہر میں ایک نزلزل سا پیدا ہو جاتا۔

نواب سعادت علی خان کور وہیلکھنڈ کی حکومت پر  
 خود مختاری کا خیال پیدا ہونا۔ مگر ہراہیون کے  
 اتفاق کرنے سے اُن کا نواب صفا الدولہ کی طرف  
 رجوع کرنا

مختارالدولہ کو یہ الطینان تھا کہ سرداران لشکر میں سے کوئی ایسا مرد میلان  
 نہیں جو اُن سے خصوصیت کر سکے لیکن نواب سعادت علی خان اور اُن کے ساتھ  
 کے سرداروں سے اندیشہ رکھتے تھے جو اُس وقت میں روہیلکھنڈ پر حاکم تھے اسلئے  
 مختارالدولہ نے کرنیل کلیس اور میجر پوپلیر سے بریلی کے باب میں مشورہ کیا کہ ایک بیان  
 دو تواریخ میں رہ سکتیں لہذا خواہش جناب وزیر الممالک کی یہ ہے کہ نواب  
 سعادت علی خان کو وہاں سے علیحدہ کر کے یہاں بلالیں اور وہ صاحبزادوں کی طرح  
 یہاں رہیں انھوں نے جواب دیا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ شجاع الدولہ نے  
 یہ لگ انکو دیدیا ہے مختارالدولہ نے کہا کہ جب وہ یہاں آجائینگے تو سب بھائیوں

گریز کردنگا تو تمام لشکری دغا د فریب سے پیش آئینگے نجالت کو حجاب کا وسیلہ بنا کر  
 اصف الدولہ کے پاس مہدی گھاٹ کے راستے میں پہنچے نواب نے غایت افت  
 و کمال محبت سے بزرگانہ سلوک و شفقت مبذول کی اور نگلے سے لگا کر ان الفاظ  
 کے ساتھ ان کے دل کو تسلی دی کہ میرے باپ نے قصائے اتی سے انتقال کیا اور میں تمہارا  
 باپ زندہ ہوں تم کو کیا غم و فکر ہے تم نے سنا ہو گا کہ نواب مرحوم نے تم کو میری فرزند  
 میں دیا تھا اور تم مجھ کو باپ کہتے تھے اب تک وہی رشتہ جاری ہے بعد اس کے  
 خلعت لبوس گھوڑا ہاتھی وغیرہ وہ چیزیں جو ایسے فرزندان نامدار کو امرے بمقدار  
 عطا فرماتے ہیں بخشیں اور انکی خاطر رمیدہ کو دام سحر تالیف سے رام کیا بسنت علی خان  
 مع کپو کے اور محمد شیر خان اور لطافت علی خان و مرتضیٰ خان بڑے بھی بریلی سے  
 وہاں آئے اور نواب کی سعادت ملازمت حاصل کی اور ہر ایک پر لطف عنایت  
 مبذول ہوئی۔ نواب نے ملک روہیلکھنڈ کی نظامت پر شیر خان کو بھیجا بسنت علی خان  
 اور مرتضیٰ خان کے سوا دوسرے سردار بھی روہیلکھنڈ کو واپس کئے گئے۔

نخستارالدولہ کا سرداران مقتدر کی تدبیر میں محضو

ہونا اور انکو نواب کے حضور سے ہٹا دینا

نخستارالدولہ نے جو دیکھا کہ ابھی ان سرداران مقتدر کے پاس سپاہ وافر موجود  
 ہے اپنی اس قوت اور جاہ کے زور پر مجھے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو ان میں  
 تفرقہ پرداز کی فکر کی اور سب کا نواب کے حضور میں جمع رہنا مناسب نہ سمجھا  
 ہر ایک کو دوسرے کا مخالف بنا کر بربادی امارت کی فکر میں پڑے پس اذل انھوں نے



اتفاق رائے کیا اور کہنے لگے کہ نواب مرحوم نے رخصت کے وقت ہم لوگوں کو  
 ہندوگان عالی کے اختیار میں دیدیا تھا جب تک تن میں جان باقی ہے کبھی آپکے حکم  
 سے سربازی نہ کریں گے جو کوئی اور صحرانوح کرے گا اس سے مقابلہ کر کے شرط جانیفشانہ  
 بجالائیں گے۔ لیکن محبوب علی خان نے اس مشورے کو رد کر دیا اور اس مجلس سے ٹھکر  
 سرداروں کو سمجھایا کہ ہم کو جناب عالیہ والدہ آصف الدولہ نے پرورش کیا ہے  
 ہماری کیا جرأت و جسارت کہ انکے حکم سے انحراف کو بن اسلئے مناسب یہ ہے کہ  
 ایک عرضی انکی خدمت میں بھیجیں جو کچھ اس امر میں وہ لکھیں انکی تعمیل کریں اس بات  
 کے سننے سے ایک شورش پیدا ہو گئی اور مجلس مشاورت میں فوراً پڑ گیا تھوڑے عرصے  
 کے بعد یکم صاحبہ کا شفق پہونچا کہ نواب مرحوم کے بعد آصف الدولہ کو ریاست اور  
 باپ کی جائتینی کا حق حاصل ہے ہر ایک کو مناسب ہے کہ انکی ہندگی و خانہ زادگی پر  
 مستقیم رہے اور کسی کی بدراہی سے انحراف و خلاف اختیار نہ کرے ایسے شخص کو  
 چھوڑ دے اور اسکی طرف داری سے قطعاً ہاتھ اٹھا کر آصف الدولہ کی اطاعت میں  
 سرگرم رہنا چاہیے اس شفق کے پہونچنے سے محبوب علی خان کی بات سرسبز ہو گئی اور  
 دوسرے مدعیوں کو ذرا امت عظیم حاصل ہوئی مختار الدولہ کو جب یہ حال معلوم ہوا  
 کہ محبوب علی خان نے سعادت علی خان کی تدبیر و رادصواب سے انحراف کیا تو اسکو  
 تعلق اور لالچ سے اپنی دوستی کی طرف راغب کیا وہ مختار الدولہ کے دام تدبیر میں پھنسا  
 لشکر نواب آصف الدولہ کو روانہ ہوا دوسرے سردار بھی ڈرے اور سوا مختار الدولہ  
 کی اطاعت کے کوئی دوسری تدبیر بہتر نہ سمجھی اسلئے سب نواب کے لشکر کو چلے گئے اب  
 نواب سعادت علی خان نے خیال کیا کہ اگر آصف الدولہ کی فراہمیری و اطاعت سے

میں موتی بلوغ کے اندر نواب کی وادی اور مان ہستی تھیں بڑی دھوم دھام سے  
 نغارے بجاتا صبح و شام قلعہ سے سوار ہوتا اور اس میں آتا حالانکہ نواب شجاع الدولہ  
 کے عہد میں یہ جسارت کوئی سردار نہیں کر سکتا تھا اور اس ناظم نے اپنے بھائیوں  
 اور بھتیجوں کو جا بجا مقرر کیا بخشی گری اور ڈیوڑھیات کے خزانے کی دار ونگی  
 بھی اپنے متعلقین کو دی شجاع الدولہ کے قدیمی نوکروں کو دفعۃً معزول کر کے  
 انکی حرمت و آبرو کے درپے ہو گیا معزز خان۔ سلام المدخان۔ مرزا خانی وغیرہ  
 کے اس قدر زمانہ موافق تھا کہ زمین پر پاؤں نہیں رکھتے تھے۔ اور حد اعتدال  
 سے گذر گئے تھے جو کچھ دل میں آتا تھا بے تکلف و بے خوف شرفاً بنجا اور رعایا کے ساتھ  
 عمل میں لاتے تھے۔ باوصف اسکے کہ نواب کے حقیقی مامون سالار جنگ اور دوسرے  
 سرداران قدیم اس وقت تک لشکر میں موجود تھے لیکن کسی سے کچھ تدارک نہیں ہوا  
 ان حالات کو دیکھ دیکھ کر یہ لوگ مال کار کے اندیشے سے دست تاسف ملتے تھے  
 اور متحیر تھے کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

ختمار الدولہ جب تک اس سبب کو نہیں پہونچے تھے صلاح و تقویٰ سے آراستہ  
 تھے صوم و صلوة کے پابند تھے۔ نیابت کے حاصل ہوتے ہی سب نیک اطوریان  
 چھوڑ کر شراب پینے اور زرد کھیلنے میں مشغول ہو گئے اور اس قدر غوث فرعون  
 و باغ میں سماں کہ بلاشبہ ہجوم دیگرے نیست کا دعویٰ کرنے لگے کوئی ساعت کوئی گھڑی  
 ایسی نہ تھی کہ خرابی لشکر و دیادسی سلطنت اور اپنی امارت و ریاست کی تقویت  
 کا خیال انکے دل سے دور ہوتا ہو۔

رے پڑ حید دار و خہ کوئے سبب اپنی ڈیوڑھی پر بٹھا کر قید کر دیا اسی طرح



انکا باہم مقابلہ کر کر مضمحل اور شکستہ حال کرنا چاہا۔ اور پہلی تدبیر جو انھوں نے کی وہ یہ ہے کہ محبوب علی خان سے محبت بڑھائی اور اسکو بہانہ تک بے تکلف کیلکہ اپنی بزم خاص کا شریک اور محفل اختصاص کا رفیق بنا لیا خلوت میں اپنی محبوبہ کے سامنے بلا کر اس شاہرہ طراز کو شراب دینے کے وقت اشارہ کیا کہ محبوب علی خان کو تاکید و اصرار کے ساتھ اتنے جام پلائے کہ وہ مدھوش ہو جائے ہر چند کہ محبوب علی خان بڑا فزانہ اور عاقل یگانہ تھا اور کبھی شراب نہیں پیتا تھا لیکن ایسے وقت میں عقل کو دماغ سے رخصت کر کے اس کے ہاتھ سے پے در پے شراب لے کر خوب پی لیا۔ متوالا ہو گیا اسی طرح دونوں میں رشک بے تکلفی و دوستی مستحکم ہو گیا جسے کا زور گھٹنے کے بعد مختار الدولہ نے محبوب علی خان کی گردن پر یہ احسان رکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اپنا نائب بنا کر تمام ملک کی حکومت کا کام تمھارے ہاتھ سے لیا کروں لیکن بالفعل جگہ کوڑھ سرحد اودھ تک تمھارے رسالے کی تنخواہ میں دیتا ہوں اول تم جا کرو بان کا انتظام کر آؤ محبوب علی خان بھی نواب کے دربار کا رنگ دیکھ کر بہت متفکر رہتا تھا اسنے اسے غنیمت سمجھا صحیح کو مختار الدولہ اسے نواب کے پاس لے گئے اور خلعت دلو کر ادھر رخصت کیا۔

مختار الدولہ نے راجہ ہمت بہادر کو اس کے پیادہ و سوار اور میر احمد کی ایسی اور دوسری فوج کے ساتھ جسکی تعداد تیس چالیس ہزار جوان کم نہ تھی کا پی وغیرہ کی تسخیر کیلئے روانہ کیا۔

مختار الدولہ نے اپنے ایک بھائی کو فیض آباد کا ناظم مقرر کر کے ادھر بھیجا اس نے اوبہ فی اقبیاز و پاسداری کا لحاظ بالاسے طاق رکھا باوجودیکہ عین بازار چوک

کہ پوچھ لوگ اور بازاری آدمی بھی بات ہو گئے وہ بھی ایسے کاموں کو سن کر شرمندہ ہوتے تھے آصف الدولہ کی ایسی بد وضعی شہرت پزیر ہوئی کہ دور و نزدیک کے لاکھوں آدمی ہر وقت یہی چرچے کرتے اور کہتے کہ خداوند احمد آدم ابو البشر سے اس وقت تک سیکڑوں بادشاہ۔ اُمراءِ ظالم۔ مفاک۔ نامرد و بے حیا عالم میں گزرے ہیں لیکن تاریخ کی کسی کتاب میں ایسا ناپاک حال نہیں دیکھا۔ اُن کے بعض مصاحب بے ادبی والے کر کے مشہور تھے جیسے بھوانی سنگھ نواز سنگھ اور رستم علی وغیرہ۔

کسی رذیل سی رذیل قوم کا دینی الطبع آدمی ایسا نہ تھا کہ جس کو ایسے مباح و ہیودہ خیال نواب نے ترقی و ثروت ندی ہو یہ لوگ حجاز و دارپالکیوں اور خاص سرکاری عمدہ عمدہ گھوڑوں اور ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے کوچہ و بازار میں متکبرانہ پھرتے تھے۔ سیر المتاخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ میں لکھنؤ میں آیا تو ان بے عقلوں کو دیکھا کہ درحقیقت بموجب اس آیت کے اولئک کا لانعام ملے ہم اہل سبیل اسرا پا بہائم نہ ہوتے تھے اور یہ مصنف نواب کو جن کو تاریخ سے ناواقف لوگ فرشتہ سیرت اور اہل طبیعت عموماً متحمل دے پروا بتاتے ہیں بہت احمق کتاب اور ان کے چال چلن کو ناپسند کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ انھوں نے ریاست کو برباد اور انتظام سابقہ کو برہم کر دیا۔

سپاہیان نجیب کا طلب اضافہ کیلئے بلوا کرنا مختار الدولہ

کا اُن کے ہاتھ سے بے حرمت ہونا

شجاع الدولہ نے روہیلوں سے لڑائی شروع کرنے کے وقت اپنی سپاہ کی



دوسرے خیر خواہان قدیم عہد شجاع الدولہ کو بے صد در تقصیر بات بات پر ذلیل و تنگ کرتے تھے چاہتے تھے کہ ہر وقت یہ لوگ انکے سامنے دست بستہ رہیں اکثر صاحب عزت ان باغیرت نے نوکری چھوڑ کر خانہ نشینی اختیار کی نواب سالار جنگ لشکر میں اور نواب مرزا علی خان فیض آباد میں موجود تھے اگر چھوڑا ہوا لفظ نہ رکھتے اور روسائے لشکر کو متفق کر کے ملک و فوج کے بند و بست پر کمر باندھتے تو اس قدر خرابی و خستگی پیدا نہ ہوتی مگر یہ لوگ پرلے درجے کے ڈرپوک اور عیاش تھے ان سے کیا ہو سکتا اگر کچھ انھوں نے کیا تو یہ کیا کہ اپنی بیٹیاں مختار الدولہ کے بیٹوں کے نکاح میں دیکر اپنے مزے بنے رکھے۔ عنبر علی خان اور یوسف علی خان خواجہ سراؤں نے جو یہ کیفیت دیکھی تو ہمہ تن مختار الدولہ کی حاضر باشی میں ملوث رہنے لگے اور اس طرح انکی عزت و آبرو بچھی اور جس نے ایسا نہ کیا وہ خرابی و آوارگی میں مبتلا ہوا۔

نواب آصف الدولہ کے بھوڑے سے اوصاف

فیض بخش کے قلم سے

نواب آصف الدولہ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی انکے سلام کا قصد کرتا تو فرماتے کہ مختار الدولہ کے پاس جائے ہم کو کسی کا سلام درکار نہیں۔ رات دن کمر تہ و تخت ہندوؤں کے ساتھ نشہ شراب میں مغموش رہتے اور ایسے پوچھ لوگوں کی رائے اور پسند کے موافق جو ذلیل و سبک شوق ہوتے ہیں ان میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتے بس قدر بے حجابی نامشروع اور خارج از غیرت و حیا کا موٹا اختیار کی

مہر کا مطلق لحاظ نہ کیا اٹکنی پاکی کو گھیر کر کمار دن کے کندھوں سے زمین پر گرا دی  
 اور مختار الدولہ کو کھینچ کر باہر نکال کیا ڈنڈوں اور بند و قون کے کندھوں سے مارا  
 اس حقیقت میں ان کے سر سے پگڑی گر گئی اور کپڑوں کی دھجیان اڑ گئیں اور  
 قید کر کے دھوپ میں بٹھا دیا اور ان کے نوکروں اور رفیقوں میں سے جو ہاتھ لگاؤں  
 کی مشکین باندھ کر نوپون پر کہ گرمی سے جل ہی تھیں بٹھا دیا اور جو رفیق و نوکر  
 مختار الدولہ کے سپاہیوں کے ہاتھ نہ آئے گولیاں اور گولے چلا کر ان کو بھگا دیا۔  
 ایک بہتر تک مختار الدولہ ایسی صیبت میں گرفتار رہے کہ خدا کسی پر نڈالے  
 اس کے بعد فتنہ بادہ غرور و نخوت اٹھا اور ہر ایک کی خوشامد کرنے لگے اور سپاہیوں  
 کی دلجوئی میں مصروف ہوئے لیکن وہ لوگ سولے تنخواہ ملنے اور اضافہ ہونے کے  
 کسی بات پر نہ جھٹکتے تھے نواب صف الدولہ نے جب مختار الدولہ کی اس ذلت و  
 خواری کا حال جتنا تو ان کو نہایت غصہ آیا اور اس حالت کو دیکھنے کے لیے بارگاہ  
 کی چھت پر تشریف لے گئے اور تو بچانے کے دار و نہ کو حکم دیا کہ تو بین تیار کر کے  
 ان مفسدون کو اڑا دے اور تمام رسالہ داروں کو بھی فرمان دیا کہ اپنے بند و پیچون  
 اور سواروں کو مختار الدولہ کی اعانت کے لیے مقرر کر میں ہر ایک افسر نے ہی عذر  
 کیا کہ اس وقت سپاہ کا بلواسے عام ہے کسی سردار و افسر کے اختیار میں کچھ باقی  
 نہیں ہے فوج مطلق قابو میں نہیں جو سپاہی کہ حضور کے پہرے چوکی پر مامور ہیں  
 یہ بھی انہیں لوگوں سے رفاقت و ہمدردی رکھتے ہیں یہی بہتر ہے کہ مفسدون  
 کے قصورات کو نظر انداز فرمایا جائے اس سربازی کو تغافل میں ڈال کر تنخواہ دلا دی جائے  
 اور اضافہ بھی منظور کر کے خوش کر دیا جائے جب فتنہ بیدار ہو جائے اور اس



دلاری کے لیے اُس سے اضافے کا وعدہ کیا تھا یہ فتح خدا ساز انکی سپاہ کی شہر  
 کے بغیر حاصل ہو گئی اُسی زمانے میں ذاب نے انتقال کیا تمام سپاہی اس عطیہ سے  
 محروم رہے اس زمانے میں اکثر شور بدہ نحتون نے زمانے کا رنگ دیکھ کر طلب تنخواہ  
 و اضافہ کے لیے بلوایا تھا والدولہ کو اپنی شوکت و حشمت پر گھمنڈ تھا اس لیے  
 انکو کڑے کرے جو اب یہ ان باتون سے سپاہیوں کا ہر فرقہ لڑنے مرنے کو مستعد ہو  
 انھوں نے اپنے افسروں کو نکال دیا اور توہین تیار کر کے لگا دیں اور ان کے پیچھے  
 اپنی صفیں جب اردن اور لڑائی کو مستعد ہوئے ابھی تک ذاب مہدی گھاٹ پر  
 مقیم تھے کہ لشکر میں پیچینی پھیل گئی بازاری لوگ جو نہایت ڈر پوک ہوتے ہیں اپنی  
 اپنی دوکانیں سمیٹ کر بھاگنے لگے اس وقت مختار الدولہ بادہ نحت و غرور کی  
 بدستی سے کسی قدر ہوش میں آئے اور بعض سرداران لشکر کو آتش فساد کی تسکین  
 کے لیے بھیجا لیکن بات بڑھ گئی تھی کسی نے نصیحت نہ مانی اور ہر ایک رسالے میں  
 سے جوق جوق سپاہی اپنے اپنے افسروں سے منحرف ہو کر بلوائیوں کی جماعت میں  
 شامل ہونے لگے سرداران لشکر نے جو دیکھا کہ یہاں ہم تنہا کیا کر سکتے ہیں جو کچھ زور  
 ہے سپاہ سے ہے اور سپاہ منحرف ہو گئی کہیں ایسا منہو کہ چشم زدن میں تمام لشکر  
 لٹ جائے اسلئے وہ سب متفق ہو کر مختار الدولہ کے پاس گئے اور ان کی عزت  
 و سماجت کی مختار الدولہ کے دماغ میں دو نحت بھرا ہوا تھا کسی کو اپنا حریف  
 و ہم چشم نہ جانتے تھے اپنی جگہ سے نوتدارک نہ کیا بلکہ بالکی میں بیٹھ کر بعض معتد  
 رفیقوں کو ساتھ لے کر ان باغیوں کے مجمع میں تشریف لے گئے یہ لوگ اس وقت  
 نہ کسی کے فرمانبردار تھے اور نہ جو ابد ہی سے دُرتے تھے مختار الدولہ کے سطوت و

## جان برہٹو صاحب کارڈینٹ ہو کر وزیر کے

### لشکر میں آنا

سٹر جان برہٹو چلکے سے نواب آصف الدولہ کے پاس رزیدنٹ بنا کر بھیجے گئے تھے وہ مہدی گھاٹ کے مقام پر وزیر کے لشکر میں پہنچے ان دنوں کرنل پچلیمیر کی بوجہ چرب زبانی کے گرم بازاری تھی اور کپتان کانوی مصاحب کرنل کلیس کچھ تو کرنیل کی مدد سے اور کچھ اُسکے لشکر کی قوت سے وزیر الممالک اور اُنکے مدار لہام پر غالب آ گیا تھا۔ یہ شخص ہر روز اپنی افزائش اور کار پر دازان سلطنت کی تہا کے لیے ایک گل تازہ کھلاتا تھا ان دونوں صاحبوں کو برہٹو صاحب کے رزیدنٹ ہو کر اودھ کی طرف روانہ ہونے کی خبر تھی لیکن اس خیال سے کہ کساد بازاری نہ ہو جائے اس بات کو ان سنی کر کے اپنے کام میں سرگرم تھے اگر کبھی کبھی آصف الدولہ سٹر جان برہٹو کے حالات اور اُنکی چلکے سے روانگی کی وجہ دریافت کر بیٹھتے تو سہل اور سبک طوبیہ کچھ بیان کر دیتے مطلقاً کسی کو یہ خیال نہ تھا کہ وہ پورے پورے اختیارات کے ساتھ چلکے سے آہے جن یہاں تک کہ لشکر کے قریب پہنچ گئے مختار الدولہ نے ان اُمیرین کی صلاح سے بادل ناخواستہ استقبال کیا اور ملاقات کو نواب کے پاس لائے نواب نے بھی جو کچھ خاطر کی وہ اُنکے درتے سے کم تھی لیکن جان برہٹو باوجود نوجوان ہونے کے ہوشیار اور مدبر آدمی تھے زلمے کی ہوا اور مجلس کا رنگ دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہاں کا حال یہ ہے ان لوگوں سے بے التفاتی کی مطلق شکایت نہ کی کرنل پچلیمیر کے خیمے میں ٹھہر گئے اور حریفوں کو غفلت میں ڈال کر ہر ایک کے ساتھ ہرم خلاص



بغاوت کی آگ بجھ جائے اور بے عقل لوگ پشیمان ہو کر ندامت و خجالت کو وسیلہ  
 شفاعت بنا کر بجز وزاری کر کے بندگان عالی کے قدموں پر سر رکھ دیں اور  
 اپنے سر وار دن کا حکم ماننے لگیں تو اس وقت آہستگی اور تامل کے ساتھ ہر ایک سالے  
 میں سے چند ایسے آدمی جو شور و ہشت اور فتنہ انگیز ہوں چُن چُن کر جو کم بین مہتمم  
 کر کے توپ سے اڑوا دیے جائیں تاکہ سب پر رعب چھا جائے اگرچہ آصف الدولہ  
 غیرت شوکت کی وجہ سے سپہ سالار آتش غضب میں بے چین تھے لیکن کیا کر سکتے  
 تھے بجز پیرا کر کے اس اتہاس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ مجبور ہو کر راجہ پٹرجند خزانچی کو  
 بلا کر حکم دیا کہ جس امر میں مفسدوں کی استرضاء ہو اُس کے مطابق عمدہ دیکھانے سے  
 اطمینان کر کے اور دست بدست زر تنخواہ چکاکے مختار الدولہ کو اُنکے منجے سے  
 پچھلے لائے راجہ پٹرجند ۳ ہزار اشرفیان خزانے سے لیکر اُن بوا یون میں پہنچا  
 اُن لوگوں نے اول اُس کو بھی خوب برا بھلا کہا لیکن وہ شیریں زبانی اور  
 لطائف اسحیل سے پیش آیا جس سے ہر ایک کی گرمی ٹھنڈی ہو گئی اور سب کو  
 تنخواہ دے کر اور اضافہ ملنے نے قبول کر کے اُنکے منجے سے مختار الدولہ کو برا کرایا  
 اور ہر ایک کو حسن تدبیر سے راضی کیا اور اُن کی تنخواہ میں وہ اشرفیان  
 چھکا دیں۔

مختار الدولہ ایسے روز سیاہ سے خواب میں بھی واقف نہ تھے اپنے تخت مغرور  
 کا خوب پھل پایا نواب وزیر کے سامنے آئے تو دل میں خجالت آنکھوں میں اشک آئے  
 بھرب ہوئے تھے۔ نواب سے داد و بیاد کی انھوں نے لطف و مہربانی سے گلے سے  
 لگا لیا اور خلعت ملبوس بخشا۔

نواب وزیر کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ بیان کیا اور کان حضور باتنگ مطلق العنان اور فاتح الہال تھے یہ حال معلوم کر کے بہت گھبرائے۔ شام کے قریب مختار الدولہ تصفیہ خاطر کے لیے گئے اور بزم و شیرین باتین کر کے ریڈنٹ کی دلجوئی کی وہ عقل و دانش کے پہاڑ تھے نائب کی چالپوسی کی باتوں میں نہ آئے اور اسی طرح تکنت و وقار کے ساتھ جواب شافی دے سکتے تھے۔

### انگریزوں کے افسال دولہ کے ساتھ معاملات

کلکتہ ونگ ڈسٹن ایکٹنٹ قریب ہی گئے تھے اور ان کی جگہ جان برسٹو صاحب بھیجے گئے تھے شہنشاہ الدولہ کے مرتے ہی گورنر کی کونسل میں فرینکسن اور کرنیل ٹون سن اور جنرل کلیورنگ کی غلبہ آرا سے یہ امر فیصل ہوا کہ شجاع الدولہ کے قتلے جو روپیہ واجب الادا ہے اسکو بہت جلدی سے وصول کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ جو عہد و پیمان ان کے باپ کے ساتھ سرکار کمپنی کے ٹھہرے تھے وہ سب ان کے ساتھ قبر میں گئے اور کوئی ان میں سے اب باقی زندہ نہیں اب جو ہم سے نیا سودا امداد و اعانت کا لوگ تو اسکی قیمت از سر نو ٹھہرائی جائے گی پڑانے بھادو پر نہیں دی جائیگی برسٹو صاحب سے جس دن مختار الدولہ ملنے آئے تھے اُسکے دوسرے دن ان کو بلاکر صاحب مذکور نے یہ کہا کہ بادشاہ ہندوستان نے ہمارے اور جو نپورا اور چنار گڑھ اور غازی پور اپنی مہربانی سے سرکار کمپنی انگریز بہادر کو ہمیشہ کے لیے آل قضا کے طور پر بخش دیے تھے لارڈ کلایو نے خدا جانے کس وجہ اور کس خیال سے نواب شجاع الدولہ مرحوم کو کمپنی کی طرف سے اور اپنی جانب سے چھوڑ دیے تھے اب صاحبان کلکتہ کی



میں شریک ہوتے۔ تمام حال یہاں کا اور کرنیل کلیس و کپتان کانوی اور کرنیل پھولر  
 کے وزیر کے معاملات میں ذیل ہونے کا قصہ لکھتے کو لکھ بھیجا جب وہ ان کرنیل پھولر  
 اور کپتان کانوی کے فعل و تصرف کا حال معلوم ہوا تو گورنر اور ممبران کونسل  
 ناخوش ہوئے اور ریڈنٹ کو لکھ بھیجا کہ اگر یہ دونوں اب بھی وزیر کے لشکر میں موجود ہوں  
 تو گرفتار کر کے کلکتے کو بھیج دو اس حکم کے یہاں پہنچنے سے قبل اتفاقاً یہ حال  
 کپتان کانوی اور کرنیل پھولر کو معلوم ہو گیا کپتان تو پریشانی کی حالت میں  
 کوئی جیالہ کھر کر کے وزیر کے لشکر سے لگرا کر کو چلا گیا اور وہ انہوں کی چھاؤنی میں  
 رہنے لگا۔ اور کرنیل کلیس اپنے تمام خیمہ و خرگاہ اور اسباب حشمت و جاہ کرنیل پھولر  
 کے حوالے کر کے جس قدر اسباب بے ہاسکا ساتھ لے کر باقی سامان دوستوں کو دیکر  
 کلکتے کو روانہ ہو گیا۔ ان دونوں اگر بزدل کے متوسلون اور رفیقوں پر عجب نقل  
 اور شورش کا عالم گذرا اور انکی روانگی کے بعد اندیشہ و تردد کے دروازے  
 کھل گئے۔ جنمارالد ولہ اس وقت خواب غفلت سے بیدار ہوا اور باد کا خروش سے  
 ہوشیار ہوا اسی روز راجہ جھاؤل لال کو نواب وزیر کی طرف سے متغیر صحت مزاج  
 کے لیے ریڈنٹ کے پاس بھیجا انھوں نے راجہ کی طرف التفات نہ کیا لکھنؤ میں  
 مشغول رہے تھوڑی دیر تک جھاؤل لال سلام کرنے کی آرزو میں کھڑے رہے دیر کے بعد  
 سر اٹھا کر مہربانی کے ساتھ انکی طرف دیکھا جھاؤل لال نے جرأت کر کے وزیر کی طرف  
 سے خبریت پوچھی جان برسٹو صاحب نے درشتی کے لہجے میں جواب دیا کہ میری صحت خراب  
 کی خبر دریافت کرتے ہو ہیں یہاں نہ تھا مجھے ہندوستانیوں کی چال پوسہ پسند نہیں  
 جھاؤل لال نے جو یہ عیب و جلال دیکھا اور کلمات ملال سنے تو بدحواس ہو کر فی الحال

خوف آمیز و ہول انگیز سے ڈرا کر اس امر پر آمادہ کیا کہ کیا ضرور ہے کہ سہل معاملات کے لیے اس قدر تکلیف سفر کی برداشت کی جائے اور انگریزوں کو اپنی طرف سے رنج پہونچایا جائے یہی بہتر ہے کہ حقوڑا سالک انکو دے کر دوستی مستحکم کر لی جائے تاریخ تیموریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ برسٹو صاحب نے مختار الدولہ کو لطائف الخیل میں راضی کر لیا تھا اور بعض کاموں کی اُن کو اُمید بھی دلائی تھی سیر المتاخرین میں بھی ذکر کیا ہے کہ برسٹو صاحب نے مختار الدولہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ بنارس وغیرہ کا علاقہ جو راجہ چیت سنگھ بن بونت سنگھ کی زمینداری میں ہے اور جسکی مالگزاری پچیس لاکھ روپے کی ہے اور ستر لاکھ روپے کے قریب محاصلات ہے سرکار کمپنی کو دلا دے اُس احمق نے آصف الدولہ کو جان برسٹو صاحب کی طرف سے اُمید و بیم میں ڈال کر راضی کر دیا۔

بشریح صاحب تاریخ ہند میں اس مطلب کو یوں ادا کرتے ہیں کہ کونسل کے اٹھین تین ممبروں نے ہسٹنگز کی مرضی کے خلاف نواب وزیر اودھ کو دبا کر بنارس قلم و سرکار انگریزی میں شامل کر لیا۔ غرض کہ ریڈنٹ کی تدبیر سے ۲۰ سبج الا دل ۸۹ھ ہجری مطابق ۲۱ مئی ۱۷۸۱ء کو نیا عہد نامہ لکھا گیا کہ کوڑہ اور الہ آباد کے اضلاع جو شجاع الدولہ کے ہاتھ فروخت کیے گئے تھے آصف الدولہ کے قبضے میں اُسی ہیئت سے رہینگے جیسے کہ ملک اودھ اُنکے پاس ہے اور سرداران انگریزی فی عہدہ کرتے ہیں کہ وہ صوبہ اودھ اور کوڑہ والہ آباد کی حفاظت کریں گے جب تک مرضی کو رٹ آتے۔

ڈاکٹر کڑکی دریافت ہو گئی اور نواب نے اپنے ملک کی اس حفاظت کی بابت انگریزی کمپنی کو تمام اضلاع تحت راجہ چیت سنگھ کے مع محصول خشکی و دریا و دیگر



یہ مرضی ہے کہ اگر نواب آصف الدولہ کو سرکار کمپنی کے سرداروں سے مؤدت منظور ہو تو یہ مقامات سرکار کمپنی کو دیدین اور اپنے دوسرے پرلے اور نئے ملکوں پر بدستور قابض و متصرف رہیں اور انگریزوں کو اپنا ممد و معاون سمجھیں مختار الدولہ یہ بات سنکر مہلت پریشان خاطر ہوئے اور گداز میں کیا کہ مالک کے مالک نواب آصف الدولہ ہیں انکی صلاح اور اجازت کے بغیر مجھے نفی و انکار کا اختیار نہیں برسٹو صاحب نے کہا کہ اب سے شام تک کی فرصت ہے اگر انگریزوں سے دوستی رکھنی منظور ہے تو ان علاقوں کے حوالے کر دینے کی سند تیار کر کے بھیج دی جائے اور اگر کچھ اور منظور ہے تو اس سے اطلاع دی جائے مختار الدولہ خاطر آشفہ آصف الدولہ کی خدمت میں آئے تمام حلالن سے عرض کیا نواب کے مشیروں نے بہت سی فکر و ڈرائی مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی بحیر اسکے کہ علاقے دیدیے جائیں۔

کپتان کالون نے بعض معتمدوں کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ کلکتے سے ہرگز ایسا حکم نہیں آیا ہو گا یہ جو کچھ کر رہے ہیں برسٹو صاحب اپنی طرف سے کر رہے ہیں انکو کمپنی کی طرف سے علاقے مانگنے کی ہدایت نہیں حضور انکی بات کی طرف نفیات کریں اور سوال و جواب میں قاصر نہ ہوں اور اس میری وجہات کی شکایت کلکتے کو لکھیں اور حضور اپنے پیش خیمے کلکتے کی طرف کھڑے کرائیں اور برسٹو صاحب سے کہنا کہ نواب مرحوم اور صاحبان انگریز ہیں جو عہد نامہ ہوا ہے انکی دفعات دیکھ لو اگر ان تمام عہد و پیمان کے موجود ہوتے تمھاری طرف سے خلاف ورزی ہوگی تو میں خود کلکتے جا کر صاحبان کو نسل سے مباحثہ کروں گا جو کچھ مقدہ ہے وہاں مقرر ہو جائے گا مگر ارکان دولت نے آرام طلب نواب کو ان قانون پر توجہ کرنے دی اور کلمات

نکلائی



سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ ہسٹنگز صاحب گورنر اگرچہ اس بات سے کٹک بندا  
 ضمیمہ سرکار کمپنی ہوا خوش ہوئے مگر اس وجہ سے کہ شجاع الدولہ کے عہد میں وہ خود  
 بنارس تک آئے تھے اور ملک مذکور کی درخواست کی تھی اور شجاع الدولہ نے  
 بہت سے عذر کر کے ٹالے بٹالے بتا دیے تھے اور نہ دیا تھا۔ جان برسٹون نے جو ان  
 کی طرف سے ریڈیٹنٹ تھا ایسا بڑا کام کر کے ممبران کونسل کے سامنے ناموری حاصل  
 کی کسی قدر ملول ہوئے تاریخ تیموریہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ جب اس خوبی کے ساتھ  
 جان برسٹون صاحب کی حسن تدبیر سے مملکت کے دینے کی خبر صاحبان مملکت کو پہونچی  
 تو جنرل کلیور نک وغیرہ نہایت خوش ہوئے اور گورنر ہسٹنگ اس وجہ سے کہ  
 انگریزوں کی یہ تمنا جنرل کلیور نک کے متوسل کے ہاتھ سے ظہور میں آئی نہایت  
 ملول ہوئے۔

بہر صورت گورنر نے ان شرطوں کے منظور کرنے میں یہ عذر کیا کہ وہ بالکل برخلاف  
 اُن عہد و بیان کے ہیں جو شجاع الدولہ کے ساتھ ہوئے تھے اور گورنر نے یہ کہا کہ  
 اس وقت جبراً و قہراً ان باب سے جو شرطیں چاہو ٹھہراؤ وہ اپنی ضرورت کے سبب  
 سب کو منظور کر لینگے مگر اُن کا ایفا کر سکیں گے جب کورٹ ڈائریکٹرز کو اس نئے عہد نامے  
 کی خبر ہوئی کہ بہت سامک ہاتھ آتا ہے اور زیادہ روپیہ دینے کا اقرار ٹھہرا ہے تو انھوں نے  
 مراسلہ نم ۲۰ دسمبر ۱۷۸۴ء میں یہ لکھا کہ ہم کو کبھی ایسی خوشی خاطر ملاز مون کی کارگذاری  
 سے حاصل نہیں ہوئی جیسی کہ آصف الدولہ کے ساتھ اُن کے عہد و بیان کرنے سے  
 ہوئی۔ جو عہد و بیان آصف الدولہ کے ساتھ کیے گئے ہیں ہم اُن کو بطیب خاطر  
 منظور کرتے ہیں۔



جکی تفصیل یہ ہے۔

سرکار بنارس۔ سرکار چنار گڑھ۔ لکھنئیس گڑھ۔ اضلاع جونپور۔ بجنپور۔ طبریں۔ خالص  
 بھدونی۔ سرکار غازی پور۔ پرگنہ سکندر پور۔ فرید شادی آباد۔ ٹپہ سوچ۔ وغیرہ  
 اکاخراج ۲۲ لاکھ ۸ ہزار ۴ سو ۴۹ روپیہ مقرر تھا اور نواب نے یہ بھی اقرار کیا  
 کہ وہ قاسم علی خان صوبہ دار سابق بنگالہ اور شمر دقاتل انگریزان کو اپنے ملک میں  
 آنے نہ دینگے اور نہ اپنے پاس رکھینگے اور اگر وہ انکے قابو میں آجائینگے تو انکو قید کر کے  
 انگریزی کمپنی کے سپرد کر دینگے اور یورپ کی کسی اور قوم کو اپنی ملازمت میں بغیر  
 رضامندی انگریزی کمپنی کے نہ رکھینگے اور جو کوئی انگریزی کمپنی کے پروانے کے بغیر  
 انکے ملک میں آئے گا یا اس میں گزر کرے گا یا رہے گا یا معلوم ہوگا کہ ملک میں ہے  
 تو وہ اسکو آنے نہ دینگے بلکہ اسے آنے میں مانع ہونگے۔ اور اگر آ بھی جائے گا تو اس کو  
 واپس بھیج دینگے۔ تمام یورپین کسی قوم کے ہوں جو نواب دہلی کے ملازم ہیں اس  
 عہد کی دسے برخاست ہوئے اور انھوں نے وعدہ کیا کہ انکو نوکر نہ رکھینگے اور جو شخص  
 انگریزی کمپنی سے مفرد ہو کر آیا ہے یا آئندہ آئے گا بشرط گرفتار ہونیکے انگریزی کمپنی  
 کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اور طرفین نے یہ بھی اقرار کیا کہ اگر بادشاہ کوئی بات ایک  
 کی نسبت دوسرے کو لکھینگے تو وہ اسکی رضامندی اور ارادے کے موافق کارروائی کرے گا  
 اور بادشاہ کی تحریر و تقریر پر کچھ بھی لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اور نواب نے ایک اقرار نامہ  
 مہری علیحدہ اس مضمون کا بھی لکھ دیا کہ زر بقایاے انگریزی کمپنی بابت کوڑہ والہ آباد  
 دروہیلکھنڈ و تنخواہ فوج حسب عہد نامہ نواب شجاع الدولہ بلا عذر و تکرار بر وقت  
 واجب ہونے کے ادا ہوگا۔

## اولادِ حافظ رحمت خان اور دوندے خان کی قلعہ آباد

سے رہائی

شیو پرشاد نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ دوندے خان اور حافظ رحمت خان کی اولاد اور جس قدر روہیلکھنڈ کے علما و فضلا و شرفا قلعہ آباد میں قید تھے انھوں نے متواتر عرضیاں نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور کی خدمت میں بھیجیں اور استدعا کی کہ اس قید سخت سے ہم کو رہا کر دیجیے۔ نواب موصوف نے رحم کھا کر مسٹر جان برسٹو لکھنؤ کے انگریزی رزیڈنٹ کو ان کی رہائی میں کوشش کرنے کے لیے لکھا۔ رزیڈنٹ نے آصف الدولہ سے سفارش کی اور اس معاملے میں بہت باؤ ڈالا۔ آصف الدولہ نے تین لاکھ روپے ان مجبوسوں کی رہائی کے عوض میں طلب کیے اور یہ رقم اس طرح سے پوری کی گئی کہ ایک لاکھ انسی ہزار روپے نواب سید فیض اللہ خان نے عطا کیے اور ایک لاکھ بیس ہزار روپے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم نے دیے اس طرح تین لاکھ روپے جمع ہو کر جان برسٹو صاحب کے پاس بھیجے گئے جنھوں نے آصف الدولہ سے قیدیوں کی رہائی کا حکم سید معزز خان قلعہ دار آباد کے نام حاصل کر کے بھیجا جس نے ایک مہینہ تک سامان کی تیاری کے بہانے سے قتل کیا۔ اور آخر کار ۲۹ شعبان ۱۱۹۹ھ ہجری کو جان برسٹو صاحب کے ہرکاروں اور اپنے آدمیوں کے ساتھ ان قیدیوں کا قافلہ لکھنؤ کو روانہ کیا یہ لوگ گڑ مانگی پور کے راستے سے ۲۹ شعبان ۱۱۹۹ھ ہجری کو لکھنؤ پہنچے۔ کچھ دنوں خواجہ یاقوت کے باغ میں خیموں میں رہے پھر کرائے کی جلیوں



سیر المتأخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ مختار الدولہ نادان نے باوجود اس قدر تواضع  
مفت کے اپنے حق میں کچھ بھی عہد و بیان ارباب کونسل کلمتہ سے نہ لیا اس وقت  
جو کچھ چاہتا فوراً ہو جاتا اور کسی کی مجال نہوتی کہ اُسکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا نہ کہ  
مارا جاتا۔ اگر اسیا نا مارا جاتا تو اُسکے انتقام میں قیامت برپا ہو جاتی بلکہ آصف الدولہ  
کی ریاست اُسکی اولاد کو مل جاتی۔ لیکن تقدیر یوں ہی تھی القصہ بنارس مع توابع  
کے ضمیمہ بنگالہ ہوا اور معاملات ملکی و مالی صوبہ اودھ۔ الہ آباد۔ پتھر گڑھ۔ کورہ۔  
اماوہ اور روہیل گنڈ میں بدون اطلاع جان برستو صاحب کے کچھ نہوتا تھا اور  
مختار الدولہ بغیر انکی صلاح کے دم نہیں مار سکتے تھے۔

## مہدی گھاٹ سے آصف الدولہ کا لکھنؤ کو

### جسے جانا

جب گرمی کا موسم آخر ہوا اور برسات کا زمانہ سر پ آیا تو نواب مہدی گھاٹ سے  
لکھنؤ کو چلے گئے اور وہاں حویلی قدیم واقع پچ محلہ میں قیام کیا۔ شہر فیض آباد کی  
محافظت کے لیے چند لٹینین اور بھاری توپخانہ اور ہر کسے رہتے تھے اس شہر میں  
جس قدر سامان و اسباب ثروت تھا آہستہ آہستہ اٹھا کر لکھنؤ میں بلالیا اور جب قدر  
کارخانے سرکاری تھے وہ بھی وہاں چلے گئے یہاں اب امارت و ریاست کی شان  
باقی نہ رہی لشکر کا بازار بھی لکھنؤ کو اٹھ گیا افسر دن اور سپاہیوں نے بھی اپنے اہل و  
عیال اور اسباب و مال کو وہیں بلالیا فیض آباد کی رونق جاتی رہی۔

کرج لگائے دولتر این گھس گیا جون ہی بیگم صاحبہ کی نظر اسکی کرج پر پڑی تو اسکو سخت گالیان دین۔

اُس دن ذاب مرزا علی خان کی معرفت روپے کی درخواست کی گئی بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ میرے پاس روپیہ ہے لیکن وہ شجاع الدولہ کا دیا ہوا ہے اس جواب کے سننے سے مختار الدولہ سانپ کی طرح بل کھانے لگے اور مرزا علی خان کے سامنے بیگم کو نے ادبانہ باتیں کہیں باوجود دیکھ یہ بیگم کے بڑے بھائی تھے ڈاڑھی منہ پر رکھتے تھے مردی و مردانگی کا دعویٰ تھا۔ لیکن اتنے نہ سہمائے کہ مختار الدولہ کو جواب دیتے اور انکو منع کرتے۔ شام ہو گئی تھی اٹھ کر خواجگاہ کو چلے گئے دوسرے دن پھر ڈیوڑھی پر پہنچے اور تقاضا شروع کیا اور بہت تنگ پکڑا اُس وقت بیگم کے محل میں میں خاجہ مل تھے جن میں دس بارہ جوان تھے اور بیس کے قریب کم عمر بیگم نے انکو حکم دیا کہ لاڑھال لے کر محل میں حاضر رہیں فیض بخش مؤلف فرح بخش اور اخوند احمد علی جواہر علی خان کے پاس اسکی حویلی میں بیٹھے تھے کہ خرم علی بچگانہ مجلس سے آیا اور جواہر علی خان کی ڈھال تلواری اٹھالی اور تمام سرگزشت ڈیوڑھی کی بیان کی اُس دن دون پر نہایت اندیشہ دو سوا س رہا ہولناک خبریں ڈیوڑھی سے پے درپے جواہر علی خان کے پاس پہنچتی تھیں اس دن بھی کوئی فیصلہ نہوا بیگم صاحبہ نے مرزا علی کو کہا کہ تمھاری وجہ سے ہمارا خواب و خور اور چین و آرام یک قلم موقوف ہو گیا ہے ان لوگوں کی طرف سے پیغام طرح طرح کے لاتے ہو اور خود جواب نہیں دیتے۔ جبکہ مردوں کا یہ حال ہے تو واسے عورتوں پر۔

القصد جان برستو صاحب بیچ میں پڑے اور اصلاح کے درپے ہوئے۔ انھوں نے



مین رہنے لگے نواب سید فیض اللہ خان کی استدعا کے بموجب آصف الدولہ نے غلیظ خان کی بی بی کو جو نواب موصوف کی حقیقی بہن تھیں اور فتح خان خانساناں کے عیال و اطفال اور عبدالجبار خان کے اہل و عیال کو رام پور بھیج دیا۔ وہاں تک کہ گڑھی میں لکھا ہے کہ دوسرے سال جان برہٹو صاحب نے بڑی تقریر دن کے بعد آصف الدولہ کو ایک لاکھ روپے سال کی پنشن ان لوگوں کے واسطے مقرر کرنے پر مجبور کیا شیو برٹاؤ کہتا ہے کہ ایک سال کی تنخواہ دینے کا حکم میر علی رضا فوجدار خیر آباد کے نام حاصل کر کے جان برہٹو صاحب نے اپنے تقسیم کر دی۔

## نواب آصف الدولہ کا اپنی والدہ کو و باکر

### روپیہ لینا

لکھنؤ میں پہونچنے کے بعد مختار الدولہ نے ارادہ کیا کہ فیض آباد جا کر گیات کے اقبال وستان کو صد مہ پہونچائیں عالم مستی و نشہ شراب میں نواب سے عرض کیا کہ شجاع الدولہ اور صفدر جنگ کا تمام اندوختہ بیگم صاحبہ کے پاس ہے وہ تمام خواجہ سرا اور لائینگے اور اپنے جاہ و جلال میں صرف کرینگے اگر حکم ہو تو جس طرح ممکن ہو ان سے وصول کر لاؤں نواب کی عقل گم تھی بے اندیشہ حکم دیا کہ جا کر سامان اور خزانہ وصول کر لاؤ ویا نہ راہوے میں است مختار الدولہ نے بسنت خواجہ سرا صاحبہ کیپو کو لائنگوں کی چند کمپنیوں کے ساتھ اور جان برہٹو اور نواب سالار جنگ کو ہمراہ لیکر فیض آباد کا عزم کیا اور وہاں پہونچ کر شوکت و شوکت کے ساتھ حکم کی ڈیوڑھی پر بیٹھ گئے اور نذر جلاؤ کر دن کا معمول تھانہ بھیجی بسنت علی خان کہ ایک غلام سے زیادہ نہ تھا کمر میں

اور باقی ۳۶ لاکھ روپوں کے عوض سلمان ذیل دیا۔

استی با تھیون مین سے نشتر ہاتھی جن مین سے ہر ایک کی قیمت دو دو تین ہزار روپے مقرر کی تھی سواری کے نو سو بھون مین سے آٹھ سو ساٹھ رتھ جن کے سیل ناگوری تھے۔ نشتر ہزار روپے کے حقے جنگی نیچے پیدا رتھے۔ گھوڑے کا ایک طلائی زین، اہزار روپے کا حقے کے چالیس چنبر جنگی زنجیر دن مین قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے اور نہایت نفیس تھے کہ دیکھنے والوں کی عقل اُن کو دیکھ کر دنگ ہوتی تھی۔ موتیوں کے ہار جواہرات۔ بانات اور کاشانی محل کے تھان اور ٹھلی و باناتی خمیہ ان تمام چیزوں کو ایک جگہ جمع کر کے قیمت کو تی لگئی اور آٹھ دن مین تمام کام ختم ہو گیا۔

یہ تفصیل فیض بخش نے اپنی کتاب فرح بخش مین لکھی ہے۔ مولوی ذکا الدین تاریخ ہندوستان مین یون لکھتے ہیں کہ شجاع الدولہ کو مرے ہوئے بہت دن مین گذرے تھے کہ نواب آصف الدولہ نے اپنی ماں کو بہت تنگ کر کے ۲۶ لاکھ روپیہ لے کر اُڑا دیا اور تیس لاکھ روپے اور مانگنے لگے بلکہ اُنھوں نے یہاں تک ارادہ کیا کہ جعلی انکی ماں اور دادی کے پاس ہے وہ بھی چھین لین شہداء مین بیگم نے گورنر جنرل کے یہاں نالش کی کہ اُن کا ۲۶ لاکھ روپیہ تو نواب نے اس بہانے سے چھین لیا ہے کہ سرکار کپنی کار روپیہ دینا نہایت ضروری ہے اب دوبارہ تیس لاکھ روپیہ اور مانگتے ہیں کہ سرکار کپنی کو عہد و پیمان کے موافق دینا ناگزیر ہے اگر وہ نہ ادا کیا جائیگا تو مین تباہ ہو جاؤں گا۔ بیگم نے لکھا کہ مین اپنے بیٹے کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوں اس پر انگریزوں نے بیچ مین پڑ کر ۱۹ شعبان ۱۱۹۹ ہجری مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۷۸۵ء کو ایک عہد موثق بیگم کے ساتھ کیا کہ بالفعل بیگم تیس لاکھ روپیہ



بیگم صاحبہ کو کہلایا کہ آپ اب اس قدر روپیہ دیدیں کہ آگے کو مطالعہ باقی رہے  
 ورنہ پھر جھگڑا باقی رہے گا نواب آپ سے تقاضا کیا کریں گے اور آپ کی عافیت زندگی  
 تنگ رہے گی اور آرام مفقود ہوگا اور اس وقت میں اس کام میں مہبطہ بنائوں  
 اس لیے پختہ وعدہ لے لوں گا اور دین و ایمان کی قسم کے ساتھ عہد و پیمان کروں گا کہ اگر  
 ایک تحریر ان سے حاصل کر کے آپ کے حوالے کر دوں گا پھر عمر بھر کوئی آپ سے  
 معترض نہ ہوگا۔ نواب مرزا علی خان کہ بیگم کے حقیقی بھائی اور جہان دیدہ آدمی تھے  
 بیگم کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آصف الدولہ آپ کے بیٹے ہیں اور آپ کی تجویز  
 سے مالک و مسند نشین ہوئے ہیں نہایت بے مروت اور اصلی طوطا چشم ہیں اس  
 کے علاوہ آج کل شراب کے نشے میں ہر وقت ڈوبے رہتے ہیں جو لوگ ان کی مصاحبت  
 میں رہتے ہیں ان کے دماغ میں بوسے آدمیت نہیں پہنچی ہے اور مختار الدولہ جو ان  
 کے نائب ہیں وہ فرعون سے کم نہیں صلاح وقت یہ ہے کہ بھڑوسی سی نقدی  
 باقی وہ سامان جو احتیاج سے زائد ہے اور آج کل کسی کام میں نہیں آتا رزیدنٹ  
 کی معرفت انکو دیدیجیے۔ رزیدنٹ ممنون ہونگے اور یہ خبر کلکتے اور لندن تک  
 پہنچے گی اور عہد نامہ محکم رزیدنٹ کا مہری آپ کے ہاتھ میں آجائے گا اور اس سے وزمرہ  
 کی کش کش سے جو ایک سال سے چلی آتی ہے اور آپ کا چین و آرام جاتا رہا ہے نجات  
 حاصل ہوگی بعد اسکے ایسے بیٹے سے درگزر کیجیے اور اس سے کسی بہبود کی توقع نہ کیجیے  
 اور گوشہ عافیت میں زندگی کے دن گزارے ایک ہفتے تک قیل و قال اور کش کش نہ کر  
 بیگم نے اپنے بھائی اور رزیدنٹ کی صلاح کو مان لیا اور ساٹھ لاکھ روپے پر اس طرح  
 انفصال ہوا کہ پہلے بد فعات ۱۶ لاکھ روپے دیے تھے۔ آٹھ لاکھ روپے نقد اب دیے



دوازدہ امام اور چار دہ منصوبہ اور سرداران انگریزی کو گواہ دیتا ہوں سرداران انگریزی اس قول نامے میں شریک میرے ہیں دوسرے یہ کہ میں زرقہ رضہ اپنی مان سے طلب نہ کروں گا میرا کچھ دعوے اب اُنپر نہیں ہے اور میں ہرگز اس عہد نامے سے انحراف نہ کروں گا۔ اگر میں احیاءاً خلاف ورزی اس عہد نامے کی کروں تو یہ تصور کرنا چاہیے کہ میں سرداران انگریزی کمپنی سے منحرف ہو گیا۔ سرکار انگریزی طرفین کی ضمانت ہوئی۔

اسکے بعد بیگم صاحبہ کو بیٹے سے ایسی نفرت پیدا ہوئی کہ اُن کا نام زبان پر نہیں لاتی یقین اگر کوئی دوسرا بیٹے کا مان کے سامنے ذکر کر بیٹھتا تو اُسکو منع کر دیتیں اور اگر کسی ضرورت سے خط لکھنے کا اتفاق ہوتا تو لفافے پر پر خوردار نوچشم کی جگہ صرف آصف الدولہ لکھتیں سات برس تک یہی وتیرہ رہا اگر سال بھر کے بعد نواب شکار کی تقریب سے کبھی دار السلطنت سے روانہ ہوتے اور فیض آباد کی طرف اُن کا گذر ہوتا تو ایک یا دو رات مقام کرتے اور مان کے سلام کو مجلس میں جاتے تو چند ساعت رو برو بیٹھ کر اُٹھ کھڑے ہوتے مان بیٹے دونوں کو انقباض رہتا کوئی بات پیار و انبساط کی ظہور نہیں نہ آتی۔ بیگم صاحبہ کا میلان خاطر بیٹے کی ضد سے بی لطف کی طرف ہو گیا اور آصف الدولہ کے بیچ سے اُسکے بیٹے کو عروج دیا اور چونکہ یہ منظور تھا کہ بیٹے کو ترک نہ ہو سچے بے دریغ لاکھوں روپے کا مال بجا صرف کر تین۔

بھاؤ لال وغیرہ کی مذلت اور بعض پلٹون کی برطرفی

مختار الدولہ چند ماہ تک فیض آباد میں رہے اور بیگمات سے نقد روپیہ و مال



اُن کو ویرین اور نواب نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اپنی والدہ سے تیس لاکھ روپیہ  
بابت قرضہ حال اور چھبیس لاکھ روپیہ بابت قرضہ سابق کے کچھ نقد اور کچھ سبب  
اور جواہرات اور ہاتھی اور اونٹ وغیرہ ورثہ پر دی لیا اور اب کچھ دعوے  
میرا اُن پر باقی نہیں رہا یہ سب مین نے افسران انگریزی کے ذریعہ سے لیا اور اب  
مطالبہ زیادہ اس سے ترک کیا اور مین یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی والدہ سے  
مزا حمت بہ نسبت جاگیر اور گنجیات اور بارہ درسی اور باغات اور ٹکسال اور فضیلت  
کے جو اُن کو نواب مرحوم نے دیا نہ کروں گا اور اُن کے حیات اُن کو قابضان  
سب پر رہنے دوں گا اور جب تک میری والدہ زندہ رہینگے اُس وقت تک  
مین اُن کو ان سب کی نسبت دق نہ کروں گا وہ اپنی جاگیر مین اپنے ملازمین کی  
معرفت تحصیل زر کریں مین انکو نہ روکو نہ لگا اگر میری والدہ حج کرنے جائیں تو انکو اختیار  
ہے جسے چاہیں اپنی جاگیر وغیرہ مین بطور مہتمم چھوڑ جائیں یہ کلیۃً اُن کے اختیار  
مین ہے۔ مین اس میں مزاحم نہ ہو گا خواہ وہ یہاں مین یا حج کو جائیں سب جاگیر  
وغیرہ اُن کے قبضے میں متصور ہوگی اور کوئی شخص اُس سے مزاحم نہ ہو گا جس کسی کو  
میری والدہ مہتمم جاگیر وغیرہ قرار دینگے اُس کی مین مرد اور حفاظت کروں گا اور  
جب وہ حج کو جائیں تو اُن کو اختیار ہے جس ملازم مرد و عورت کو چاہیں اور  
جو اسباب چاہیں اپنے ہمراہ لے جائیں مین مزاحم اُس کا نہ ہو گا اور مین کچھ وقت کسی مہتمم  
کا مطالبہ کر کے جواہر علی خان اور بہار علی خان اور نشاط علی خان اور شکوہ علی خان  
اور تحویدار نیون کو ندوں گا میری والدہ کو اختیار ہے اپنی جاگیر وغیرہ مین جو چاہیں  
کریں وہ مالک مین ان شرائط کے لحاظ رکھنے کے باب میں خدا اور اُس کے رسول اور

داراوت کے مذکبی ایسے مختارالدولہ کی طرف رجوع کی اور قول و قسم کر کے اپنی طرف سے مطمئن کر لیا اور پھر اپنے منصب پر مرتبہ پر قرار ہو گیا بلکہ بسبب موافقت ظاہری مختارالدولہ کے ہر روز اس کا کام ترقی پر تھا۔

مختارالدولہ کے ساتھ مہدی گھاٹ پر فوج نے جو سختی کی تھی اُن کا دل اس فرقے سے بے حد مکر رہا۔ اُنھوں نے دیکھا کہ بسنت علی خان کے پاس زبردست کمپو ہے اُسکو براہِ دکر دینے کی فکر کی اور جھاؤ لال کی سپاہ کو بھی اور کم کرنا چاہا غرض اُن کی یہ تھی کہ سپاہ انکی یاری پر نہ ہے گی تو ہمیشہ میرے دست نگر رہینگے۔ اس کام کے پورا کرنے کو اُنھوں نے چکلا آباد کے بندوبست کے لیے روانگی کی خبر مشہور کی اور اولاً خرمہ شعبان ۱۱۹۸ ہجری کو بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ نواب کو لے کر کوچ کیا اور مہدی گھاٹ کے مقام پر کشتیوں کا پل بندھوا کر جھاؤ لال کی چند لٹنیں اور چند پٹنیں بسنت علی خان کے کمپون کی اور کچھ فوج اُس پل کے ذریعہ سے دریا پار کرادی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ پل توڑ کر کشتیاں ہٹالی جائیں اور دریائے کنارے تو پین لگوا دیں اور اگر بری فی فوج کا ایک کمپو جو بلگرام میں مقیم تھا اُسے بلا کر حکم دیا کہ ان سپاہیوں کو یہاں سے بھگا دو اب مختارالدولہ نے انکو ہر طرفی کا حکم بھیجا۔ جب اُنھوں نے یہ فریب پایا تو لڑنے مرنے کو آمادہ ہو گئے بڑا فتنہ پیدا ہوا قریب تھا کہ تمام لشکر لٹ جائے کہ جان برسنو صاحب ہاتھی پر سوار ہو کر تھوٹے سے نوکر ساتھ لیکر دریا کو عبور کر کے اُن سپاہیوں کے پاس پہنچے اور کہا کہ جبکہ نواب نے تمکو موفوف کر دیا تو تمکو لڑنے کا کیا حق ہے اُنھوں نے تنخواہ کا عذر کیا رزیدنٹ نے اُسی وقت اپنے کار پر دازون کو حکم دیا کہ ہمارے خزانے سے چند ہزار روپیہ گاڑی مین بھرائیں



و اسباب لے کر اور وزیر الممالک کے کار قانون کو سمیٹ کر لکھنو کو آئے ان کی غیر حاضری کے زمانے میں جھاؤ لال اور راجہ صورت سنگھ اور راجہ پتر چند خزاہی نے باہم فتنہ اور میل کر کے خیر خواہی کے قالب میں نواب مختار الدولہ کی ناشائستہ حرکات کو وزیر الممالک کے ذہن نشین کیا مختار الدولہ ان اخبار خیر اندیشی کو سنکر وزیر کی طرف سے مل میں بے حد خائف تھے جب لکھنو کے قریب پہنچے تو تحقیق حال کے یہ بیڑن شہر مقام کرایا وزیر الممالک فرط اشتیاق سے خود مختار الدولہ کے لشکر میں پہنچے اور ان لوگوں کی غمازی کا حال ان سے مشرودہ بیان کر دیا مختار الدولہ اپنے طالع کی یادوری پر خوش و خرم ہوئے اور نواب کے ہمراہ شہر میں داخل ہوئے اور راجہ جھاؤ لال کی متعلقہ فوج میں سے چار ہٹنٹین بھٹیون کی اور چند ہٹنٹین تلنگون کی جو اپنی چڑھتی ہوئی تنخواہ مانگتی تھیں اسی دن موقوف کر دیں۔ راجہ جھاؤ لال وزیر الممالک کی مصاحبت کے گھمنڈ پر نیزگی زمانہ سے غافل تھے مختار الدولہ کے حق میں تحقیر و اہانت کی باتیں کرنے لگے جنہل خورون نے یہ باتیں مختار الدولہ کے کانوں تک پہنچائیں۔ انھوں نے دربار میں جانا موقوف کیا۔ نواب وزیر ان کے شیفٹہ سے تھے بے کلفانہ ان کے مکان پر پہنچے اور بہت دلداری کی۔ مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ وزیر الممالک میرے دام میں گرفتار ہیں اور زمانہ رام ہے تو عرض کیا کہ اگر فدوی کی حرمت منظور ہے تو میرے مخالفون کو اپنے حضور میں حاضر ہونے سے محروم کر دیا جائے نواب نے انکی یہ عرض قبول کی اور اپنی خواصی میں ہاتھی پر بٹھا کر دو تلخانے میں لائے مختار الدولہ نے اپنے معاندون کو نہایت زبردتہ دید کے ساتھ سامنے بلا کر ان کے تمام کام اور منصب و مراتب چھین کر معزول و مودود کر دیا راجہ جھاؤ لال نے اپنی ربانی بجز اطاعت

## شیدی شیر کی سپاہ کا بلوا کرنا۔ اور اُس کا بھاگ کر ذوالفقار الدولہ نجف خان کے پاس چلا جانا

محمد شیر شجاع الدولہ کا غلام زر خرید تھا اور نواب ممدوح کی خدمت میں نہایت  
تقرب رکھتا تھا شجاع الدولہ نے اُس کو نجیب آباد کے انتظام پر مقرر کر دیا تھا جس کا تعلق  
نواب سعادت علی خان نانپہر بریلی سے تھا اُس نے جو دیکھا کہ مختار الدولہ انگریزوں سے  
میل گیا ہے اور چاہتا ہے کہ وزیر الممالک کی سرکار کو بگاڑ کر اپنا کام بنائے تو اُس نے  
دولت خواہی کی راہ سے نواب کو اس راز سے آگاہ کیا اور ایک عرضداشت بھیجی جس  
کا خلاصہ یہ ہے کہ مختار الدولہ کی حرکات ناشائستہ کا انجام سلطنت کے حق میں بہتر نہ ہوگا  
ارکان دولت جن سے سلطنت کو مضبوطی یعنی بعض کو امنین سے بے جرم نکال دیا بعض کو قید  
کر دیا بعض کو نان شبینہ کا محتاج بنا دیا۔ اور نئے آدمی اپنی مرضی کے موافق نوکر رکھ کر  
سب کام اُنکے ہاتھوں میں دیدیے ہوں۔ یہ لوگ رات دن مختار الدولہ کی سرسبزی اور  
سلطنت کے ہواخواہوں کی مذلت و غواہی کی فکر میں مصروف رہتے ہیں خدا نخواستہ  
عنقریب کوئی ایسی خرابی پیدا کر دینگے جس کا تدارک مشکل ہوگا ابھی عنان اختیار  
مندگان عالی کے ہاتھ میں ہے اگر یاد رکھی اقبال اور تعلیم سروس دانتش سے حضور والا سپاہ  
کی خبر گیری کی مشقت اور دوست و دشمن کے پہچان لینے کی تکالیف گوارا کریں اور اُنکے  
کار پر دازوں کو جنھوں نے ابھی در دولت کو نہیں چھوڑا ہے اپنے پاس بلایا کر حقیقت حال  
استفسار فرمائیں تو امید ہے کہ حریف جواب دہی کے خوف سے سلطنت کی اندرونی بدخواہی  
کا خیال چھوڑ کر خیر خواہی کے راستے پر آجائیں۔ نواب وزیر مختار الدولہ کی محنت میں محو



اور انکی سوردن کی چڑھی ہوئی تخواہ بیباق کر اس کے بندوقین لے لین اور لشکر سے نکال دیا جب ان کپوڑن کے دوسرے آدمیوں نے یہ کیفیت دیکھی تو دوسرے دن صبح کے وقت کوچ کا تقارو بجا کر سب نے مرتب ہو کر توپن اور بندوقین لے کر امیرالامرا مرزا نجف خان کے لشکر کی طرف کوچ کیا۔

آصف الدولہ گنگا کو عبور کر کے فرخ آباد کے نواح میں پہونچے اور دہان کئی مقام کیے اور ریاست میں سے کئی توپن اور دو تین ہاتھی اور کچھ گھوڑے پسند کر کے لے لیے کہتے ہیں کہ پانچ لاکھ روپے خرچ کے ریاست فرخ آباد سے مقرر ہوئے ایک روڈ ایسے بڑے بڑے اگلے پڑے کہ ایک ایک اولہ پانچ پانچ سیر کا تھا اسکے صدے سے بہت سے آدمی اور جانور ہلاک ہوئے پھر یہاں سے اٹاؤے کی طرف کوچ کیا۔

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اٹاؤے پہونچ کر یہاں قیام کیا یہ مقام صوبہ اودھ اور انتر بید کی حدود میں واقع ہے جہاں سے اپنے بھائی سعادت علی کو جو روہیلکھنڈ کی حکومت پر متعین تھے اور شیدی بشر کو طلب کیا۔

تاریخ تیوریہ سے اٹاؤے جلنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رانا جت سنگھ نے ان کو ہمت بہادر کے ہتھیار کے لیے مختار الدولہ سے عرض کر کے بلایا تھا جس کا حال آگے آتا ہے۔

فائدہ انتر بید اس ملک کا نام ہے جو گنگا اور جمنا کے درمیان میں ہے یہ دونوں دریا کوہ کمایون سے ٹکرا کر آباد کے پاس مل گئے ہیں تو انتر بید کا مبدو امن کوہ کمایون ہے اور منٹے نواح الہ آباد۔

لے دیکھو گیان پرکاش ۱۱

میر بہادر علی نے دشمنوں سے مقابلہ شروع کیا سدرہ ہو کر آخر دم تک مردانگی کے ساتھ  
 رافعت کرتا رہا کہ آدھ گھڑی تک کسی کی جرأت نہ تھی کہ بشیر کے خیمے میں داخل ہو کر  
 حقیقت حال سے مطلع ہوا اس عرصے میں شیدی بشیر گنگا سے پار ہو کر آصف الدولہ  
 کی حد سے سلامت نکل گیا۔ یہاں جب میر بہادر علی مارا گیا تو بلوایوں نے بشیر کے  
 خیمے میں گھس کر اس کو ڈھونڈا اور نہ پایا مختار الدولہ نے جب بشیر کے محل جانے  
 کا حال سنا تو بہت افسوس کیا اور اس غفلت کے جرم میں سپاہ کو ہر طرف کر دیا  
 فرخ بخش مولفہ شیو پر مشاد اور سیر المتاخرین میں شیدی کی بربادی خود آصف الدولہ  
 کے اشارے سے بتائی ہے بشیر اکبر آباد میں ایچ خان کے پاس چلا گیا نجف خان نے  
 اس کے آنے کو بھی نعمت غیر مترقبہ تصور کیا اور تھوڑے دنوں کے بعد اپنے لشکر میں  
 جوڈیک کو محاصرہ کیے ہوئے تھا طلب کر کے معافقہ اور مصافحہ کیا اور بہت مہربانی  
 فرمائی اور محالات لاہور اور رہتنگ دہانسی و حصار وغیرہ اس کے سپرد کر کے کہا کہ  
 وہاں کی آمدنی سے اپنے رسالے کی تنخواہ ادا کرے اور اپنے مصارف چلائے اور  
 سپاہ جمع کرے۔ بشیر نے وہاں پہونچ کر مخالفوں اور سرکشوں کو مغلوب کیا اور  
 موسے خان بلوچ کو موافق کر کے لاہور علاقہ رہتنگ میں مقام کیا ملا محمد خان وہیلیہ  
 نے مجدد الدولہ کے ایہاتے ۲۰ کوس کی مسافت کا دھاوا کر کے بشیر کے لشکر پر خون  
 مارا۔ بشیر اور موسے خان دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ سے فرخ آباد  
 کو بھاگ گئے یہ مقام بلوچ مذکور تھا اور غیر ہے اس فرخ آباد سے جو نابالغ  
 کی حکومت میں تھا۔ ملا محمد خان نے گھوڑوں ہتھیوں خیموں بالکون اور دوسرے  
 تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ تھوڑے دنوں بشیر موسے خان بلوچ کے علاقے میں رہ کر



ہو رہے تھے انھوں نے نثار الدولہ کو اس راز سے آگاہ کر دیا مختار الدولہ نے مصلحتاً  
 اس بات کو تغافل میں ڈال دیا اور جب بشیر کے افسردہ کو اپنا طر فدار کر لیا تو چند روز  
 کے بعد مخفی اشارہ کیا کہ بشیر کو قید کر لین اتفاقاً اُس نے بھی اس منصوبہ کی خبر پائی پچارہ  
 مع رفقا کے متحر ہوا ایک دن اُس کے آدمی اسکی اذیت دگر فزاری کے لیے تیار ہوئے اور  
 طلب تنخواہ کے حیلے سے ہجوم کر کے اُسکے یہاں آ پہنچے اور ارادہ کیا کہ اُسکے زمانے میں  
 اُسکو گرفتار کر کے بے حرمت کرین میر بہادر علی کہ سادات بارہہ سے ایک شریف آدمی تھا  
 اور حبشی مذکور کا پڑا نارفیق تھا اور مرہون احسان تھا اور شجاع الدولہ کی طرف سے  
 اُسکی نیابت کا کام انجام دیتا تھا اُس نے اہل فرج کو اس ارادے سے روکا اور کہا کہ محل  
 کے اندر نہ گھسنے چاہیئے لشکریوں نے اُس سید کو قتل کر ڈالا اور بشیر کو کچے کر پڑے میں  
 بٹھا دیا اور کوئی دقیقہ اُسکی بے حرمتی میں باقی نہ چھوڑا بشیر دوشبانا روز پنجابیوں کے  
 طویلے میں سیسوں کے ڈمرے میں چھپا پڑا رہا آخر کار اُس نے پہرے کے آدمیوں کو رشوت دیکر  
 اپنا مال و اسباب جو قارون کے خزانے سے کم نہ تھا لے کر کشتیوں کے ذریعہ سے دریائے گنگا  
 کو عبور کیا شیو پرشاد کی فرج بخش مین یوں ہی مذکور ہے اور سیر المتاخرین کے مؤلف نے  
 کہا ہے کہ میر بہادر علی نے شیدی سے دشمنوں کے ہنگامے سے پشت پزیر کیا کہ بندہ ان لوگوں  
 کو باتون میں لگاتا ہے آپ جس طوعے ممکن سمجھیں اپنی راہ لیں اور چند اشخاص معتبر  
 کو کہا کہ دریائے یہاں سے قریب ہے آپ لوگ شیدی کے ہمراہ ہو کر اُس کو دریا پار کر کے  
 بنجف خان کے ٹک میں پہنچا دیں یہ لکھنؤ بشیر کو گھوڑے پر سوار کیا اور چند معتبر آدمی  
 ہمراہ کیے اور کہا کہ آپ جتنے الامکان یہاں سے فرار ہو جیے اس عرصے میں لوگ بشیر کے  
 خیمے پر آپہنچے حفرہ شور و شر پیدا ہو گیا حبشی مذکور نے اس معرکے میں اپنی راہ لی اور



محبوب علی خان کو بھی معلوم ہو گیا اُس نے یہ ارادہ کر لیا کہ جب آصف الدولہ ظاہر ہو  
 کوئی بات اُس کے خلاف کریں تو وہ بھی نکل کر امی کا دلغ لگا کر بھف خان سے جائے اتفاقاً  
 اس عرصے میں راجہ کمال سنگھ باندھ والا اور کھمان سنگھ مرکھری والا مین مناقشہ  
 پیدا ہو گیا! انہیں سے ایک نے اپنی مدد کے لیے محبوب علی خان کو مع تمام سپاہ کے  
 بلایا اور یہ وعدہ کیا کہ جب لشکر جہنا کے کنارے پہنچے گا تو ایک لاکھ روپے  
 دیے جائیں گے اور ایک لاکھ روپے اُس وقت پہنچیں گے جب لشکر جہنا کو عبور کر لیا اور  
 اور تین لاکھ روپے فتح کے بعد پیش کیے جائیں گے محبوب علی خان نے یہ سمجھا کہ جب  
 میں اُس ملک میں پہنچوں گا تو میری سطوت سے وہ ملک بے مشقت وزیر الممالک  
 کے ملک کا ضمیمہ ہو جائے گا اور یہ روپیہ مزید ہو گا اس کو حاصل کر کے سپاہ  
 کی تنخواہ چکاؤن گا جو کہ اس سے پہلے اُس کو مختار الدولہ سے ملک بند لکھنڈ  
 کی تسخیر کی اجازت حاصل ہو چکی تھی اور نواب وزیر نے بھی بندلیوں کے نکلنے  
 کا حکم دیدیا تھا اس وجہ سے اب باد غفلت اور خیال نخوت نے اُسے دوبارہ  
 حاکم وقت سے استعراج کرنے کی اجازت نہ دی اور بغیر پچھے جہنا کے کنارے تاک  
 یلغار کنان جا پونچا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ اس فرج کے اپنے ملکوں میں آنے سے  
 دونوں راجے ڈرے اس لیے لاکھ روپے دینے میں دریغ کیا۔ محبوب علی خان کی سپاہ  
 کو کئی ماہ سے تنخواہ نہ ملی تھی روپے کی وصولی کی امید سے وہ یہاں تک آئی تھی  
 جب یہ حال سپاہ نے دیکھا تو اپنی چڑھی ہوئی تنخواہ مانگی اور افسردہ کی فرمانبرداری  
 سے انحراف کر کے سرکشی کرنے لگی۔ محبوب علی خان نے خیال کیا کہ کام ہاتھ سے  
 نکلا جاتا ہے اور اپنی سپاہ کے ہاتھ سے آپ برباد ہوا جاتا ہوں اُس نے فرج سے



پھر ذوالفقار الدولہ کے پاس چلا گیا اُس نے بدستور مہربانی کی اور وہی علاقہ  
سوچنے لگا بشیر نے قبول نہ کیا۔

گورسہاے نے تاریخ اودھ میں لکھا ہے کہ بشیر کے چلے جانے کے بعد مختار الدولہ  
نے نواب کی دیوانی کا خلعت مع خطاب راجگی کے جگناتھ داماد راجہ صورت سنگھ  
دیوان نواب شجاع الدولہ کے لیے تجویز کیا اور راجہ صورت سنگھ کو مہاراجہ کا  
خطاب دیکر بشیر کے علاقے پر روانہ کیا۔

### محبوب علی خان خواجہ سرکار کا مقہور ہونا

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ شجاع الدولہ کے سردار ایسی ایسی حرکات دیکھ کر  
اپنی اپنی فکر میں مصروف تھے چونکہ اب ہندوستان میں نوکری تو رہی نہ حتی  
اور نہ کوئی ایسا رئیس مقتدر رہا تھا لہذا بہر حال اوقات بھری کرتے تھے بنگلہ ان  
کے محبوب علی خان خواجہ سرکار جو شجاع الدولہ کی طرف سے کوڑے اور اٹانے کا حکم  
تھا اور کسی قدر صاحب جرات و غیرت بھی تھا صاحبزادے کے اطوار سے نہایت  
ستحیر تھا کہ کیا کرنا چاہیے لیکن فرج اور عمدہ اسباب جنگ اُس کے ساتھ تھا اُس  
کے پیادوں کی رجٹ کا نام برق انداز تھا جس میں چھ سات ہزار پنجب بندوچی  
تھے انکے علاوہ سوار بھی تھے کہ کل دس ہزار جرار آدمیوں کی جمعیت اپنے ہر قاب  
رکتھا تھا اور کوڑے و اٹانے کے اطراف میں حسب الحکم شجاع الدولہ نہایت  
کروفر کے ساتھ بسر کرتا تھا آصف الدولہ کو اس کا بھی اہتصال مد نظر ہوا اور  
یہ خیال ہوا کہ مکمل نہ جانے پائے چند لوگوں کے ساتھ حاضر حضور رہے یہ حال



بادہ غفلت وادبار میں مدہوش تھے ان حریفوں کے قریب پہنچ جانے سے  
کچھ اندیشہ نہ کیا مسافر سمجھ کر چپ بسے یہاں تک کہ جس باغ میں محبوب علی خان کی  
فوج مقیم تھی انگریزی فوج وہاں آکر جم گئی اور اب پیام دیا کہ تم لوگ اپنے مالک سے  
اخراج کر کے آئے ہو اسلئے نواب وزیر نے حکم دیا ہے کہ اگر تم کو اپنی نجات و دستگیری  
منظور ہے تو اپنی توپیں اور بندوقین دید وادرجہ دھڑا چلے جاؤ تمہاری جان  
وال سے کسی کو تعرض نہیں اتفاق تو دیکھیے کہ تمام عمدہ سردار اور ذمہ دار فہرستوں میں  
کے ساتھ تھے اس موقع پر کوئی ایسا افسر نہ تھا کہ سپاہ اُسکے زیر حکم ہوتی یہ لوگ بالکل  
بے خبر تھے کوئی قضاے حاجت کو گویا تھا کوئی کہیں کسی کام میں مصروف تھا کوئی  
سوتا تھا کوئی جاگتا تھا اگر ان لوگوں نے بھاگنے کو عار سمجھا اُسی وقت سنبھل کر  
بندوقین ہاتھوں میں لے کر صفیں قائم کر لیں اور لڑنے کو تیار ہوئے انگریزی توپوں  
کی پہلی بارش نے صد ہا بہادروں کو بچھا دیا بقیۃ السیف نے بندوقین کی بارش مار کر  
وہ توتلے ڈال دیں اور تلواریں لے لے کر مردانہ حملہ کیا اور اس بے جگری کے ساتھ  
انگریزی لشکر پر ٹوٹے کہ اُسکی دھجیاں اڑا دیں انکی بندوقین کے فیر سے چند انگریز  
ماتے گئے اکثر سپاہی زخمی ہوئے اور کچھ سپاہی ہلاک ہوئے تھے اب انکی تلواروں  
کی روشنی سے انگریزی سپاہیوں کی آنکھوں میں تاریکی چھا گئی اور ایسا دلیرانہ معرکہ  
ہوا کہ اُس فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور نہایت اضطراب کی حالت میں سپاہیوں نے  
لگی محبوب علی خان کے سپاہی کسی کے زیر حکم تو تھے نہیں اپنی شجاعت ذاتی سے  
انھوں نے لڑنا شروع کیا تھا کہ اس عرصے میں بعض ناخدا ترسون نے یہ خبر مشہور  
کر دی کہ محبوب علی خان اپنی فوج کے تقاضے سے دُور کر چلا گیا اور فوج کی بڑی



یہ کہا کہ تم اطمینان سے یہاں مقیم ہو میں تمہارے کمیدانوں کو ساتھ لیکر واپس دار الحکومت کو جانا ہوں۔ چکلہ کوڑہ کے مہاجنوں سے روپیہ قرض لیکر تمہارے پاس لاتا ہوں۔ تنخواہ تمہاری چکا کر اور تم کو راضی و خوش کر کے بند بلیکسٹڈ پر حملہ کروں گا اور اس ملک کو فتح کر کے وزیر الممالک کے ملک میں شامل کر دوں گا۔

لکھنؤ میں جھگڑوں نے وقت پا کر نواب آصف الدولہ سے ایسا عرض کیا کہ محبوب علی خان اس فکر میں ہے کہ تمام سپاہ آراستہ اور توپخانہ شامستہ لے کر اس طرح فریب کر کے جھٹ کو اتر کر نجف خان ذوالفقار الدولہ کے پاس چلا جائے نواب یہ حال سن کر بہت ناراض ہوئے اور بغیر تحقیق و تامل کے مخفی مسٹر جان برسٹو سے اس کے اسیتصال کے باب میں مشورہ کیا رزیدنٹ نے گزارش کیا کہ اگر محبوب علی خان کو یہ حال معلوم ہو گیا تو اسپر غالب آنا دشوار ہے اس لیے یہ بہتر ہے کہ انگریزی بلٹون کو باندھے دے اور راجہ کو مدد دینے کے بہانے سے یہاں سے روانہ کیا جائے اور غفلت کی حالت میں اس فوج بے سردار پر پوریش کر کے اس کا توپخانہ چھین لیں اگر بخوبی انتہر قابو حاصل ہو جائے تو بند و قین بھی ڈلوالین اور ان کو پریشان کر دینا قصہ کریئل بالکر و بلٹین اور چند توپیں لے کر کڑی منتر لیں کر کے اس طرف پہنچ گیا۔ قبل سے یہ بات مشہور کر دی تھی کہ یہ انگریزی سپاہ باندھے والے راجہ کی امداد کو جارہی ہے اس لیے محبوب علی خان کے لشکر کی غفلت میں رہے کریئل اپنی تمام فوج کے ساتھ محبوب علی خان کے لشکر سے چند کوس کے فاصلے پر جا پہنچا اور وہاں مقام کر دیا اور اپنے مخبر بھیج کر ان کا تمام حال معلوم کر لیا جب آدھی رات باقی رہی تو فوج کو لڑائی کے لیے تیار کر کے اور توپیں آگے کر کے اس جماعت کی طرف کوچ کیا وہ

اسکی گزراوقات کے لیے مقرر کردی وہ اسکی آمدنی سے مصارف چلاتا تھا جب امیر الدولہ  
حیدر بیگ خان کا دور ہوا اور انھوں نے انگریزوں کا قرضہ چکانے کے بہانے سے  
نواب کی مان اور دوسرے سرداروں کی جاگیرین ضبط کیں تو محبوب علی خان کی جاگیر  
بھی ضبطی میں آگئی وہ غیور آدمی تھا لکھنؤ میں رہنا مناسب نہ سمجھا نواب امان مقدس  
کی زیارت کی اجازت حاصل کر کے روانہ ہوا وہی پہونچا یہاں مرزا نجف خان تھے  
انھوں نے سید محمد خان اور کاظم خان رسالہ واروں کو استقبال کے لیے بھیجا  
اور کمال اعزاز کے ساتھ ملاقات کی اور کمند محبت میں گرفتار کر کے بالفعل اس عزت  
سے باز رکھا۔

### لطافت علی خان کی سرگزشت

لطافت علی خان خواجہ سراج ایک برگیدہ کا الگ تھا وہ اس حال کو دیکھ کر  
باہر نکل جانے کی راہ ڈھونڈنے لگا چونکہ ہمیشہ سے یہ مقرر تھا کہ کچھ فوج شجاع الدولہ  
کی سرکارت بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہتی تھی اور ایک شخص سوال و جواب کے لیے  
بادشاہ کے پاس رہا کرتا تھا اسے اسکو غنیمت جانا اور کار سازی کر کے بادشاہ کے پاس  
مع باج پٹنوں کے چلا گیا۔ اور مرزا نجف خان وغیرہ سے موافق ہو کر ۹۵ھ ہجری تک  
وہاں بسر کرتا رہا عالم شاہی میں ہے کہ ۹۶ھ ہجری میں ذوالفقار الدولہ کے بھانجے  
مرزا شفیع خان کے حکم سے اسکی گھنٹن چھری کی نوک سے ٹکرائی گئی تھیں کیونکہ اس سے  
وفا کرنا چاہتا تھا بعض کہتے ہیں کہ مرزا شفیع خان اور افراسیاب خان دونوں نجف خان کے



کے لیے یہ انگریزی سپاہ بھیجی ہے اب کیا ضرور ہے کہ ہم اپنی جان تباہ کریں جس قدر  
 لازمہ غیرت و شجاعت تھا وہ ایک بار ادا کر دیا اور حریفون کو مقابلے سے ہٹا دیا۔  
 انگریزوں کی لڑائی سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے اور ہمارا کوئی اس وقت یا رو یا در  
 نہیں یہ بہتر ہے کہ فرصت کو غنیمت جان کر اپنا اپنا اسباب لے کر یہاں سے جدھر موقع ہو  
 چلے جائیں ایسی بات کو دونوں میں پوری تاثیر ہوتی ہے اور طبیعت ایسی خوشنما ہوتی  
 کو پسند کرتی ہے اس پر لے قرار پائی اور دلاور لڑنا مہاجر پر نامردی غالب کنی بلان بنے ننگ عر کی  
 چرب زبانی نے ایسی تاثیر کی کہ فوراً بار برداری اور سواری میں سے جو کچھ ہاتھ لگا  
 لے کر اوجھلے پاس یہ چیزیں نہ تھیں انھوں نے اپنے سروں پر اٹھا اٹھا کر اور لشکریوں  
 اور دوکانداروں کا سامان لوٹ لوٹ کر اور بندوقین ہاتھوں میں لے لے کر  
 گروہ گروہ جدھر سینگ سمائے اُدھر چلے گئے اور تھوڑی سی دیر میں باوجود ظہور غلبے  
 کے قدرت کاملہ اُسی نے نامردوں کو مرد اور مردوں کو نامرد بنا دیا۔ اور اس قدر  
 فوج کثیر بے سبب مغلوب و بے حواس ہو کر مردی و مردانگی کو خیر باد کہ گئی۔ اُسی دن  
 سپاہ انگریزی نے مفردین کے کپ پر قبضہ کر لیا اور تمام توپخانہ اور محبوب علیخان  
 کا جقد ر سامان لوٹ سے بچا تھا لے لیا محبوب علی خان کو یہ حال اُس وقت معلوم ہوا  
 کہ اب نامردی اُسکے سر سے بھی چڑھ گیا اُسکو کوئی تدبیر ایسی نہ سوچھتی تھی کہ اس رطلہ بلا  
 سے نجات پاتا آخر بجز الحاح و زاری کے رستہ کاری کی کوئی صورت نہ دکھی اور معتمدون  
 کے ذریعہ سے کرنیل سے عہد و پیمان لے کر ملاقات کی اور اُسکے ساتھ لکھنؤ کو چلا گیا اور  
 نواب وزیر سے بار بار بھڑا ہوا کچھ دنوں بدگمانی کی وجہ سے اُسپر عتاب رہا آخر کار نواب  
 کی بان کی سفارش سے قصور معاف ہو کر خلعت پایا نواب نے ایک لاکھ روپے کی جاگیر



پیدا کی اور نامناسب گفتگو درمیان میں آنے لگی۔ ایک دن بہت بہادر اپنے مشیرین  
 سے بطور مشورے کے کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ راجہ شیرجیت سنگھ کو کسی طرح قید کر کے  
 اُس کا علاقہ دہالون۔ باوجودیکہ شیرجیت سنگھ اور رانا میں صفائی نہ تھی لیکن بہت بہادر  
 کی بات رانا کے دل کو ناگوار گزری اور شیوہ فوت سے بعید سمجھا اور ناراض ہو کر کہا  
 کہ یہ امر آئین مروت سے بعید ہے کہ ایک شخص کے ساتھ قول و قسم کر کے اُسے پھیناں لانا  
 اور اپنے پاس بلا کر دغا و فریب سے پیش آنا اگر اُس کے ملک کو دبا نا منظور ہے تو اُس کو  
 خبر کر کے اجادت دو کہ وہ اپنے ملک کو چلا جائے اور مقابلے کی تیاری کرے اور پھر اُس  
 سے لڑ کر ہزور شیر اُسپر قبضہ کر دنا کہ فتح و فیروزی کی داستان دفترون میں لکھی جائے  
 اور برسوں تک اُس نے میں یہ کارنامہ شجاعت یادگار رہے بہت بہادر اس جواب سے  
 نہایت مشر مندہ ہوا۔ اسی طرح ایک دن فضول گوئی کے طور پر اپنے رفیقوں سے بولا  
 کہ راجہ نجت سنگھ عورتوں کی طرح رہتا ہے اور اکثر مکان میں بیٹھا ہوا اپنی عورتوں  
 کے کپڑے سیتا رہتا ہے میدان کارزار میں وہ دلاوروں کے سامنے شمشیر زنی کیسے کرے گا  
 رانا چتر سنگھ کی پاس خاطر سے اُس کے محالات میں نے چھوڑ رکھے ہیں نہ کہ اُسکی شجاعت  
 کی توقع سے رانا کو یہ یاد وہ گوئی اُسکی پسند نہ آئی جواب دیا کہ گوراجہ نجت سنگھ  
 جوان نازنین و عیاش و تماشین ہے لیکن یقین رکھنا چاہیے کہ میدان جنگ میں  
 وہ شیرمگین سے کم نہیں ہوگا تم نے سنا ہوگا کہ نواب امیر خان مرحوم کی کیا وضع تھی  
 اور کیا لباس تھا لیکن میدان جنگ میں کوئی اُس کے مقابلے کی تاب نہ لانا تھا اسی  
 مجلس میں بہت سے ایسے آدمی موجود ہیں کہ وہ مدت تک نواب شجاع الدولہ کے  
 پاس عورتوں کی طرح حاضر ہوتے تھے اور اب شجاعت و دلاوری کی لاف نہی کرتے



لے پالک تھے اول نجف خان کے انتقال کے بعد افراسیاب خان دلی کا امیر الامرا بنا بعد اسکے مرزا شفیق نے اُس کو نکال کر بزور بادشاہ سے یہ منصب لے لیا اور نجف خان کی بیٹی سے نکاح بھی کر لیا ۹۷۱ھ ہجری میں اسماعیل بیگ خان ہمدانی کے ہاتھ سے ڈیگ میں مارا گیا تو دوبارہ افراسیاب خان امیر الامرا کی کے مرتبہ کو پہونچا پھر افراسیاب خان ۸۸۵ھ ۹۷۱ھ ہجری کو زین العابدین برادر مرزا شفیق کی راس سے مارا گیا۔

مختار الدولہ کانوپ گرگوشائین کی خرابی کا

سامان پیدا کرنا

راجہ اندر گرگوشائین نواب صفدر جنگ کے پرانے متوسلین تھے کانوپ گرگوشائین کا چیلہ جبکا خطاب ہمت گر بہادر ہے اور ہمت بہادر کے نام سے مشہور ہے تختہ دار کی طرف سے قیس چالیس ہزار سپاہ کے ساتھ کالپی و جھانسی کی طرف متعین تھا اُس کے ساتھ بائیس لٹن بھی تھی اور بھدویہ والا راجہ نجات سنگھ اور دینا والا راجہ شیر سنگھ اور سمتھ والا راجہ بشن سنگھ بھی اسکے لشکر میں آگئے تھے ہمت گرگوشائین منظور تھا کہ کالپی و جھانسی کی طرف مرہٹوں کا بیج نہ چھوڑے اسلئے رانا چتر سنگھ کو جو اس طرف کے ملک سے خوب واقف تھا گومرے بلایا اور اپنے ساتھ رکھنا چاہا اُس نے روپیہ نہونے کا عذر کر کے پہلوئی کی ہمت بہادر نے چار ہزار روپے روزا سکی روانگی کی تاریخ سے جب تک ساتھ ہے سقر کر دینے رانا چار ہزار پیادہ و سوار ساتھ لے کر ہمت گرگوشائین آگیا اور شریک صحبت ہو کر انیس خلوت خاص بن گیا لیکن ہمت گرگوشائین نے ہر روز اپنی تاریک تاریخ نمبر ۱۷۱۱ میں لکھا ہے کہ اس وقت گومرین رانا کو کیندر سنگھ مکران تھا ۱۲

نے کام بگاڑ دیا اور خود سی وغفلت و نادانی سے خود سری کے خیالات اُسکے دماغ میں  
 سمگے ہیں ناعاقبت اندیشی سے مرہٹوں سے خط و کتابت کر کے انکی رفاقت اختیار کرنا  
 چاہتا ہے اسلئے جناب وزیر الممالک کی رائے یہ ہے کہ تم اُسکی تادیب کو فوراً جاؤ  
 اگر وہ راہ روہت پر اگر ندامت و شرمساری ظاہر کر کے معافی چاہے تو امان دے کر  
 دارالسلطنت کو بھیج دو ورنہ اُسپر حملہ کر کے استیصال کر دو ورنہ اپنا پتر سنگھ کی سی آرزو  
 تھی اُسے جواب میں لکھا کہ اگر جناب وزیر الممالک انتظام مہات کے حیلے سے جہنم لے  
 کنارے تک تشریف لے آئیں تو فدوی اُن کے اقبال سے ہمت بہادر کو زندہ گرفتار کر کے  
 حاضر حضور کرے گا مختار الدولہ کو یہ رائے پسند آئی اور نواب وزیر کو اٹا دے  
 کی طرف لے چلے ہمت گر کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ وزیر الممالک ایک بھاری لشکر لیکر  
 اودھ آ رہے ہیں تو رانا کی دراندازی سے ڈر کر چند معتمدوں کو ساتھ لے کر وزیر الممالک  
 کے لشکر میں چلا گیا اور وسائط و وسائل کھڑے کیے مختار الدولہ سے صفائی کرنی اور  
 قول و قسم کے ساتھ اُنکو اپنی طرف سے مطمئن کیا جب وہ صاف ہو گئے تو کہا کہ رانا  
 قدیم سے اس سرکار سے عناد و نفاق رکھتا ہے اور ہمیشہ فتنہ انگیزی کرتا رہتا ہے  
 جس زمانے میں کہ شجاع الدولہ اس طرف رونق افروز تھے تو اُن کی فوج کے  
 ہاتھ سے تباہی سے ڈر کر مکارانہ اُنکے حضور میں آیا اور میر نعیم خان کے ساتھ مرہٹوں کو  
 سکالنے کے لیے مامور ہوا اور آخر کار مرہٹوں سے ساز و باز کر کے نعیم خان سے دغا کی  
 نواب شجاع الدولہ کے دل میں اس بے ادائی کا خار کھٹکتا رہا لیکن اُن کو اجل نے  
 اتنی مہلت نہ دی کہ رانا کو سزا دیکر انتقام لیتے اب میں نے اُس کو اپنی رفاقت کے لیے  
 بلایا تو لیت و لعل کرتا رہا آخر کار چار ہزار روپے روزانہ معزز کر کے مدت تک یہ رقم



ہیں۔ راجہ ہمت بہادر اس کٹائے کو سمجھ کر بہت شرمندہ ہوا اور کچھ جواب نہ دیا  
ایسی ایسی باتیں سن کر اطراف کے راجوں نے چلا جانا چاہا اور رانا چتر سنگھ سے  
صلح پوچھی اُس نے جواب دیا کہ یہ شخص نہایت متکبر و مغرور ہے اپنی پندار  
غلط کے بدلے میں عنقریب نقصان کے گڑھے میں اونڈھا کرنے والا ہے بہتر یہی  
کہ یار لوگ اسکی رفاقت ترک کر کے اپنے اپنے ملکوں کو چلے جائیں اور وارات غیبی کے  
منتظر رہیں القصہ رانا چتر سنگھ سب سے ادل چلا گیا اور اُسکے جاتے ہی ہمت بہادر  
کی ہوا بگڑ گئی اطراف کے تمام بلج گذار راجوں نے سورش و فساد برپا کر دیا اور  
اکثر محالات ہمت بہادر کے عاملوں کے ہاتھ سے چھین لیے ہمت بہادر بہت گھبرایا  
اور کچھ تدارک نہ کر سکا اور اب علاقے کا فتح ہونا مشکل ہو گیا۔ اس عرصے میں پیشوا کے  
ارکان سلطنت نے ہمت بہادر کو خط لکھے جس میں اُس کو اس ملک سے مرہٹوں کے  
ہمالہ دینے کی وجہ سے دھکی دی گئی تھی اور یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر وہ ہماری اطاعت  
ورفاقت اختیار کرے گا تو اُسپر عنایت کی جائے گی اور اُس کو صاحب تہ بنا دیا  
جائے گا ہمت بہادر راجوں کی نافزانی اور سرداران لشکر کی بیدلی کی وجہ سے  
پریشان تھا اور سمجھتا تھا کہ اب اس ملک کا فتح ہونا قدرت سے باہر ہے جواب میں  
کئی عرضیاں نہایت اطاعت و انقیاد کے مضامین کی بھیجیں۔

رانا چتر سنگھ نے یہ حال معلوم کر کے اُسکو خراب کرنے کے لیے نواب وزیر کو اسکی  
شکایت لکھی اور کہا کہ وہ مرہٹوں سے مل گیا ہے۔

مختار الدولہ نے ایچ خان اور بشیر خان کے اخراج کے بعد یہ ارادہ پختہ کر لیا تھا  
کہ ہمت بہادر کو بھی بگاڑ دین اُنھوں نے رانا کو جواب لکھا کہ فی الحقیقہ راجہ ہمت بہادر



عرصے میں اس سرزمین کو مرہٹوں کے شر و فساد سے صاف کر دینا مختار الدولہ کو بہت بھاری  
 سے دلی نفرت تھی اور یہ مشورہ عین اُن کی مرضی کے موافق تھا پسند کیا اور رانا کو  
 اُس ضلع کے مہات کے انتظام کی بختاری کا خلعت دلا کر رخصت کیا رانا اپنے بھتیجے تال  
 کی یاد دہی پر ناز کرتا اپنے ملک کو چلا گیا۔ اور مختار الدولہ نے بلا تامل و اندیشہ  
 راجہ ہمت بھادر کو حکم دیا کہ نئی فوج موقوف کر دے اور افواج متعینہ کو یہاں  
 بھیج دے۔

فرح بخش مین شیو پر شاد نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ اگرچہ گوشائیوں  
 کے حال پر مہربان تھے لیکن وہ مطمئن نہ تھے اور مختار الدولہ کی فیلسوفی سے خائف  
 تھے ہمت گر بھند اور بھد اور کے انتظام کا بہانہ کر کے آصف الدولہ سے رخصت  
 حاصل کر کے چلا گیا کچھ دنوں وہاں مقیم رہا پھر جب نواب وزیر کے ارکان ریاست  
 میں اختلاف پیدا ہو گیا اور سپاہ بلوے پر بلوے کرنے لگی تو ان واقعات سے اُس کے دل پر  
 نواب وزیر کی ملازمت سے کراہیت آگئی اور اُس ضلع کو ویران کر کے اور بھند کی  
 آبادی جلا کے اکبر آباد کو بلی خان کے پاس چلا گیا کیونکہ وہ دنوں میں مدت سے  
 عہد و بیجاں ہو رہا تھا وہاں سے بلی خان کی تحریر کے ذریعہ سے نواب ذوالفقار الدولہ  
 کے پاس جو ڈیگ کے محاصرے میں مصروف تھا چلا گیا اُس نے اُس پر بڑی مہربانی کی تو  
 نے ڈیگ کو فتح کر کے محالات سنگھانہ وغیرہ بارہ لاکھ کی آمدنی کا ملک ہمت گر کو جائیداد  
 اور رسالے کی تنخواہ میں دید یا شیو پر شاد اس بیان کے بعد کہتا ہے کہ امراؤ گر  
 ابھی آصف الدولہ کے پاس موجود ہے لیکن مختار الدولہ کی چال بازی سے بیدل  
 سے انھوں نے اٹا وہ وغیرہ میان دو آب کا ملک گوشائیوں کی حکومت سے نکال کر



نیتار با اور آخر کار کام کے وقت وفا کر کے وہاں کے مقدمات میں نخل ڈال دیا البتہ خود  
 نواب وزیر الممالک یہاں تشریف لے آئے تو وہ مکار و فابا داس وقت تک سلام کو  
 حاضر نہوا اور دور سے حیلہ سازی و دراندازی کر رہے تھے میرے قول کی صداقت  
 اس سے معلوم ہو جائے گی کہ آپ اس کو اپنے پاس بلائیں آپ دیکھ لیں گے کہ وہ نہ بیگنا  
 مختارالدولہ نے بہت بہادر کے استصواب سے رانا کو حاضر ہو کر وزیر الممالک کی  
 سعادت ملازمت حاصل کرنے کے لیے لکھارانا نہایت عیار و دور اندیش تھا  
 بہت بہادر کی تدویر سے متوحش ہوا اور حاضر ہونے میں عذر کرنے لگا اس وقت  
 مختارالدولہ کو رانا کی سرکشی کا حال کھلا اسکی بیخ کنی کی فکر سے اکثر سالہ دارون کو  
 حکم دیا کہ جتنا کو عبور کر کے رانا کے ملک کو تاراج کریں اور بہت بہادر نے بھی اپنی سپاہ  
 کو ضلع جھانسی و کالپی سے طلب کر کے رانا کے ملک کی سرحد میں پڑاؤ ڈالا اب رانا سمجھا  
 کہ اس لشکر چار کا مقابلہ طاقت سے باہر ہے اپنے وکلاء معتمد جان بر سرسوں کے پاس حکم  
 اُسے کہایا کہ اگر آپ حمایت و کفالت میری کریں تو حاضر ہونے کو تیار ہوں وزیر  
 نے مختارالدولہ کو دیا اور کہتاں لاؤ کو لانے کے لیے رانا کے پاس بھیجا کہتاں نے گوہر  
 مین پہونچ کر رانا کو تسلی و دلاسا دیا اور عہد و پیمان کر کے وزیر الممالک کے پاس لایا  
 مختارالدولہ نے چند کوس سے اس کا استقبال کیا اور کمال اعزاز و اکرام کے ساتھ وزیر  
 کے سلام کوٹے گئے وزیر نے بھی رانا کے ساتھ براہ سلوک کیا رانا نے مشورے  
 کے وقت عرض کیا کہ اس جماعت قلیل کی سرکوبی کے لیے اس قدر لاؤ لشکر بیان بکھنا  
 اور جس شخص پر اعتماد نہوا سکو مطلق العنان کر دینا شیوہ دانش و احتیاط اور  
 دور اندیشی و کفایت سے بعید ہے اس مہم کو میرے ذمے کر دیا جائے کہ تھوڑے سے

تم اس کے اتفاق سے کام کیجیو اور میں جانتا ہوں کہ وہ ملک سرکار سے علاقہ نہیں کہتا ہے  
 اور جو کچھ تمہارے سپاہیوں کے لیے مقرربت ہم اُس سے دیوڑھادیئے اور سوائے فوج  
 موجودہ کے جو کچھ فوج اور نوکر رکھو گے اُسکی خواہ بھی ملک سے محبوب ہوگی اور  
 دو لاکھ روپے کی جاگیر تمہارے واسطے مقرر ہوگی لیکن کسی کو اس پر اطلاع نہ منوال علی  
 نے پاس حق نمک مختارالدولہ کے مشورے پر عمل نہ کیا بلکہ اپنے ایک دوست کے پاس  
 جو جھاڈلال کے ساتھ رہتا تھا اُس کا شفقہ بھیج دیا تاکہ راجہ کی معرفت ذاب آصف الدولہ  
 کو دکھا دیا جائے شخص مذکور نے لالچ کی توقع سے میرنذکور کا خط اور مختارالدولہ کا شفقہ  
 مختارالدولہ کے دیوانخانے کے واردہ مرزا ابوسے پاس بھیج دیا مختارالدولہ نے اُن  
 خطوں کو چاک کر کے شخص متوسط کو عنایت کا اُسید دار کیا اور راجہ جھاڈلال کھڑوت  
 میں طلب کر کے کہا کہ ایک خط اس مضمون کا میرافضل علی کو لکھ دیجیے کہ سر موہمت بہادر  
 کے حکم سے تخلف نہ کرے اور یک دلی کے ساتھ کام کرے راجہ نے مختارالدولہ کے ایسا  
 سے لکھا کہ جتنے راجہ ہمت بہادر کے ساتھ کس لیے عداوت اختیار کر رکھی ہے کہ اُس نے  
 عرضی مختاری شکایت میں حضور بن بھیجی ہے بہتر یہ ہے کہ باہم شیردشکر ہو کر رہو  
 میرنذکور اصل کار سے غافل تھا یہ خط پہنچتے ہی راجہ کے ساتھ آمادہ جنگ ہوا راجہ کی  
 مقابلے کو تیار ہوا مگر چونکہ راجہ دور اندیش آدمی تھا چند معقول آدمیوں کو درمیان  
 میں واسطہ کر کے تصفیہ کر لیا اور پھر ایک خط مختارالدولہ کو لکھا اور ایک عرضی حضور میں  
 ارسال کی کہ افضل علی بے وجہ مجھ سے لڑنے کو آمادہ ہوا مگر فدوی نے پاس ادب کیا اور  
 تحمل کیا امیدوار ہوں کہ حضور کا شفقہ میرنذکور کے نام صادر ہو جائے کہ بے وجہ فساد  
 پیدا نہ کرے۔ تو اب نے مختارالدولہ سے فرمایا کہ میرافضل علی کو میان بلا لیا جائے اُس نے



زمین العابدین خان کو اُس جگہ مقرر کر دیا ہے وہ اپنے متعلقہ ملک کا انتظام کر کے  
 زیر تحصیل اقساط کے بموجب خزانے میں بھیجتا ہے بالفعل آصف الدولہ کی سرکار میں  
 مختار الدولہ کا طوطی بولتا ہے اور اُن کا تمام سانچہ و پرداختہ مقبول ہے اور  
 مختار الدولہ مال اندیشی کی وجہ سے جان برسٹو سے ملے ہوئے ہیں۔ وہ توں تمام بات  
 حاوی ہیں۔

### ہائیسی پلیٹن کی بربادی

شجاع الدولہ کی سپاہ کی سیاہ وردی والی پلیٹون میں سے ۲۲ پلیٹون کا ایک گروہ  
 تھا جس کا سرگروہ سید احمد ہائیسی والا مشہور تھا کیونکہ ان پلیٹون کے پورے گروہ  
 کو ہائیسی کہتے تھے ان میں سے چار پانچ ہزار آدمی شریف نعل دہلی کے رہنے والے تھے  
 یہ فی کس پندرہ روپے ماہوار کے حساب سے تنخواہ پانے لگے تھے انکی چھ پلیٹنیں تھیں اور  
 انہیں تعلیم قواعد انگریزی کا اہتمام تھا گو اُنکے پاس بندوقین توڑہ دار تھیں مگر وہ انہیں  
 نہایت پھرتی سے آگ بناتے تھے چونکہ یہ لوگ شریف و نجیب تھے اسلئے انکی خاطر داری  
 دیکھتے تھے میر احمد کے مرنے کے بعد اُس کا بھتیجا میر افضل علی اسکی جگہ ہائیسی کا امیر اعلیٰ  
 مقرر ہوا تھا۔ نواب شجاع الدولہ نے جبکہ جنگ افغانہ کے عزم سے لگتا کو عبور کیا تو  
 ملک دو آبہ کو راجہ ہمت بہادر کے تفویض کر دیا راجہ کے ساتھ میر افضل علی بھی تھا اور  
 اپنی فوج کے ساتھ کالپی میں رہتا تھا نواب کی وفات کے بعد بھی آٹھ ماہ تک یہ دونوں  
 متصرف رہے گورسہلے نے تاریخ اودھ میں لکھا ہے کہ مختار الدولہ نے میر افضل علی کو لکھا  
 کہ ہمت بہادر سے مخالفت کرو اور اُسکے لشکر کو تباہ کرو میں کسی شخص کو یہاں سے بھیجوں گا

تخواہین مل جائیں اپنا حق پا کر تمام بند و قین کا رخاندہ سرکاری میں جمع کرادیتے اور  
ہم چلے جائیں گے یہاں کی روایتیں ہیں فرزند علی کی لمخص التوارخ تاریخ مظفری اور  
سیر المتاخرین کی تو یہ روایت ہے کہ آصف الدولہ نے استغفہ ہو کر مختار الدولہ سے کہا  
کہ انکی سرتابی کی سزا دو انھوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ اپنی تخواہ مانگتے ہیں اور کچھ غرض  
نہیں رکھتے آصف الدولہ نے فرمایا کہ اگر تمھیں یہ تکلیف گوارا نہیں تو ہم خود جاتے  
ہیں جب انھوں نے دیکھا کہ خود بدولت سوار ہوتے ہیں تو مجبور ہو کر فوج متعینہ کو لیکر  
انکی سرکوبی کو گئے اور گورسہاے کی تاریخ اودھ کی روایت دہی ہے کہ نواب نے  
صرف یہ جواب دیا تھا کہ تم جاؤ اور میرا فضل علی جاسے نے مختار الدولہ نے بموجب حکم  
کے پچھلی رات سے میرا فضل علی کی سپاہ کے چاروں طرف نواب کی ساری فوج اور  
توپخانہ جمادیا اور نارنج تیوریہ کی روایت ہے کہ مختار الدولہ سپاہیوں کی تخواہ کا  
اتماس مستکرا راض ہوئے انکے دھکا کو ٹکھلوا دیا اور اپنے رسالہ دار دن کو ان سے لڑنے  
کے لیے حکم دیا اور توپخانے کے افسر کو فرمایا کہ اس جماعت کے آس پاس توپیں لگادے  
تاکہ نکلنے نہ پائیں غرض کہ عزم محرم سے ان مشرفا دہ بجا پر جوابنا حق مانگتے تھے دار و گیر کا آواز  
ہوا اور نواب کی سپاہ سنگدل نے ان کو نقطے کی طرح اپنے دائرے میں گھیر لیا اور رسد غیر  
جو روپا پار سے انکو پہنچتی تھی اُس کی آمد و رفت مسدود کر دی ان کے ہشتی اگر باقی بچھڑنے  
کے لیے کوئی دلی باندی پر جمع ہوتے تو گولوں کا نشانہ بنا کر ان کا کام تمام کر دیتے اس طرح  
ان غریبوں پر شور و محشر مبرپا ہو گیا بلکہ یوں کہا جائے کہ دوسرا واقعہ کربلا نمودار ہوا تو بجا  
نہو کا اُسی رات اکثر ناجوانمرد بھیس بدل بدل کر اس مہلکے سے نکل گئے لیکن حریفوں کے ہاتھ  
آگئے اور جان و مال دونوں کا نقصان اٹھایا تھوڑے سے بہادران نامجو حرمت عزت



عرض کیا کہ میرزا کو خود بخود ہمت بہادر کے ساتھ لڑنے کو تیار ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ نئے ملک کو اپنے تصرف میں لائے الغرض ثقہ اُسکی طلبی میں روانہ کیا نواب نون اٹا وہ میں مقیم تھے وہ یہ حکم پہنچتے ہی روانہ ہوا جبکہ لشکر کے متصل پہنچا تو بسبب اسکے کہ شام ہو گئی تھی قریب دو یا چار کوس کے لشکر سے اپنی سپاہ کو لیکر اتر آیا اور چاہا کہ صبح کو حضور میں حاضر ہو مگر والدولہ نے موقع پا کر حضور میں عرض کیا کہ میرا فضل بوجہ اس کاوش کے جو مجھ سے رکھتا ہے لشکر سے علیحدہ اتر لے اور چاہتا ہے کہ وہاں سے تنخواہ کا سوال وجواب کرے جواب ملا کہ تم جاؤ اور وہ جائے اور بعض کہتے ہیں کہ خود نواب نے حکم دیا تھا کہ ہمارے لشکر سے فاصلے پر قیام کرے اور فرمایا کہ تو بین توچخانے میں داخل کر دی جائیں اس بلشن کے پاس میں چالیس توپیں مقیم اور اس کے تعلق بہت سا گولہ بارود تھا سپاہی و افسر میرا فضل علی کی خاطر خواہ اطاعت میں نہ تھے اور اس کو شمار و حساب میں نہ لاتے تھے انھوں نے فوراً تمام توپیں اور ان کا جملہ سامان سرکار میں بھیج دیا مگر بڑی دو توپیں کہ میرا احمد نے اپنے روپے سے ہوا اگر ایک کا نام باندہ مضاب اور دوسری کا نام صفت شکن رکھا تھا اور ساخت اُنکی عجیب و غریب تھی میرا فضل علی کی فرمائش کے دعویٰ سے اپنے پاس رہنے دین اس کے بعد سپاہ نے عرض کر لیا کہ ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ دیر ہی جائے گی ہمارے سرکار سے کچھ نہیں ملا ہے بڑی تکلیف سے گزرتی ہے اور آئندہ اگر رکھنا منظور ہو تو ماہ ماہ تنخواہ ملتی رہے مگر والدولہ نے اس بات کا تو کچھ جواب نہ دیا یہی کہا کہ وہ دو قرن توپیں اور تمام ہندو قین بھی داخل سرکار کر دے اور جہاں چاہے چلے جاؤ فوج نے سمجھ لیا کہ ہماری تباہی اور حق تلفی منظور ہے ایسا عرض کر لیا کہ اگر ہر کوئی جہاں منظور رہے تو چار کیا زور ہے سو افران برداری کے کوئی چارہ نہیں ہماری

حاصل ہو جائے گا۔

(۴۴) اگر یہ بھی ناگوار خاطر عالی ہو تو خدا اور رسول اور روح سید الشہدائے دست  
ہم پر اتنا رحم کیجیے اور جنگ بدنامی کا وسیعہ ہم پر نہ آنے دیجیے کہ اپنے خداوند نعمت  
سے مقابلہ کیا آپ خود دور سے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر ہمارے دست و بازو کا تماشا  
دیکھتے رہتے کہ ہم کیسا لڑتے ہیں۔ نواب شجاع الدولہ نے لاکھون روپے صرف کر کے  
ہم کو تیار کیا قواعد حرب و ضرب سے ماہر بنایا قضاے آسمانی سے ہمارے ہاتھ سے  
کوئی کار نمایاں ان کے سامنے ظہور میں نہ آیا حیف آتا ہے کہ اپنا سپاہیانہ ہنر دکھانے بغیر  
دل پر حسرت کے ساتھ گولوں کا نشانہ بن جائیں تو ہمیں ہمارے مقابلے سے ہٹا کر  
سیاہ وردی کی پٹنوں کو جو ہماری طرح قواعد و ان اور فنون جنگ سے آگاہ ہیں  
اور شیوہ شجاعت اور تعلیم کو اب رزم سے ہمارے ساتھ ہم چھیڑ سکتی ہیں ہمارے تباہ  
کرنے کے لیے حکم دیا جائے اول بند و فون سے میدان جنگ کو گرم کریں بعد  
تو ارین میانون سے نکال کر باہم لڑیں اور ایک دوسرے کے دست و بازو سے ملک عدم  
کا رستہ بین اسوقت ہمارا جوہر آپ پر کھل جائے گا اور آپ کو تماشا نے عجیب نظر آئے گا  
اور اس قدر کثیر فوج مور و ملخ کی طرح ہم بکیوں پر حملہ کرنے کو لانا اور ہماری تباہی  
کیلئے یہ زبردست تو چنانچہ انجانا بعلالی کی بدنامی کا باعث ہے یہ داغ قیامت تک نہ دھل سکے گا۔  
خدا مال اللہ اگرچہ سید عالی نژاد تھے لیکن اسوقت شامیوں کی سی عداوت  
اختیار کر کے یہی جواب دیا کہ مجھ کو ان برگشتہ بختوں کی ہلاکت کے سوا کوئی چیز منظور نہیں  
اس جواب کے بعد گولہ انداز دن کو حکم دیا کہ گولہ باری کیوں ان بے چاروں نے  
جب دیکھا کہ نائب کا دل کسی طرح رحم پر آمادہ نہیں ہوتا تو مجبوراً تعزیر خانے میں آکر



کی پاسداری کر کے آمادہٴ مرگ ہوئے اور اپنے قول پر قائم رہے۔

مختار الدولہ ماہِ محرم کو تمام فوج اور سارا توپخانہ مسلح کر کے اُس جماعت کے محاربے کو سوار ہوئے۔ اُن لوگوں نے جو اپنی قلبت اور مخالفوں کی کثرت دیکھی تو مقتضائے بشریت سے ہر سان ہو کر اپنے دکلا کی معرفت مختار الدولہ سے عرض کر آیا کہ ہم ہمیں سے اکثر مسلمان اور اہل بیت کے محب اور آپ کے جدِ بزرگوار کے تعزیرہ دار ہیں اُمیدوار ہیں کہ ان چند متمعات میں سے جو بھی پسند خاطر مبارک ہو قبول فرمایا جائے۔

(۱) چارے گناہ و جہالم کو معاف کر کے ہماری تنخواہ میں سے اس قدر خرچ ہو کہ حرمت ہو جائے کہ ہم بند و قین داخل سرکار کر کے اپنے دِلن کو لوٹ جائیں اور وہاں دُعا عمر و دولت بندگانِ عالی میں مصروف رہیں۔

(۲) اگر ہمارا قتل و غارت ہی مقرر نظر عالی ہے تو ہم کو بھی عذر نہیں اور بجز جان دینے کے کوئی چارہ نہیں رکھتے لیکن ان دونوں تعزیرہ دار میں اور آج محرم کی ساتویں تاریخ ہے عاشورے کے دن تک ہکوا مان جان بخش کر ماتم کر لینے کی مہلت دی جائے بعد اسکے جیسا ارے جہاں آراے خواہش کرے اُس پر عمل کیا جائے۔

(۳) اگر یہ بھی منظور خاطر عالی نہ ہو تو جس قدر ہماری تنخواہ چڑھی ہوئی ہے اُس کی تھیلیاں گانڈیوں میں بھر داکر اس سپاہ کے مجمع میں جو مور و مخمس کم نہیں اور ہمارا خون پینے کو آمادہ ہے کٹری کرادی جائیں اور اُن کی حفاظت کے لیے تاکید کر دی جائے اگر ہم اُن پر غالب آکر روپے چھین کر زندہ و سلامت بچ رہیں تو اپنے حق کو پہونچ جائینگے اور لائقِ تحسین و آفرین قرار پائینگے اگر مارے گئے تو آپ کا مطلب

تو نہایت خوف زدہ ہوئے اور ہندو بھرتی اور تلوار چلانے کی ہمت نہ ہی بھاگنے لگے اور پاس کے ایک گائون میں یہ مفروز جا چھپے کہ تین ہزار کے قریب بہادر جوان ایک دوسرے کی مشرم حضور سی سے فرار کو ننگ و عار سمجھ کر مخالفوں پر حملہ آور ہوئے اور اس سختی سے چوٹ کی کہ مختار الدولہ کے لشکر کی تاب مقاومت نہ لاکر ہٹنے لگے انھوں نے تعاقب کیا۔ آگے ایک نشیب میں بھٹیوں کی دو لمٹنیں گھات لگائے بیٹھی ہوئی تھیں جب یہ ہندو آزما تعاقب کرنا اُس نشیب پر پہنچے تو یکایک وہ لوگ اُٹھے یہ دلاور انکی طرف متوجہ ہوئے وہ فریب کی راہ سے دور زور سے کہنے لگے کہ ہم کھاری وردی اور وضع میں شریک ہیں یہاں ہمیں مدد پہونچانے کے لیے چھپ کر بیٹھ گئے تھے کچھ تم سے لڑنے کا ارادہ نہ تھا ہم پر فیروزہ کیجیو یہ اجل رسیدہ لگے داؤن میں آگئے اور اُنکے قریب دھوار سے استرا نہ کیا بلکہ اُن کو رفیق سمجھ کر اپنے پاس بلا لیا وہ سب دو ہزار جوان تھے اور ہندو قین بھری ہوئی ہاتھوں میں تھیں ایکبارگی کرکین ڈیڑھ ہزار کے قریب دلاوران نامجو کھیت ہے اس صدمے سے انکی صفوں کا نظام بگڑ گیا جس قدر باقی رہے تھے انھوں نے ہندو قین ہاتھوں سے ڈال کر تلواروں پر ان دغا بازوں کو رکھ لیا۔ انور علی خان خواجہ سرا کہ ان جان بازوں کے حملے سے مع اپنے رفیقوں کے جو رستم ثانی ہونے کے مدعی تھے یا تو میدان جنگ سے منہ پھیر کر بھاگ جاتا تھا یا یہ حال سُکر ٹوٹا اور کوشش کر کے ان سرفروشنوں کے مورچے میں گھسکر توپوں پر قابض ہو گیا اور گورہ باری کرانے لگا جب یہ لوگ اپنی توپوں کی طرف جھپٹے تو اُس وقت گولوں کے صدموں سے خزان رسیدہ پتوں کی طرح اُڑنے لگے۔ اور حریفوں نے میدان جنگ میں ان کے افسروں کے سر کاٹ کر نیزوں پر لٹکا دیے



سید الشہد اکا تابوت ہاتھی پر کسکر اُسکے آس پاس تمام سادات اور شیوخ اور اُن کی متابعت سے دوسرے مسلمان سرو پابرہنہ لباس ماتم پہنے گریبان چاک تفریہ خانے کی خاک چہرون پر لے شمشیر و سپردوش پر لٹکائے بند و قین ہاتھوں میں لیے ماتم کرتے سینہ کوٹنے اور حسین حسین کتے میدان جنگ کی طرف چلے ان کی سوگوازی زاری کچھکر حریفان سنگدل کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے اور زباؤں پر داحسرت کے الفاظ آئے وہ ماتم دار لوگ آواز بلند کہتے تھے کہ ہم اپنا حق طلب کرتے ہیں ہم کو اپنے خداوند سے کوئی منازعت منظور نہیں ہے یہاں تک کہ مختار الدولہ کی سپاہ میں سے ایک گولہ اُگر اُدھر گرا اُس وقت اُنھوں نے نعرہ یا حسین مار کر آواز دی کہ اب ہم حلقہ بندی و مطاعت سے نکل گئے ہیں صفیں جاکر اور دونوں قہین سامنے کر کے اتنے گولے مارے کہ لوہا زیر کے لشکر سے صد ہادی خاک و خون میں لوٹنے لگے اور جو زندہ تھے وہ پسپا ہونے لگے مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ کام ہاتھ سے جاتا ہے اور لشکر بھاگنا چاہتا ہے تو خود توپچانے کے قریب پہنچے اور ایک گولہ انداز کو جو گولہ زنی میں نہایت مشاق تھا اپنے بازو سے بازو بند مرصع کھول کر بھینسا اور کہا کہ ان لوگوں پر تاک تاک کر گولے لگائے اتفاق سے اُس سنگدل کا پہلا گولہ اُس ہاتھی کے لگا جس پر تابوت کسا ہوا تھا ہاتھی اس صدمے سے گر پڑا جو انہوں نے تابوت کو کھول کر تابوت سکینہ کی طرح ہاتھوں ہاتھ مردن پر اٹھا لیا اور چلنے لگے دوسرا گولہ خود اس تابوت میں لگا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تیسرا گولہ بارود پر پڑا اُسکے اڑنے سے صد ہادی ضائع ہوئے اس عرصے میں مختار الدولہ کے سوار حملہ آور ہوئے اور تلواروں سے نامورون کو قتل کرنا شروع کیا سپاہیان میرا فضل علی نے دیکھا کہ ڈیر غم لاکھ کے قریب پیادہ و سوار اور توپچانہ ہلکو گھیرے ہوئے ہے



بعد اسکے کہا کہ اے یار اب میری ایک وصیت سن لے طعن و تشنیع کا محل باقی  
 نہیں جہاں فانی میں اب ایک ساعت کا سہان ہوں ایک وصیت کرتا ہوں اگر فوت  
 و جہان مردی کو کام فرما کر قبول کر دے گا تو دنیا و عقبے میں مشکور و ماجر ہو گے  
 اُس سوار نے کہا کہ کیا حاجت ہے یہاں کرو میں اُس کو بسر و چشم بجالاؤں گا زخمی  
 نے کہا کہ چند چھوٹے اور یکس پتے میرے فلان شہر میں ہیں انکی روزی کا سہارا  
 سوائے میرے کوئی نہیں اور میں یہاں اس طرح زخمی ہو کر رہا ہوں اب آخرت  
 ہونے والا ہوں ایک سو کئی اشرفیان اور کئی جواہر جو چٹانوں کی لڑائی میں ہاتھ  
 آئے تھے میری کمر میں بندھے ہیں منقریب ٹھیک آکر کپڑے اتار کر انھیں بھی ٹوٹ لینگے  
 تم انھیں کھول لو آدھے خود لے لیجو اور آدھے میرے یتیم بچوں کو پہنچا دیجو، وہ نادان  
 لالچ میں آکر نے الفور گھوڑے سے اُترا اور دھال تلوار ہاتھ سے زمین پر رکھی  
 اور زخمی کے پاس پہنچ کر اُسکی کمر کا پٹکا کھولنا چاہا اُس دلاور کی کمر میں تو اچھی ہونی  
 تھی ایک ہاتھ ایسا مارا کہ دونوں ٹانگیں لکڑی کی طرح کٹ گئیں اور اس جیلے سے  
 اپنے ہم چشم کو اپنے پہلو میں بٹھا کر ہنسا اور کہا کہ اس جگہ میں تنہا پڑا ہوا نفس شہری  
 کہہا تھا کہ کوئی انیس تھا کہ تھوڑی دیر اُس سے بات کرتا اور نہ کوئی جلس تھا جس کو  
 درود دل سنا تا چونکہ ہم میں تم میں مدت سے خصومت اور لاف و گزاف و عداوت  
 قائم تھی اور دونوں میں ہنسی کے دعوے زبانون پر آتے رہتے تھے الحمد للہ کہ اس وقت  
 بھی میں نے اپنا ہم درد بنالیا اور اس مصیبت کے مقام میں تم کو دل کا حال کہنے  
 کے لیے اپنا ہم نشین کر لیا جب تک دونوں زندہ ہیں ایک دوسرے کا انیس رہے گا  
 اور اس جہان سے سفر کے بعد دونوں یہاں کی خاک میں مل جائینگے اور در و در محشر میں



جس سے اب کسی کو لڑائی کی تاب نہ رہی میرا فضل علی اپنے دو تین بھائیوں کے ساتھ  
آبادہ مرگ کھڑا رہا اس وقت مختار الدولہ نے عبدالرحمن خان قندھاری کے سامنے  
قلم کھا کر اسے بیجا کہ میرا فضل علی کو کسی طرح اذیت نہ پہونچے گی وہ حاضر ہو جائے  
خان مذکور میرا موصوف کا اطمینان کر کے لایا لڑائی ختم ہو گئی فتحمنہ کی کے شادیاں  
مختار الدولہ کی طرف بچنے لگے مختار الدولہ شام کے وقت سرداروں کے سر نیزہ دن پر  
لٹکوا کر لشکر وزیر میں داخل ہوئے۔

حکایت مختار الدولہ کے لشکر کا ایک آدمی جو شجاعت کا نہایت مدعی تھا اس  
شہادت کے کھیت میں ایک زخمی کی طرف سے گذرا جس کے ہر زخم سے خون فوارے  
کی طرح جاری تھا علاوہ دوسرے زخموں کے دونوں ہاتھوں بھی توپ کے گولے سے  
اُٹے ہوئے تھے لیکن نہایت استقلال اور ہوش و حواس کے ساتھ یحسین یا حسین  
کہ رہا تھا ان دونوں میں پہلے سے نوک جھوک رہتی تھی اس سپاہی نے نہایت جوش و آقا  
سے زخمی کو کہا کہ اے فلان اپنے دلی نعمت کے ساتھ لڑنے کا مزہ پایا۔ اس میں  
کیا مضائقہ تھا کہ تم لوگ اول ہتھیار دیریتے اور پھر اصلاح کی کوشش کرتے  
اُس زخمی نے کہا کہ اے دوست جو کوئی شیوہ انصاف رکھتا ہو گا اس غیرت و  
حمیت پر تحسین و آفرین کہے گا اگر کوئی نا جوان مرد بے حیثی و بے حیائی سے بُرا کہے  
تو مضائقہ نہیں موت تو کبھی نہ کبھی آتی ہی مگر یہ سعادت کیسے حاصل ہوتی کہ ایام  
شہادت و مصیبت مولائے حسین میں حق طلبی کی راہ میں ثابت قدم رہ کر ظالمان  
کے ہاتھ سے مرتبہ شہادت کو پہونچے البتہ ہمارا اور مختار کا رنامہ دلا درون کی  
محاسن میں ضرب المثل ہے گا۔

اپنے رسالوں کو تیار کر کے راستے میں جہاد و اگر مختار الدولہ اپنے ارادہ دلی کے وقوع  
میں لانے کے لیے میدان جنگ سے بھاگین اور ادھر کا قصد کریں تو اپنے گولے اور  
گولیاں مارو کہ قدم اٹھانے کی تاب نہ دہیں اُن کا کام تمام ہو جائے القصد ان  
دونوں سرداروں نے اپنی اپنی سپاہ کو تیار کر کے اور توپخانہ و آلات حرب رکھ کر  
شکر درمیر الممالک اور فوج مختار الدولہ کے درمیان میں جھاکر مورچہ بندی کی اور  
توہین کھڑی کر کے زنجیر دن سے کس میں اور سپاہیوں کو آمادہ کارزار کر کے  
انکی صفیں باندھ دیں اور خدا سے دم بدم مختار الدولہ کے بھاگنے کی دعا کرتے تھے  
چونکہ مشیت الہی اور تھی اور ابھی چند دن اُن کو عیش و عشرانی دیکھنی مقدر تھی عروج  
کے کچھ دن باقی تھے فتح و نصرت حاصل کر کے لوٹے۔ راجہ جہاؤ لال و بسنت علی خان  
اس واقعہ سے بہت شرمندہ ہوئے اور ڈرے اور مبارکباد کہتے ہوئے سامنے گئے  
مختار الدولہ کو زنجیر دن کے ذریعہ سے تمام حال معلوم ہو چکا تھا مگر اُس وقت غماض کرنا  
مناسب جانا۔

نواب آصف الدولہ کو شاہ عالم بادشاہ کے ہاں  
سے خلعت و وزارت حاصل ہونا نواب کا بادشاہ  
کے حضور میں زرنقد اور اسباب اور چیز اور  
تحت بھیجنا

مولوی ذکاء الدین تاریخ ہندوستان میں لکھتے ہیں کہ آصف الدولہ اودھ میں



ساتھ ساتھ بارگاہ باز پرس میں جا بیٹھے۔

یہ واقعہ ۱۱۸۹ھ محرم ۱۸۹۱ء ہجری کو مقام اٹاودہ میں ظہور میں آیا۔  
صفت الدولہ کے اکثر نوکر جو سلطنت کا زور بازو تھے اس لڑائی میں کام آئے اور  
وہ اس فتح سے نہایت خوش ہوئے۔

انفصاح گورسہاے کنتا ہے کہ مختار الدولہ نے میر فضل علی کو کہلا بھیجا کہ تم نے  
کس لیے بے سبب ہمت بہاؤ سے پر خاش کی تھی جواب دیا کہ راجہ جھاؤل لال کے خط  
سے معلوم ہوا تھا کہ بے سبب ہمت بہاؤ نے میری شکایت حضور میں بھیجی ہے جب یہ جواب  
مختار الدولہ کے پاس پہنچا تو اس خط کو میر مذکور سے منگا کر حضور میں پیش کر دیا تو۔ جھاؤل لال  
کو قید کر دیا اس کی گرفتاری کے بعد دیوانخانے کی داروغگی میان بسنت کو ملی۔ لیکن اور  
تاریخوں میں جھاؤل لال کے معتب ہونے کی دوسری وجہ لکھی ہے جو آگے معلوم ہوگی۔

تاریخ تیمور یہ میں بیان کیا ہے کہ جب مختار الدولہ تمام سپاہ لے کر بائیس سے  
لڑنے کے لیے حوہ گاہ کو چلے گئے تو جھاؤل لال اور بسنت علی خان وغیرہ یاران قابو طلب  
نے وقت کو غنیمت جان کر نواب وزیر سے عرض کیا کہ مختار الدولہ جو اس قدر فوج لیکر  
اس جماعت پر حملہ آور ہوئے ہیں تو اس سے مقصود اسکی تباہی نہیں بلکہ اس خیال  
میں ہیں کہ انکے مقابلے سے بھاگ کر لشکر میں آدین تو وہ ولادرنقاہ کرتے ہوئے  
حضور کے کیمپ میں گھس پڑیں اور لشکریوں کو کہ بے دل و بے حواس ہیں نوٹ لیں  
اسکے بعد مختار الدولہ کے دل میں جو خیالات فاسد سمائے ہوئے ہیں ان کی مدد سے  
ظہور میں لائیں نواب وزیر مختار الدولہ کی امارت و نخوت اور کبر و خود سری فر دیکھتے  
تھے انھوں نے اس بعید بعض بات کو قریب الوقوع سمجھ لیا۔ اور فوراً حکم دیا کہ تم دونوں

قیام گاہ کے قریب پہنچا تو مختار الدولہ نے مع عدم چشم کے استقبال کر کے فرماں بڑی  
برپائی۔ اور نواب نے بھی استقبال کیا اور خلعت پہن کر باپ دادا کے خطاب سے  
معزز ہوئے۔ اور اس عطیہ کے شکرانے میں محفل آراستہ کی اُسی دن مختار الدولہ مارے  
گئے۔ وزیر بے ایک لاکھ روپے اور تین الاخبار کی روایت کے مطابق دو لاکھ روپے  
نقد اور دس گھوڑے اور کئی ہاتھی جن پر طلائی اور چاندی کی مٹلا عماریان تھیں اور  
یورپ کی بہت سی عمدہ چیزیں اور ہر قسم کے تحفہ دہرایا اور اسباب و سامان مع چتر  
اور تخت روان کے مرزا خلیل اور نیاز علی خان کی معرفت بادشاہ کو بھیجے اور  
قطب الدین خان کو خلعت لمبوس اور سرچجواہر اور جفیہ مکمل اور مالے مرادید  
اور ایک ہاتھی اور آٹھ ہزار روپے دیے۔ اور راجہ دیارام کو بھی خلعت دیا اور اُن کے  
رفقا کو علی قدر مراتب دوشالے عطا کیے اور بادشاہ کے پاس رخصت کیا اور  
ذوالفقار الدولہ کے لیے اپنی نیابت کا خلعت مع فیصل و عماری زر اور سائبان اور  
زر بفت کی جھول اور اسپ کے بیجا اور مجد الدولہ کے لیے دو ہاتھی اور ایک گھوڑا  
روانہ کیا۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مختار الدولہ نے ایک خلعت آصف الدولہ کے لیے  
شاہِ دُرانی سے بھی حاصل کیا اور دونوں بادشاہوں کے ہاں سے مختار الدولہ کو بھی  
خلعت ملے۔

تاریخ مظفری سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہِ عالم نے آصف الدولہ کو سند نشینی کے بعد  
ہر برجنگ خطاب دیا تھا۔



نوابی کرتے تھے خزانہ اُن کا خالی تھا سپاہ کی تخفیف کرنا چاہتے تھے عادیین امن کی  
 بُری تھیں گھر میں بھی فساد تھا باہر بھی ملک میں بد نظمی ہو رہی تھی غرض ایسے ہنگامے  
 برپا ہو رہے تھے کہ جس سے نواب کو خود اندیشہ اور رفیق انگریزوں کو خوف تھا۔  
 ستمبر ۱۷۸۷ء کے موسم سرما میں یہ قواد اڑسی کہ شاہ عالم اور مرٹے اور سیلا اور سکھ مرزا نجف خان  
 کے رفیق بن گئے ہیں۔ آصف الدولہ پر حملہ کرنے کو چلے آتے ہیں۔ گورنر جنرل نے  
 نواب کو سمجھایا کہ وہ نجف خان سے آشتی کر لیں جس سے یہ مصیبت سر سے چلے۔  
 آصف الدولہ کو اب تک وزارت کا خطاب بادشاہ کے ہاں سے نہ ملا تھا۔ اگرچہ اُس  
 کا ملنا نہ ملنا برابر تھا مگر وہ اُس خالی خطاب کے لیے بیتاب تھے مختار الدولہ نے  
 مجد الدولہ سے سازش کر کے اپنے خاص ذریعہ سے خطاب و خلعت وزارت منگوانے  
 کا بندوبست کیا پیش کش اور پانچزار سپاہ بادشاہ کے پاس بطور ملک بھیج کر یہ خطاب  
 حاصل کیا چنانچہ خلعت وزارت مع جواہر اور قلمدان طلائی مرصع اور فیل سپہ خاصہ  
 کے آصف الدولہ کے لیے بادشاہ کے ہاں سے روانہ ہوا۔ یہ خلعت ۱۰ صفر ۱۱۸۷ھ ہجری  
 کو قطب الدین خان (خوش مجد الدولہ) اور راجہ دیارام کے حوالے ہوا تھا بادشاہ نے  
 ان دونوں شخصوں سے فرمایا کہ اول اس خلعت کو ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خان  
 کے پاس پہچاؤ اُسکے حواہدیر کے بعد آصف الدولہ کے پاس پہنچاؤ اور یہ بات  
 ذوالفقار الدولہ کی عزت افزائی کے لیے کی گئی تھی چنانچہ قطب الدین خان اور  
 دیارام نیاز علی خان کے ساتھ جو آصف الدولہ کی طرف سے اس سوال و جواب کے لیے  
 آیا تھا اُسکے پاس خلعت لیکر پہنچے جو ان دونوں ڈیگ کے محاصرے میں مصروف  
 تھا پھر قطب الدولہ اُس سے رخصت ہو کر اودھ کو روانہ ہوا جب آصف الدولہ کی



بعض اہل تحقیق نے اس واقعہ کی اصلیت یوں بیان کی ہے اور یہ حال اُن لوگوں سے زبان ہزبان سنا ہے جو اُس وقت میں ریاست میں اقتدار رکھتے تھے کہ مختار الدولہ شیرازی نوشونما کے بعد ایران سے آئے تھے نشہ شراب غرور و نخوت جو لازمہ اہل بیلن ہے آنکھوں میں چڑھا ہوا تھا اہل ہند سے احتیاط کم رکھتے تھے اُمرائے نہایت کج ادائی کے ساتھ ملاقات کرتے تھے باقی ملازمان نواب وزیران کی نظروں میں کب چھتے تھے۔

راجہ جھاؤل لال اور بسنت علی خان نے ایک دن نواب وزیر سے عرض کیا کہ ہم لوگ جو حضور کے ساتھ بزم شراب گرم کرتے ہیں تو یقین ہے کہ مختار الدولہ ہلکوا آب شمشیر سے سرد کر دیں گے جب یہ وار خالی گیا تو گھر پر عرض کیا کہ گرد روپے کا محاسبہ مختار الدولہ سے لینا چاہیے اسپر بھی نواب نے التفات نہ کیا جب کسی شمشیر تذبذب نے جو ہر نہ دکھائے تو انھوں نے یہ مشورہ قرار دیا کہ جس وقت ہندوگان علی بستر خواب سے آنکھ کھولتے ہیں تو مختار الدولہ آتے ہیں اور نواب انکی صورت دیکھ کر آنکھ کھولتے ہیں اور کہنیاں سلامی کے لیے روتھانے میں آتی ہیں ہر تیر ہے کہ اُس دم مختار الدولہ کے گولی مار دی جائے نواب وزیر کو اس مشورے پر اطمینان نہ تھی۔ مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ بھی اس مشورے میں شریک تھے اور ان سے اور مختار الدولہ سے قرابت تھی اور صورت اس قرابت کی یہ ہے کہ نواب علی مردان خان شاہ جہانی کے پوتے نواب کلب علی خان کی چند لڑکیاں تھیں ان میں سے ایک لڑکی مرزا حسن رضا خان سے بیاہی تھی ایک لڑکی مینڈو بیگم سید صاحب ابن سید مصطفیٰ الخاٹب بہ مصطفوی خان سے منعقد تھی اس مینڈو بیگم کی ایک بیٹی بیارسی بیگم نامی مختار الدولہ کی زوجیت میں تھی اس قرابت فریبہ کی وجہ سے مرزا حسن رضا خان نے



## فخار الدولہ کے قتل کے لیے سازش ہونا اور اُس کا کھل جانا

جس زمانے میں کہ فخار الدولہ قتل ہوئے تو یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ نواب آصف الدولہ کے خاص اشارے سے فخار الدولہ مقتول ہوئے۔ تاریخ مظفری اور مختصر التواریخ مؤلفہ فرزند علی اور فرخ بخش مؤلفہ شیو پرشاد اور سیر المتاخرین سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آصف الدولہ کی اُن کے قتل پر مرضی تھی۔ مگر بعض صاحب کتے ہیں کہ یہ بات محض افتراء ہے۔ مؤلف عماد السعادت بھی لکھتا ہے کہ جس وقت مرزا محمد امین بن مرزا محمد یوسف کور نے آصف الدولہ سے عرض کیا کہ میں فخار الدولہ کو درمیان سے اٹھانا ہوں تو نواب مدد ورج نے اجازت نہ دی اور نواب سالار جنگ نے بھی جنگی بیٹی فخار الدولہ کے فرزند سے منسوب تھی ایک دن امتحاناً نواب وزیر سے پوچھا کہ فخار الدولہ کے قتل کے باب میں کیا حکم ہے اُس وقت بھی آصف الدولہ راضی نہ ہوئے اگر آصف الدولہ کو فخار الدولہ کا موقوف کرنا مد نظر ہوتا تو کون روک سکتا تھا پھر قتل کرنے کی کیا وجہ تھی۔ اور تاریخ شاہیہ نیا پوریہ میں یوں ہے کہ مرزا محمد امین کور کو نواب نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تم خود مارنا چاہو تو مار ڈالو تم جانو اور تمہارا کام جانے تم بھی سید ہو اور وہ بھی سید ہیں آپس میں خوب نہپٹ لو گے اگر میری اجازت سے قتل کرنا چاہتے ہو تو میں ایک سید کے قتل پر راضی نہیں بیچارے نے تمہارا کیا لے لیا ہے مرزا امین نے پھر کچھ نہ کہا۔ چونکہ فخار الدولہ کی اجل آچکی تھی تو نواب آصف الدولہ کو رنجیدہ کر دیا اور بعض ایسے کام جو نواب کو ناپسند تھے کیے اور ایک بار جان برسٹو کے سامنے نواب سے مباحثہ کیا (انتہا)۔

یہ بات غلط تھی تو اُمیدوار ہوں کہ جناب عالی اُن مُفسدہ پردازوں کے نام سے  
اطلاع فرمائیں کہ میں اس قدر روپیہ اُن سے لے کر سرکار عالی میں حاضر کروں یہ امر  
بھی دولت خواہی سے خالی نہیں۔ نواب نے اُس وقت ہر ایک کا نام بتلا دیا۔  
مختار الدولہ نے عرض کیا کہ میری دولت خواہی یہ ہے کہ آیام صاحبزادگی میں  
کارخانہ سرکار کا جو نہایت اہم تھا بخوبی انتظام کیا دوسرے نواب شجاع الدولہ  
سے حضور کی جاگیر کی سند مسترد کی جس سے سرکار کے کارخانے کو خوب رونق ہوئی  
تیسرے سند نشینی کے وقت سب اعیان ریاست یہ کہتے تھے کہ اصف الدولہ عیاش  
اور صاحبزادہ مزاج ہن ریاست کی لیاقت نہیں رکھتے دولت خواہ نے اُس وقت  
کرنیل کلیس اور مسٹر کانوسی کو برخلاف مسٹر پھولیر صاحب کے حضور کی سند نشینی  
کے لیے آمادہ کیا چوتھے محمد ایچ خان دلی سے خلعت نہ لاسکا میں نے بدون حرف ٹپے  
کے وہاں سے خلعت حاصل کر دیا اور بادشاہ قندھار سے بھی خلعت منگوا دیا اُس وقت  
کسی شخص نے خیر طلبی اور دولت خواہی کا دعویٰ نہ کیا۔ اب جلد انتظام پورے  
ہو چکے تو ہر ایک خیر خواہی گنہگار نے لگا بہر صورت ان باتوں کا انصاف حضور کے ہاتھ  
میں ہے اگر ان باتوں پر بھی مزاج عالی میں کدورت ہے تو اس نیابت سے نان جوین  
ہزار درجہ بہتر ہے زیادہ ہوس نہیں۔ جب تک جناب عالی محاسبہ لین مجھ دولت خواہ  
کو تکلیف نہ کرے معاف ہو ریڈنٹ نے بھی اقرار ضمانت کیا۔ یہ باتیں ہو چکیں  
تو نواب وزیر نے مختار الدولہ کو آغوش لطف میں لے کر فرمایا کہ میں ہمیشہ تم سے  
رضامند رہا اور اب بھی خوش ہوں اور کوئی خلاف خیال نکر داور اس وقت  
میرے ساتھ چل کر اپنے مخالفوں کو مجھ سے لوجپا پنچہ مختار الدولہ کو اپنی خواہی میں



مختار الدولہ کو اُن کے منصوبہ قتل سے اطلاع دی بلکہ مدت تک یہ بارگراں پیاری نگیم  
 اور اقبال الدولہ زوجہ و پسر مختار الدولہ کی گردن پر رکھا کہ مین نے مختار الدولہ  
 کو قاتلون کے ہاتھ سے بچایا ورنہ اُسی وقت کام تمام ہو چکا تھا غرض کیفیت سنگر  
 مختار الدولہ اندیشہ مند ہوئے اور صبح کے وقت نواب کے پاس نہ گئے دو مرتبہ  
 سرکاری عصابہ دار بھی جلالی کے لیے آیا۔ مختار الدولہ نے کسل طبیعت کا عذر  
 کر دیا جب تیسری بار عصابہ دار یہ پیام لایا کہ جو طبیب و علاج مختار کے گھر میں  
 مہیا ہے وہ یہاں بھی موجود ہے۔ مناسب ہے کہ جلد آؤ جناب عالی تمھارے انتظار  
 میں ابھی تک خواجگاہ سے برآمد نہیں ہوئے۔ تو مختار الدولہ نے مجبور ہو کر  
 چھ سات سو سوار کا گزدار اور اکثر عزیز واقارب اپنے ساتھ لیے اور پہلے مسٹر  
 جان برسٹورز ریڈنٹ کے پاس گئے کہ اُس کو فی الجملہ اپنی کیفیت سے مطلع کریں  
 یہ معاملہ سفر مقام اُٹا وہ مین پیش آیا تھا نواب اقصیٰ الدولہ کو جو یہ خبر ہوئی  
 تو وہ بھی سوار ہو کر فی الفور جان برسٹو کے ڈیرے پہنچے۔ نائب اور نمیب  
 کے پس و پیش پہنچنے میں چند منٹ کا تفاوت واقع ہوا ابھی مختار الدولہ  
 نے باتیں شروع کی تھیں کہ نواب وزیر کی آمد آمد کی خبر ہوئی۔ مختار الدولہ  
 اور صاحب ریڈنٹ نے استقبال کیا۔ نواب نے مختار الدولہ کی طرف مخاطب  
 ہو کر فرمایا کہ ہم نے کیا بدی کی تھی کہ تم نے ہمارا دو تین کروڑ روپیہ خراب کیا اور  
 اُس کا حساب نہ سمجھایا۔ مختار الدولہ نے یہ اشارہ سن کر اپنی مہرجان برسٹو صاحب  
 کے حوالے کی اور جواب دیا کہ صاحب میرے ضامن ہیں ایک کروڑ دو کروڑ روپے  
 تک جو میرے قلمے ثابت ہوں میں اُن کے ادا کرنے کو حاضر ہوں لیکن جس وقت



کہ گلے سے لگا لیا اور اپنے دل سے غبارِ کدورت نکال ڈالا اور خلعتِ دیکر فرزندِ خواہ  
بنایا اور تمام فوج کا مختار کر دیا بسنت علی خان اپنے خیمے کی طرف شاد کام لٹا اور  
ایک ہفتے تک یہ معاملہ اسی طرح رہا کوئی صدا نہ اُٹھی۔

## مختار الدولہ اور بسنت علی خان خواجہ سرا کا مارا جانا اور آصف الدولہ کا ہلاکت سے بچ جانا

بین الدولہ سعادت علی خان جو بیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ شجاع الدولہ  
کے عہد سے برہی کے انتظام میں مصروف تھے اور اس عہدِ حکومت میں مختار الدولہ  
نے جان پر سٹو سے اجازت لے کر اُن کو اُس کام سے معزول کر کے بلالیا تھا یہ نہایت  
مذہب تھے حکامِ کہنہی کے ساتھ خط و کتابت جاری تھی لیاقت و دانائی کی وجہ سے  
شجاع الدولہ کی جملہ اولاد میں ممتاز تھے اور علامہ فضل حسین خان اُنکی انا لیتی میں  
رہتے تھے سعادت علی خان بھی اُن کے میں فواب وزیر کے ہمراہ تھے اور سلطنت کی تمنا  
و امنگیں تھی اُنھوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جب تک مختار الدولہ کے عروج پر  
پانی نہ پھرے گا گوہرِ مدعا کا ہاتھ اُٹا دیتا رہے بسنت علی خان سے موافقت پیدا  
کی اور بسنت علی خان اور جہاؤ لال سے اودھ کی نیابت دینے کا وعدہ کیا اور  
مختار الدولہ و آصف الدولہ کے قتل کرنے کی فکر کی راجہ جہاؤ لال۔ فضل علی۔ طالب علی۔  
خیالی خان۔ مراد علی اور نور الدین اس کام پر مامور ہوئے اور میر باقر اور یوسف خان  
جو محمد بشیر کے ساتھ والون میں تھے اُنھوں نے بھی شرکت کی اور فضل حسین خان بھی



بٹھا کر اپنے خیمے میں لائے۔ ابھی ان کی سواری خیمے میں نہ پہنچی تھی کہ بسنت علیخان  
 وغیرہ نے یہ خبر سن لی اور اُن پر پریشانی نے ہجوم کیا بسنت علی خان تو سلامی دیکر  
 بھاگ کر اپنی فوج میں جا چھپا اسی طرح اور بھی روپوش ہو گئے فقط راجہ جھاؤللال  
 کی شامت سر پر سوار تھی حاضر رہا اُس کو نواب نے بلا کر مختار الدولہ کے حوالے کیا  
 اور فرمایا کہ اس کو قید رکھو۔ مختار الدولہ نے جھاؤللال کو ایک خیمے میں قید کر دیا  
 فقط اسی قدر ممانعت کی کہ قلمندان اور ہتھیار اس کے پاس نہ جانے پائیں اور  
 پہرہ سر پر رہے اسکے سوا عمدہ کھانوں اور کپڑوں اور ناچ گانے میں کوئی متور نہ تھا  
 مختار الدولہ کا نائب انور علی خان خواجہ سرخو د جھاؤللال کے ڈیپ پر پہنچا اور  
 تمام مال و اسباب اُس کا ضبط کر لیا اور لاواولی عوالف جو اُسکی محبوبہ تھی اُسے پابہ بنجیر  
 کر کے اپنے کیمپ میں لے آیا اور ایک چھوٹے خیمے میں قید کر دیا۔ چند روز کے بعد مختار الدولہ  
 نے نواب وزیر الممالک کو اپنے اوپر متوجہ دیکھ کر عرض کیا کہ حضور کے چند نوکر میری جان  
 لینے کے درپے ہیں اگر حضور کو فدوی کی خاطر منظور ہے تو اُن کی جوابدہی کا معاملہ  
 میرے سپرد کر دیں نواب نے اجازت دی کہ جس طرح مناسب سمجھو اپنے حریفوں کو  
 شکستہ عذاب میں کھینچو بسنت علی خان کو اب پورا یقین ہو گیا کہ مختار الدولہ مجھ کو قید  
 کرینگے اُن کے چنگل سے رہائی مشکل ہے تو اپنے چند دوستوں کے مشورے سے  
 کلام اللہ ماتھ میں لے کر مختار الدولہ کے پاس گیا اور قسم کھائی کہ مجھ کو اطاعت کے سوا  
 کوئی بات منظور نہیں۔ مختار الدولہ نے اُسکے ہاتھ سے کلام مجید لے لیا اُسے تلبیس قریب  
 کی راہ سے مختار الدولہ کے طشت کا پانی جس میں اُنھوں نے پاؤں دھوئے تھے  
 لے کر پی لیا مختار الدولہ باوجود مخالفت کے اُسکی ارادت کے ایسے مفتون ہوے

یہ تقریر بابین میں اٹھین حرفوں سے لکھا ہوا ہے ۱۲



کا مورد عنایت ہو اور باطنامہ زراعت علی خان سے سازش کی کہ جب بندہ مختار الدولہ کو مار کر آئے تو قمع چند ہراہیوں کے سوار ہو کر پہونچ جانا بندہ آصف الدولہ کے پاس پہونچ کر ان کا کام بھی تمام کر دے گا اور آپ کو مسند ریاست مل جائے گی جب یہ مشورہ ملے پا گیا تو بسنت علی خان نے از سر نو مختار الدولہ سے براہ کمر و فریب ملاپ کیا۔

فرح بخش مین شیو پر شام نے ذکر کیا ہے کہ مختار الدولہ کو نیابت حاصل ہوئے عرصہ نہ گذرا تھا کہ اعیان سلطنت کے استیصال پر کمر باندھی اور بتدریج ہر ایک کو برباد کر دیا اور جو جو ہاتھ لگا اُس کو قید کر کے بڑی سختی اور عذاب کے ساتھ ہلاک کیا اول شخص اُنکے پیچھے جان بچا لے گیا وہ اچھ خان ہے کہ رنگ صحبت بدلا ہوا دیکھ کر حصول خلعت وزارت کے بہانے دہلی کو چلا گیا اور مختار الدولہ کی دراندازی کی وجہ سے بادشاہ کے اہل سے بدون حصول خلعت اکبر آباد کو نواب ذوالفقار الدولہ کی حمایت میں چلا گیا۔ دوسرا محمد بشیر ہے کہ جب اُس نے دیکھا کہ مختار الدولہ میری بربادی کے درپے ہیں تو بے رحمہ علاقہ نجیب آباد سے کنارہ کشی کر کے اکبر آباد کو چلا گیا تیسرا نواب گر گو شامین ہے کہ وہ اٹاوس سے بھنڈے کے انتظام کا بہانہ کر کے آصف الدولہ سے خدمت حاصل کر کے چلا گیا اور بھنڈے کو جلا کر اور لوٹ کر ذوالفقار الدولہ کے پاس پہونچا پر گنہ فتح آباد اور سعد آباد اُسکی جائداد میں ذوالفقار الدولہ نے مقرر کیا۔ انقلاب روزگار دیکھیے کہ تھوڑے دنوں سے نواب آصف الدولہ کے مزاج میں مختار الدولہ کی طرف سے کدورت آگئی تھی اور مختار الدولہ کی طرف سے بھی روز بروز حرکات جو آصف الدولہ کی بخشش اور خفگی کا باعث ہو تین ظہور میں آتین اور آثار فرامانی



اس سوال و جواب میں شیر و شکر تھے بسنت علی خان نیابت کی امید میں ہمہ تن اس کام میں مصروف تھا۔ اور آگے سے زیادہ حاضر باشی مختار الدولہ کے پاس شروع کی بظاہر دوست صادق اور جان نثار بنا طلسم ہند میں اسی طرح ہے۔ تاریخ تیمور یہ میں بیان کیا ہے کہ خود بسنت علی خان کو یہ خیال ہوا کہ وہ اب وزیر الممالک مختار الدولہ کے اس قدر مقنون ہیں کہ مطلق ماک و فوج کی خبر نہیں رکھتے اور مختار الدولہ کو شجاع الدولہ کی سلطنت کا برباد کرنا نہ نظر ہے یہ بہتر ہے کہ مختار الدولہ کو قبر میں سلا کر آصف الدولہ کو گوشہ عافیت میں بٹھا دیا جائے اور سعادت علی خان کو جو شجاع الدولہ کے فرزند و زمین نہایت لائق و فائق ہیں نشین کیا جائے یہ راز اپنے سردار ان لشکر سے بیان کیا سب کی دلی تمنا یہ تھی کہ مختار الدولہ کا استیصال ہو جائے انھوں نے اتفاق رائے کر کے اور بھی ترغیب دی اور لوہا سعادت علی خان کو مسند نشینی کا امیدوار کر کے اپنے مشورے کا سرگرم ممبر بنالیا لیکن یہ کام آسان نہ تھا اس لیے بسنت علی خان نے کروڑوں سے کام لیا۔

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ بسنت علی خان خواجہ سراج شجاع الدولہ کا نہایت معتمد علیہ تھا اور فی الحقیقت جرات سے خالی نہ تھا مختار الدولہ سے ہمسری کر کے اطاعت نہیں کرتا تھا اس لیے کر رہا ہمدرد کرنا چاہتی ہوئی اور پھر وسائل و سالیطہ کے ذریعہ سے صفائی ہوئی اسی ضمن میں ایک مرتبہ ایسی زنجش بڑھی کہ آمیزش کی صورت نہ ہوئی آصف الدولہ بھی دل میں بسبب خود مختاری مختار الدولہ کے جو سرجان پستو سے متفق تھے آزدہ ہو کر ان کے معزول کرنے اور قتل کرنے کی فکر میں تھے بسنت علی خان خواجہ لجنل صاحب کے اس راز کو پا گیا چاہا کہ مختار الدولہ کو کسی طرح سے مار کر آصف الدولہ



دوست صادق نظر آتا تھا بسنت علی خان نے اُس وقت بعض اپنے مخلصوں کو کہہ اُن  
 مین سے میر قدرت اللہ کے دو لون بھانجے مراد علی اور لطف علی تھے مطلع کیا کہ  
 قتل مختار الدولہ کا عزم ہے جب مختار الدولہ بسنت علی خان کے خیمے پر پہونچے  
 تو اُس نے سر دروازہ تک استقبال کیا اور نہایت تواضع کے ساتھ سواری سے  
 اتار کر مسند پر لا بٹھایا اور نذر دکھائی جس قدر جمعیت جلو اور سواری کی ہمارہ تھی  
 مختار الدولہ نے اُس کو رخصت کر دیا وہاں پر سولے چند طوائفوں کے اور کوئی نہ تھا  
 اور جلاوطنہ لطف بھی جو مختار الدولہ کی مرغوب تھی وہاں موجود تھی اور سونا و  
 گنن قوال جو نہایت خوش گلو تھے حاضر ہوئے مختار الدولہ کے ساتھ کئی آدمی  
 ایسے بھی تھے کہ وہ بوجہ تقرب کے خیمے کے اندر چلے آئے تھے انکو بھی مبالغہ و تاکید  
 کے ساتھ واپسی کی اجازت دی یہ سب اندر سے چلے آئے اور باوجود مختار الدولہ  
 کے اُفتد کے اپنے اپنے مقاموں پر حیرت زدہ سے بیٹھ گئے اس زمانے میں گرمی شدت  
 سے پڑتی تھی اور لو چلتی تھی لشکر میں اکثر امیرون نے تہ خانے بنوائے تھے بسنت علی خان  
 نے بھی ایک تہ خانہ بنوا کر فرش و اسباب وغیرہ سے آراستہ کیا تھا جب دُھوپ  
 تیز ہوئی تو مختار الدولہ کو تہ خانے میں چلنے کی تکلیف دی اُن کا جام حیات لبریز  
 ہو چکا تھا انھیں بسنت کی خبر تو تھی نہیں اپنے پیروں سے قبر میں اترے غرض کہ  
 درباری کپڑے اتار کر آرام تمام استراحت فرمائی اُن کی محبوبہ دلنواز بھی حاضر تھی  
 اور بسنت علی خان بھی وہاں موجود تھا مختار الدولہ کی منشا ایسی پائی گئی تھی  
 کہ کوئی اور یہاں نہ ہے اسلئے صرف یہ تین شخص اور کچھ خدمتکار اُس جلسے میں ہے  
 دور ساغر کارنگ جما اس تہ خانے میں فواہ جاری تھے اور ایک حوض پائی سے



صا در ہوتے تھے نواب انکی حرکات و سکنات سے تنگ آ گئے تھے اسلئے انکی گرفتاری و قتل کے ورپے تھے بسنت علی خان جو نواب آصف الدولہ کا ازدار تھا ان کے ارادے اور منشا پر مطلع ہو کر مختار الدولہ کے قتل پر آمادہ ہو گیا بلکہ خاص آصف الدولہ کی اجازت سے اس کام پر مستعد ہوا اور مختار الدولہ کی دعوت پر عداوت مقرر کی۔

القصد بسنت علی خان نے مختار الدولہ سے نہایت عجز و نیاز کے ساتھ عرض کیا کہ بندہ بسبب نخوت ایام کے چند روز تک آپکی نظروں میں مردود رہا گو بعد اسکے نصیب کی یاد دہی سے مورد عنایت ہوا لیکن اب تک ہچشمون میں حرمت و عزت نہیں ہے اور تمام تسکیرین انگشت ماہے آپکی عنایت سے مرتبہ غلامی کو پہنچا اس لیے آرزو مند ہوں کہ غریب خانے پر تشریف لے جا کر ہمسروں میں سر بلند فرمائیے مختار الدولہ اس وقت کسی کو دنیا میں اپنی برابر نہیں جانتے تھے اور موت کا وقت قریب آپہونچا تھا اسلئے بلا تامل منظور کر لیا اور کہا کہ کل ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہے ہم سیر کے لیے سوار ہونگے واپسی کے وقت تھکے ڈیرے میں اتر کر ایک دن اور ایک رات وہاں تفریح و تماشے میں بسر کریں گے۔

بسنت علی خان نے سامان دعوت کی تیاری کی اور عمدہ عمدہ کھانے پکوائے۔ مختار الدولہ دوسرے دن دربار میں آکر آصف الدولہ سے رخصت ہوئے اور نواب کی تمام فوج کو جلو میں لے کر سیر و تفریح کے لیے سوار ہوئے مراجعت کے وقت بسنت علی خان کے ڈیروں کی طرف آئے مختار الدولہ کے بعض ہوا خواہوں نے منع کیا کہ وہاں نہ جانا چاہیے لیکن قضا نے انکی آنکھوں پر غفلت کے پردے ڈال دیے تھے کچھ سماعت نہ کی دشمن جانی



اُنکے بے طلب اور مسلح آنے سے کسی قدر مستی سے ہوش میں آگئے اور زور سے کہا کہ ان کو مرنے دے، وہ ان کو ن تھا کہ اُنکی مدد کو پہنچنا یا ایسی سختی میں ان کا سپرنتا اور تانچ شاہیہ میں لانچ آدمیوں کا قتل کے لیے آنا لکھا ہے انہیں سے فیصل علی اور میر طلب علی اندر آگئے تھے اور باقی تین آدمی باہر کھڑے رہے تھے مختار الدو سبھو گئے کہ یہ مجھے قتل کرنے کو آئے ہیں اپنی جگہ سے دروازے کی طرف لپکے فیصل علی نے دوڑ کر پہلو میں کٹار ماری مختار الدو نے دونوں ہاتھ اُس کی کمر میں ڈال کر پکڑ لیا اور ایسے کودے کہ دونوں حوض میں جا پڑے لیکن اُن کا کام کٹار سے تمام ہو چکا تھا بھر میر طلب علی نے پہونچکر چند پیش قبض مارے اُنکی جان نکل گئی سر کاٹ کر زمین پر ڈال دیا یہ واقعہ ۲ صفر ۱۱۹۹ھ ہجری یوم چہار شنبہ کو مقام اماوہ میں ظہور میں آیا تھا ایک سال ۱۲ ماہ ۸ دن کا رنیا بت انجام دیا میر محمد یعقوب نے اس سانچہ کی تاریخ کیا مزہ دار موزوں کی ہے ۵

قتل مردے بنو دنا مردے

کسی اور شخص نے اُن کے مقتول ہونے کی تاریخ تعمیر کے ساتھ یوں نظم کی ہے۔

مرنے والا خان شہید اکبر شد از جفلے سپہ گردان شوم

سرفاقل گرفتہ ہاتف گفت بہر تاریخ سید مظلوم

بعض ضد متکار جو حاضر تھے قتل کے خوف سے جان بچا کر محل گئے اور خیمے میں

خبر پہونچائی بسنت علی خان خواجہ سراج دوتین کپنی کے تیار و مسلح آصف الدولہ کے پاس آیا اور اپنی فوج کو مع تو پچانہ تیار کر آیا تھا منشا اُسکی یہ تھی کہ وہ اب کو



بھرا ہوا تھا مختار الدولہ سفید بار یک کرتا پہنے تھے دونوں پائون حوض میں الیہ  
یوسف خواجہ سرکہ نہایت حسین تھا اور شجاع الدولہ کا منظور نظر تھا پائون مٹنے  
کے لیے بلالیا گیا۔ ایک گھڑی نگذری تھی کہ ایک چوہدار آیا اور بسنت علی خان سے  
کہنے لگا کہ خان تیار ہیں مختار الدولہ کو اس کا یون بے حجابانہ چلے آنا ناگوار گذرا  
ناراض ہوئے اور کہا کہ یہ کونسا وقت دسترخوان لگانے کا ہے بسنت علی خان نے  
عذر کیا جب دوپہر ہوئی مختار الدولہ نے خدمتگاروں کو بھی رخصت کر کے ارادہ  
خواب آخرت فرمایا یہاں تک کہ کوئی پاس نہ رہا شراب کی زیادتی کی وجہ سے مدہوش  
تھے اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خدمتگاروں کو رخصت کر دیا  
تھا اور بعض موجود تھے یا یہ ہو کہ تہ خانے کے دروازے پر بعض خدمتگار حاضر  
ہے ہوں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ روایت صحیح ہے کہ تہ خانے میں آنے  
سے پہلے کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ بعض اقربائے مختار الدولہ مؤلف میر المتماخون  
سے کہتے تھے کہ شراب میں نہر ملایا تھا اگر نہ مارتے تو بھی زہر سے مر جاتے۔ شیو پر شاہ  
نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ جب وہ سو گئے تو راجہ جھاؤ لال کے مغلوں نے  
بسنت علی خان کے اہل اسے چھری سے کام تمام کر دیا اور سیر المتماخون میں ہے  
کہ میر مراد علی اور اس کے بھائی نے مع دو تین اور ہمراہیوں کے منکر و کیر کی صورت  
تہ خانے میں آکر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تا بیخ تیموریہ اور تاریخ شاہیہ میں ذرا اس کو  
تفصیل سے لکھا ہے کہ مختار الدولہ کے قتل سے پہلے بسنت علی خان نے بناوٹ  
سے اپنے آپکو بدست قرار دیا اور اچکا نیان لیتا وقت کرتا باہر نکل گیا اس وقت  
سات آدمی جو تہ خانے کے دروازے پر منتظر کھڑے تھے اندر آنے لگے مختار الدولہ



اشارہ کیا کہ اس کو قتل کر ڈالین اور خود بھی اپنے ہاتھ کا نتیجہ اُس پر خالی کیا  
نواز سنگھ اور بولاس سنگھ اور موتی سنگھ وغیرہ مروجہ حضور می نے جو سنت  
دشمنی رکھتے تھے فوراً تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور سرتن سے اڑا دیا اور قتل کرنے  
کے بعد گالیان دے کر باپوش کاری بھی کی اور نواب وزیر فوراً اُسے کریمپے کے  
بالا خانے پر چسپہر کو ترخانہ تھا پہونچے۔ خواجہ غلام محمد خان عرف بڑے سے مرزا جو  
سنت علی خان کا بھانجا مشہور تھا اور بعض نے چچا یا خالو بتایا ہے اکثر دربار  
میں آیا کرتا تھا قصار اُس وقت بھی آن پہونچا اور سنت علی خان کو مقول دیکھ کر  
متحیر اور غضبناک ہوا اور نیچے جو کمرین تھامیان سے نکال کر نواز سنگھ کی کمرین مارا  
اگر بچکا نہ بندھا ہوتا تو دو ٹکڑے ہو جاتے غلام علی خان جو غیاثی کے نام سے  
مشہور تھا اور اُس زمانے میں نواب کا مورد کرم تھا تواریمان سے نکال کر خواجہ غلام محمد  
کے سامنے آیا خواجہ نے اُسکے توار ماری وہ بھاگ نکلا نواب کے سب آدمی بھاگنے  
لگے وہ بالا خانے پر پہونچا۔ خانی خان بھی توار اور ڈھال لے کر سامنے آیا اور  
کہا کہ ارادہ کیا ہے جس ہاتھ سے آیا ہے اُدھر ہی چلا جا اور نواب مطلق اپنی جگہ  
سے حرکت نہ کرے خواجہ سے بولے کہ کیوں کھڑا ہے اُس نے عرض کیا کہ پاس نہ لگتا  
ہوں ورنہ ہندوستان کو بے چراغ کر دیتا فرمایا کہ چلا جا عرض کیا کہ اس شرط سے  
جاؤں گا کہ کوئی مجھ سے متعرض نہو یہاں سے آبرو کے ساتھ نکل جاؤں فرمایا کہ  
نواب مرحوم کی روح کی قسم کوئی تجھ سے متعرض نہ کرے گا وہ آداب بجالا کر باہر نکلا  
جوتے بھول گیا تھا لوٹا اور جوتے پہن کر چلا گیا۔ جب بٹے عزت کے بالا خانے سے  
تے اُترا تو چوکی کے خاص برداروں نے چاہا کہ بند و قون پر دھر مین نواب نے



قتل کر کے سعادت علی خان کو اُن کا قائم مقام کر دے محافظوں نے کسپنیوں کو روک لیا اُسے تنہا جانے دیا جاسوسوں نے پہلے سے نواب کو خبر کر دی تھی کہ یہ واقعہ گذر رہا ہے اور بسنت علی خان ادھر آ رہے وہ نہایت پریشان ہوئے دربانوں نے اُسے روک کر نواب کو اطلاع کی تو انھوں نے تنہا بلایا بسنت علی خان اُس وقت نشے میں اپنے آپ سے بھی بے خبر تھا اور تدبیر کار سے غافل شمشیر بہمنہ در دست عین نشے میں اگر تسلیم مبارکباد عرض کی کہ حضور کے دشمن کو حسب حکم قتل کیا۔ اصف الدولہ بے حد مسرور ہوئے۔ مگر ظاہر داری کے واسطے تاکہ مخلوق میں مطعون نہوں غضب آلودہ ہو کر کہا کہ اُسے ناک حرام بتانے یہ کیا غضب کیا تجھ کو کس نے اجازت دی تھی بسنت علی خان نے نواب کا مزاج برہم دیکھ کر عرض کیا کہ راجہ جھاڑ لال کے فلان ہمراہی نے اُسے بے گنہہ کو مار ڈالا ہے اور تاریخ مظفر سی میں لکھا ہے کہ بسنت علی خان نے یہ جواب دیا کہ کسی کے حکم پر کیا موقوف تھا جبکہ اُس کو آقا کا دشمن پایا مار ڈالا۔ سیر المتاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ بسنت علی خان کو شمشیر کبف دیکھ کر اصف الدولہ نے اپنی جان کے خوف سے کہا کہ شمشیر بہمنہ کیون آتا ہے کیا میرا ارادہ رکھتا ہے وہ بغلین جھانکنے لگا اور دیکھا کہ راجہ نواز سنگھ اور خانی خان اور چندا شخص نواب کے پاس مسلح کھڑے ہیں وقت ہاتھ سے جھانچکا تھا عرض کیا کہ کیا مجال کہ ناک حرامی کروں اصف الدولہ نے فرمایا کہ تو ار پھینک دے اُسے دور ڈال دی جب نہتا ہو گیا تو اصف الدولہ نے لوگوں کو

۱۱ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

۱۲ دیکھو فرخ بخش مولفہ شیو پرشاد ۱۲



نکر ہو اگر دونوں نمک حرام ملے گئے تو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ لیا تم کس واسطے  
 بغاوت پر آمادہ ہوتے ہو بدستور اطاعت و فرمانبرداری پر ثابت قدم رہو میں  
 ہر ایک شخص پر مہربانی رکھوں گا اور بسنت علی خان سے زیادہ مختار اخیال کروں گا  
 جب ان لوگوں نے اپنے ولی نعمت کی زبان سے کلمات تسلی آمیز سنے تو دل کو  
 صبر و شکیب حاصل ہوا اور کمر بن کھول دین پھر نواب وزیر مختار الدولہ کی سپاہ  
 میں گئے اور وہاں بھی افسروں کو بلا کر دولہ ہی کی اور خار کلفت و ملائت امن  
 کے سینوں سے نکال کر ان کی تسکین کی لیکن چشم زدن میں دونوں سرکاروں  
 کے کارخانے اور سامان امارت لٹ کر برباد ہو گئے اور تمام قیمتی اشیاء مفد  
 ہاتھوں ہاتھ اڑا لے گئے۔

نوازش علی خان خواجہ سر نے مختار الدولہ کی لاش کو تجمیز و تکفین کے بعد  
 آغوش لحد میں سو نپا اور وہیں اناوے سے دو کوس محل کران کا مقبرہ بنوایا اور  
 بسنت علی خان کی فوج کے آدمیوں نے اُسکی لاش کو بڑے کروفر سے اٹھایا اور  
 خاک میں ملا یا۔ اور کھانے تقسیم کیے۔ مختار الدولہ نے لکھنؤ میں دریائے گومتی  
 کے پاس جہان حسن باغ اور سیدون کا احاطہ تعمیر ہے لاکھوں روپے کے مصارف سے  
 مظفر حسین خان کے اہتمام میں عالی شان عمارات بنوائی تھیں اور سیدون کا احاطہ  
 اُس زمانے میں مختار الدولہ کا احاطہ مشہور تھا۔ ان عمارات میں سے اکثر منہدم  
 ہو گئیں اور کچھ ضبط ہو گئیں۔

شیو پرشاد نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے بسنت علی خان  
 کا علاقہ مرزا حسن رضا خان اور راجہ جگناتھ داماد راجہ صورت سنگھ کے سپرد کر دیا



فرمایا کہ سننے اس کو پناہ دی ہے۔ تاریخ مظفری میں ہے کہ جب بڑے مرزا نے سنا کہ  
 بسنت علی خان مارا گیا تو وہ حال تموارے کر آصف الدولہ کے ہاں پہونچا اور بسنت  
 کی لاش کو دیکھ کر کہا کہ اس کو کس نے مارا ہے حاضرین میں سے ایک شخص غصے کے ساتھ  
 بولا کہ میں نے مارا ہے بڑے مرزا نے اُس کو وہیں ملک عدم کو پہونچا یا نواب نے  
 یہ حال دیکھ کر کہا کہ ہمارے سامنے سے چلا جا اُس نے عرض کیا کہ اگر کوئی مجھ سے  
 نعرہ نہ کرے گا تو مجھے بھی کسی سے پر خاش نہیں وزیر نے کہا کہ جانچ سے کسی کو  
 کام نہیں وہ وہاں سے چلا گیا۔ اور شیو پرشاد کی فرج بخش سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ بڑے مرزا نے نواز سنگھ کو زخمی کیا اور صحیح و سلامت دربار سے نکل کر اپنے خیمے  
 میں آیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی جان و مال کی سلامتی سے اکبر آباد کو اپنے خان  
 کے پاس چلا گیا اس عرصے میں بسنت علی خان کی پلٹنیں جو نواب وزیر کے قتل ہونے  
 کی منظر عین سرا پر دے تک آپہونچیں۔ اور مختار الدولہ کی فوج بھی اقام کیلئے  
 تیار ہو گئی اور قریب تھا کہ ان دونوں فوجوں میں تصادم ہو کر شکر لٹ جائے  
 اس وقت لشکر میں ایک تلام پر پاتھا بازاری اور دو کاندار اور سپاہی سردار  
 اپنی اپنی اشیائے نفیس اٹھا اٹھا کر اُٹان و خیران چاروں طرف بھاگنے لگے  
 سرداروں کی عورتیں ضیق فرصت کی وجہ سے سواری کی تیاری کی راہ نہ دیکھ کر  
 برہمنہ پانچیمون سے محل کھڑی ہوئیں قریب تھا کہ بد معاش لوٹ مار شروع کر دیں مگر  
 نواب وزیر ہمت کر کے سب کی تسلی کے لیے ہاتھی پر سوار ہو کر سرا پر دے سے باہر نکلے  
 انور خان خواجہ سرا جو مختار الدولہ کا نائب تھا خواصی میں تھا اداں بسنت علی خان  
 کی سپاہ میں گئے اور افسروں کو بلا کر انہیں بہت مہربانی کی اور فرمایا کہ تم سرکار کے

سعادت علی خان نے گوشائین کو یہ کہا کہ اگر تم اپنے لگے وعدے پر قائم رہو تو جو کچھ دل  
میں ٹھہرائی ہوئی ہے وہ بات ابھی ظہور میں آسکتی ہے گوشائین نے جواب دیا کہ  
ہم سب بسنت علی خان سے قویٰ دل تھے اُسکی مدد سے اس کام پر آمادہ ہوئے تھے  
اُس کے مارے جانے سے شیرازہ استقامت کچھ گیا کسی کا دل مطمئن نہیں ہر اک اپنے  
کام میں حیران ہے میں دوسرے کی کوئی کیا مدد کر سکتا ہوں ہر کار ہائے اخبار نے یہ خبر  
نواب آصف الدولہ تک پہنچائی وہ جلد سوار ہو کر اُمر اوگر کے خیمے میں آئے اور  
سعادت علی خان کے یہاں آنے کا سبب دریافت کیا گوشائین نے سخن سازمی کی  
سے قسم کھائی اور کہا کہ مجھ کو کسی طرح حضور کے ساتھ دغا منطور نہیں آخر کار نواب  
آصف الدولہ وہاں سے اُٹھ کر جان برسنو صاحب کے خیمے میں چلے گئے اور مختار الدولہ  
کے قتل کے بارے میں کلمات حسرت آمیز کہنے لگے جان برسنو صاحب نے بھی بہت افسوس  
کیا جس وقت نواب آصف الدولہ نے رزیدنٹ کے خیمے کی طرف رخ کیا گوشائین نے  
سعادت علی خان سے کہا کہ اس وقت آپ کی حمایت کرنا اگر بزدلوں سے جنگ مول لینا  
ہے بہتر یہ ہے کہ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں نواب وزیر بھی آپ کی طرف سے برلمان  
میں اُس وقت سعادت علی خان نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا کہ اگر تمکو حمایت سے  
گریز ہے تو مجھ کو کسی طرف حفاظت کے ساتھ پہنچا دو گوشائین نے کہا کہ یہ بات بھی  
ہو نہیں سکتی گر میں آپ کو ایک گھوڑا میسی دیتا ہوں جو سو کوس راہ طے کر سکتی ہے  
اور اس وقت سپاہ کا بلوا ہے کوئی کسی کی خبر نہیں رکھتا اُس پر سوار ہو کر جدھر  
جی چاہے نکل چلیں کہ اس اُٹھ کے مٹ جانے کے بعد البتہ نواب وزیر آپ کے ساتھ  
برسی کریں گے نواب سعادت علی خان اُس گھوڑی پر سوار ہو کر گھبرا کر اُٹھ کر تلک سے اُکبر آباد



راے پرنسپل نے اپنی کہ نواب شجاع الدولہ کے عہد میں بسنت علی خان کی سپاہ کی موجودات اور بخشی گری کا کام کیا کرتا تھا اس کو راجہ بھاولال نے بسنت علی خان کی حیات میں ہزاروں بے رحمی اور ذلت کے ساتھ قید کر دیا تھا اب اُس سے بھاولال نے مختار الدولہ اور بسنت علی خان کا تمام مال و اسباب وصول کر کے قید کر دیا مگر ابھی منالال دیوان بسنت علی خان قید میں ہے لالہ عالم چند کہ دیوان کا پیشکار ہے اُس طوفان بے تمیزی سے رہائی پا کر کمپ میں پہنچ گیا۔

## سعادت علی خان کا بدنامی اٹھا کر نجف خان و فقار اللہ کے پاس چلا جانا

جب اب سعادت علی خان کو یہ حال معلوم ہوا کہ مختار الدولہ مارے گئے اور بسنت علی خان وزیر الممالک کو قتل کرنے کو گیا ہے تو اس نوید کے سنتے ہی بے تامل اپنے خیمے سے روانہ ہوئے امر آؤ گر کے کمپ تک پہنچے تھے کہ علامہ فضل حسین خان مل گئے اور انھوں نے بسنت علی خان کے بھی مقتول ہونے کی خبر سنائی اور کہا کہ لشکر علی بن خنیزری کا واقع ہونا آپ کے اشارے سے مشہور کرتے ہیں سعادت علی خان اس خبر سے پریشان اور اندیشہ مند ہوئے اور سوچے کہ کیا کرین مفت بدنام ہوئے نہ اصف الدولہ سے مطلب کا مقدور بخانہ یا اسے قیام تھا لاچار ہو کر اُسی دم امر آؤ گر کو شائین کے خیمے میں پہنچ کر اُس سے مدد چاہی سیر المتاخرین میں لکھتے کہ سعادت علی خان نے گو شائین سے یہ بھی کہا کہ اگر تم حمایت کرو اور میرے بھائی کو مسند سے اٹھا کر مجھ کو مسند آرا کرو تم تمہیں بڑے مرتبے پر پہنچا دوں اور تاریخ تیمور یہ میں کہتا ہے کہ نواب

زندگی سے اُنکے ساتھ منسوب تھی ملاح کیا اور اسکے بعد ذوالفقار الدولہ کے پاس چلے گئے۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ ذوالفقار الدولہ نے مرزا کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر استقبال کیا اور کمال عزت کی کپڑوں اور جواہر کے خوان اور گھوڑے با تھی دیے اور دلجوئی کرنے لگا اور آمد و رفت میں بہت سا پاس ادب کرتا اگر خود جا کر ملاقات کرتا سعادت علی خان کے تکلیف کھینچنے کا روادار نہ تھا۔ اگر اتفاقاً مرزا سعادت علی خان اُس کے قیام گاہ پر چلے جاتے تو دروازے تک استقبال کر کے اپنی مسند پر بٹھاتا اور خود مودب نیچے بیٹھتا۔

شیو پرشاد نے فرح بخش میں بیان کیا ہے کہ نجف خان نے یہ تجویز کی کہ وزارت کی نیابت سعادت علی خان کے لیے اور غسل خانے کی داروغگی مارا الدولہ کے لیے اور خانسامانی کی خدمت کرم قلی خان بن منیر الدولہ کے لیے مقرر ہو۔ ایک دن سعادت علی خان اکبر آباد میں اپنی ناکامیابی سے خفا ہو کر دریائے جمنا سے عبور کر کے شاہ درے میں جا اترے اور ارادہ کیا کہ فوج جمع کر کے بریلی وغیرہ قطع رو ہیلیکسٹ پر قبضہ کریں ذوالفقار الدولہ نے اُنکے مزاج کی ناخوشی پر مطلع ہو کر کرم قلی خان کو بھیج کر سعادت علی خان کو سمجھا کر لوٹایا اور راضی و خوش دل کر لیا اور بیانہ وغیرہ تین محال انگی جاگیر میں مقرر کر دیے اور دو پلٹنیں کہ مقابلہ کرنیل مارکرے کوڑے اور اناوے کی طرف سے بھاگ آئی تھیں وہ سعادت علی خان کے سپرد کر دیں اور اصحف الدولہ کو تحریر کیا کہ شجاع الدولہ کے عہد سے اقطاع روہیلیکسٹ سعادت علی خان کے تحت حکومت میں مناسب یہ ہے کہ آپ پر سترہ ہاک مرزا کے سپرد کر دیں اگر آپ تعویق و اغماض کریں گے تو مرزا بارادہ نا صواب کوئی حرکت کرینگے صفا الدولہ



کی طرف چلے گئے انکے ساتھ علامہ تفضل حسین خان اور انکا بھائی رحمت اللہ خان  
 اور دو مہین پڑانے نواب کے نوکر جنھوں نے ایسے وقت میں بھی ساتھ نہیں چھوڑا تھا  
 اور مختار الدولہ کے چند قاتل تھے۔ بڑی کوشش کے ساتھ کڑی کڑی منزل میں طے کر گئے۔  
 راستہ بھول گئے گنوارون نے فتحپور کے پاس اُن کا مال و اسباب لوٹ لیا راہ بھول کر  
 مرزا سعادت علی خان گوہر کے علاقے میں پہنچے تفضل حسین خان کو میر مظہر علی خان  
 سے رابطہ اتحاد تھا اور یہ شخص رانا پتھر سنگھ کی سرکار میں بڑا اقتدار رکھتا تھا اسوجہ  
 سے گوہر کے علاقے میں تھوڑی دیر آرام کیا اور تفضل حسین خان نے میر مظہر علی خان کو  
 مرزا کے آنے سے خبر دی اُس نے فوت کے اقتضا سے رانا کو خاطر داری و مہمانی پر  
 آمادہ کیا رانا اندھیری رات میں چند رفیقوں کو ساتھ لے کر وہاں آیا اور مریم دہلوی  
 و خاطر و مدارات کے ادائیگے اور قلعہ گوہر میں لے گیا اور مناسب وقت پیش کش گزرا  
 نواب سعادت علی خان کو رانا کے حسن سلوک سے بہت تسلی حاصل ہوئی اور چند روز  
 یہاں رہ کر کلفت سفر مٹا کر امیر الامرا ذوالفقار الدولہ نجف خان کے ملک کو  
 جانے کا ارادہ کیا رانا نے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا اور اپنی کچھ فوج  
 حفاظت درہمیری کے لیے ہمراہ کر دی جس نے ان کو امیر الامرا کی سرحد تک پہنچا  
 دیا۔ جب کہ ایلچ خان کو سعادت علی خان کے اکبر آباد کے قریب پہنچنے کی خبر  
 ہوئی تو گھوڑے ہاتھی پانکی اور دوسرے سامان امارت ایک دو منزل پر بھیج کر  
 باوجود علالت کے استقبال کر کے کپڑوں کے خوان اور گھوڑے ہاتھی اور شہر فیان  
 اور روپے نذر کیے اور بہت سامان مرزا کے پاس مقرر کر دیا اور بڑی خاطر داری  
 کی۔ چند روز مرزا اکبر آباد میں رہے اور مدار الدولہ کی بیٹی سے جو شجاع الدولہ کی



آدمیوں کو موقوف کر دیا اور شجاع الدولہ کے وقت کے لشکر کے پڑنے نو کروین  
 سے بھی بہت سے لوگوں کو برطرف کر دیا اور اکثر دن کے لیے یہ مقرر کیا کہ سال میں  
 بارہ مہینوں کی جگہ آٹھ ماہ کی تنخواہ ان کو ملا کرے اور بعض کی تنخواہ سال بھر میں  
 دس ماہ کی رکھی باقی سرکار میں بچت قرار دی چنانچہ مرتضیٰ خان برہنچ کے رسالے  
 کے نصف آدمیوں کو الگ کر کے بڑی کوشش سے نصف کو باقی رکھا شاگرد پیشہ  
 مثلاً فراس خد متکار۔ چوہدار وغیرہ بھی ایک چوتھائی موقوف ہوئے اور جس قدر  
 باقی رہے تھے انکی تنخواہ بھی عالم بالا پر تھی بھوکون مرتے تھے۔ ہر ایک شخص تنخواہ  
 کے لیے داد بیدار کرتا پھرنا تھا اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا۔ بلکہ جو لوگ  
 نئے سرداری کے مرتبوں کو پہونچے تھے وہ طعن و تشنیع سے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے  
 جو رسالہ دار ایسے تھے کہ انگریزوں کی حمایت اُن کو حاصل تھی تو اُن کی تنخواہ مل جاتی  
 تھی مگر یہاں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ زر نقد کے توڑے اُن کو پرکھائے جاتے تھے بلکہ  
 وہ اس طرح ملتی تھی کہ سرکاری کپڑے اور پڑانے دھرانے مانے کے برتن اور  
 دوسری قابل نیلام چیزیں اُن کو تنخواہ کے عوض میں دی جاتی تھیں اور یہ مال سو  
 کا ہوتا تو ہزار میں کوت کر دیا جاتا۔ اس وقت نواب کی سپاہ کی حبشیت بے حد خراب  
 تھی اور جس کسی کو بھی ذرا سا تعلق ملازمت سے تھا اسکی حالت روز محشر کے مجرم  
 سے کم نہ تھی کوئی کسی کی دردمندی کی فکر نہیں کرتا تھا اور نہ کسی ستمند کی فریاد  
 سننا تھا جاگیر داران قدیم کی جاگیریں ضبط کر لین یہاں تک کہ بیگمات کی جاگیر و پرنس  
 بھی ہاتھ صاف کیا اس زمانے میں مرے میں وہ تلنگ تھے جو ایک زمانے میں مال سدنی  
 کو بھی ترستے تھے صاحبزادگی کی حالت میں نواب کی اردلی میں رہنے اور ناگفتہ بہ



نے یہ تحریر دیکھ کر ایچ خان کو جو آصف الدولہ کے پاس لکھنؤ پہونچکر نیابت کا کام کرنے لگا تھا طلب کر کے اُس سے مشورہ کیا اور دریافت کیا کہ سعادت علی خان کے باب میں کیا کیا جملے اور اس کو ہدایت کی کہ جان برستو صاحب پر یہ امر ظاہر کر کے اُن سے درخواست کرے کہ وہ اس کا تصفیہ کر دیں تاکہ فتنہ خانگی خاموش ہے ایچ خان جان برستو کے پاس گیا اور اُس سے صلاح کی تو اُس نے کہا کہ چند پرگنوں سعادت علی خان کی جاگیر میں دیرے جائیں اور نواب بہادر اور مرزا جنگلی کو اُنکے پاس بھیج کر منالیا جائے۔

آصف الدولہ کی کاہلی و عیاشی سے تمام ملکی اور  
جنگی کاموں میں فتور پیدا ہو جانارنڈیٹنٹ کا  
ہر ایک جُڑی کُلی چیز پر حاوی ہو کر سلطنت کو  
سُراٹھانے کے قابل نہ چھوڑنا

یہ سفر آصف الدولہ نے بڑی نامبارک ساعت میں کیا تھا کہ سپاہ کے بلوون سے بڑے بڑے رنج اٹھائے اور انکی قوت کو عظیم الشان صدمہ پہونچا مگر اُنہیں سمجھ کہان تھی کہ اس حالت پر اُن کو افسوس آتا اور تدارک پر متوجہ ہوتے بلکہ اُنہوں نے سپاہ کو اور کمزور کرنا چاہا۔

مختار الدولہ کے ملے جانے کے بعد پڑچند کو نواب کے مزاج میں دخل و رسوخ پیدا ہو گیا۔ اُسکے مشورے سے نواب دزیر نے مختار الدولہ کے وقت کے تمام امتیازی

انتظام افواج و اگر اسکی اسباب حرب و معزولی و بحالی سپاہ دکنی و پیشی حاصل محلات  
میں اُن کو پورا اختیار حاصل ہو گیا اُنے نوے رزیدنٹ ہنگریمان تمام کاموں کے  
مالک بن گئے۔

جو فوج نواب شجاع الدولہ نے انگریزی فوج کی تقلید پر بڑی کوشش اور  
صرف کثیر سے تیار کی تھی وہ تمام فوج جان برسلو نے آصف الدولہ کو دو تھوہی  
کے پردے میں سمجھا کر انگریزوں کے ہاتھ میں دیر میں کر نیل اور سیحرا اور  
کپتان سب انگریز مقرر ہوئے اور تمام توپخانہ جو قواعد ان فرانسیسیوں اور ارمینوں سے  
شجاع الدولہ نے تیار کرایا تھا وہ انگریزی افسروں کے ہاتھ میں آ گیا تمام فرانس اور  
ارمنی افسروں کو نکال باہر کیا بلکہ ملک سے بھی خارج کر دیا۔

امراؤ گرے نواب کو بدگمانی تھی اُس سے صاف نہ تھے اس لیے اُسکو تمام سپاہ  
بمراہی کے موقوف کرنے کا حکم دیا اُس نے جو دیکھا کہ نواب کسی طرح اُس کے حال پر  
متوجہ نہیں ہوتے نئے نئے آدمی پیش ہو کر خود نواب کے ہاتھ سے اُن کی سلطنت کی  
چولین ڈھیلی کر لے دیتے ہیں اور وہ اس فعل سے بڑے خوش ہیں اور ایسے صلاح کا دن  
کو اپنا دوست صادق جانتے ہیں تو مجبور ہو کر اُس نے نواب کی رفاقت سے پہلو ہتی  
کی اور اپنی تمام سپاہ ساتھ لے کر اکبر آباد کا عزم کیا اتفاقاً اُٹھانے راہ میں اُسکا گذر  
دہان ہوا جہاں پیر چند کے عمال و اطفال مقیم تھے امراؤ گرے ان تمام لوگوں کو اور  
اُسکے مختار کار اُمّ چند کو قید کر کے ساتھ لیا جب یہ خبر پیر چند کو پہونچی تو بہت پریشان  
ہوا نواب کے قدموں پر سر رکھ کر زار زار رُونے لگا اور مدت تک حضور میں ظہار  
در و مندی کرتا رہا اور بہت سی سفارشیں امراؤ گرے کے پاس پہونچائیں اُس نے یہی جواب دیا



کاموں کے مرکب ہونے نے اُن کو اُن کے حوصلوں سے زیادہ نواب کے ہاتھ سے  
 رستوں پر پہنچا دیا۔ نواب شجاع الدولہ کے رشتہ دار جو صاحب غیرت و حمایت تھے  
 ان اراذل و اوباش کے پیش ہو جانے سے اپنے منصبوں سے گر کر حاضر باشی سے بھی  
 محروم تھے۔ مختار الدولہ کے رشتہ دار جو اُن کی زندگی میں کسی کو اپنا ہم پلہ نہیں  
 جانتے تھے اس کبر و نخوت کے مکانات میں اس وقت اتنے درجہ اعتبار سے گرے کہ  
 بعضے معزول ہوئے بعضے قید ہوئے بعضے جلا وطن ہو کر دہر پھرنے لگے اُن کے  
 دوسرے متوسلون کی بھی بے حد ناقدری تھی یا تو وہ عروج تھا یا یہ حال ہوا کہ  
 نہایت دراز ماندہ و عاجز ہو کر سر نہنیں اٹھاتے تھے۔

جوق جوق سپاہی و سردار جماعت جماعت رسالہ دار و جماعہ دار مرزا نجف خان  
 کی ترقی اقبال کا حال سن کر اُن کے لشکر کی طرف روانہ ہونے لگے ان میں مرٹھی خان  
 برٹسج بھی تھا اور وہ بھی علی قدر مراتب قدر دانی کرنے لگے نواب کے باپ کے نوکرانہ  
 کو انے بہت نفاق پیدا ہو گیا نواب کو بھی یہ باتیں معلوم تھیں اس لیے کسی پر اعتبار  
 نہ کیا خود آرام طلب تھے کام کرنے سے گھبراتے تھے اس لیے تمام کام سلطنت کا جان بٹو صاحب  
 رزیڈنٹ کے ہاتھ میں دیدیا تمام ملک کے حل و عقد کار رزیڈنٹ کو اختیار ہو گیا  
 انھوں نے بھی سرکار کمپنی کی خیر خواہی کے کام کرنے کو ایسے بڑے وسیع ملک کے معاملات  
 میں اپنا دخل پیدا ہونا غنیمت جانا اور اُس کو لطیفہ غیبی سمجھا برٹو صاحب عقل کے  
 چلتے تھے انھوں نے آصف الدولہ کو ایسا شیشے میں اتارا اور اُن کے مزاج میں  
 وہ دخل پیدا کیا کہ نواب علانیہ کہا کرتے تھے کہ مسٹر جان برٹو میری جان ہے  
 میرا بھائی ہے میرا مالک و مختار ہے جو کچھ وہ کہے کرو۔ کل معاملات مالی و دھکی و

نہ پہونچا تھا کہ آصف الدولہ نے دہلی کے مضامین کے پھولنے ایلچ خان کے پاس بھیجے  
 اگرچہ یہ شخص اکبر آباد سے چلا جانا خدا سے چاہتا تھا کیونکہ نجف خان کے روپیہ طلب کرنے  
 سے کہ وہ ہمیشہ اُس سے مانگتا رہتا تھا تنگ آگیا تھا مگر اُس کو آصف الدولہ کی تحریر پر  
 اعتماد نہ تھا۔ مسٹر جان برسٹو سے حفظ آبرو کا وعدہ چاہا جب اُن کی تحریر پہونچی  
 تو غنیمت جانکر ۲۹ رجب الاول ۱۰۹۰ھ ہجری کو مع عیال و اطفال اور سامان اور  
 مرتضیٰ خان بڑیچ اور محمد بشیر خان کے اکبر آباد سے بے اطلاع اور مشورہ و وفکار الدولہ  
 محمد نجف خان کے محل کمرات کو شاہدے میں ٹھہرا صبح کو وہاں سے کوچ کر کے لمبی لمبی  
 منزلیں طے کرتا ہوا فیروز آباد اور شکوہ آباد کی راہ سے نبی گنج کے پاس پہونچکر نواب  
 مظفر جنگ والی فرخ آباد کو پیام دیا کہ دریاے گنگا کا پل بلا توقف تیار کر دین نواب  
 نے جواب میں لکھا کہ گھانوں اور کشتیوں پر انگریزوں کا اختیار ہے یہاں سے  
 متعلق نہیں اس لیے ایلچ خان قنوج کے پاس سرٹ میران پور کے نزدیک مقیم ہوا اور  
 گنگا کو عبور کرنے کے لیے جنرل اسٹینٹ بٹ رستم جنگ کو لکھا اُس نے جواب دیا کہ اجتماع اور  
 انبوه لشکر کی ضرورت نہیں سپاہ کو دور کر کے جریدہ اُتر کر چلے آئیں۔ ایلچ خان کے ساتھ  
 جمعیت زیادہ تھی اُس نے آصف الدولہ کو لکھا کہ غلام بوجب طلبی حضور کے  
 دس ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ قنوج میں پہونچ گیا ہے جنرل صاحب بنین اُترنے  
 دیتے اُترنے کا اُمید وار ہے نواب آصف الدولہ نے ایلچ خان کی استدعا کے بوجب  
 ایک خط جنرل صاحب کو لکھا کہ محمد ایلچ خان اور مرتضیٰ خان بیچ میری طلبی سے آتے  
 ہیں ان کو عبور کی اجازت دیدی جائے اور محمد بشیر خان کو نہ اُترنے دیا جائے آنرا لاہر



کہ میری تمام سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ کوڑی کھڑی جب تک یہاں نہ آجائے گی کبھی رہا نہ کروں گا پھر چند نے جب دیکھا کہ بے روپے ہو چکے اہل و عیال کی رہائی ناممکن ہے تو اُسکے رسالے کی تمام وکمال تنخواہ بھجوائی اور ہزاروں بار خوشامدی کی تب اُسکے متعلقین گوشائین کے ہاتھ سے رہا ہوئے۔ یہ تمام واقعات چکڑہ کوڑہ کے مقام پر ظہور میں آئے تھے۔

ایلی خان کا آصف الدولہ کے پاس آجانا اور مختار الدولہ

کی جگہ مقرر ہونا

مختار الدولہ کے ملے جلنے کے بعد نواب وزیر نے چاہا کہ مہر نیابت اقتدار الدولہ سید محمد خان برادر کلان مختار الدولہ یا سید معزز خان اُن کے منجھلے بھائی کے تفویض کریں مگر انھوں نے قبول نہ کیا اس عرصے میں انور علی خان خواجہ سرا جکا اخبار الدولہ خطاب تھا امور نیابت کو سرانجام دیتا تھا کچھ دنوں کے بعد مہر نیابت سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان کے سپرد ہوئی لیکن یہ حرف نا آشنا تھے معاملہ فہمی کی قوت نہ تھی اس لیے انگریزوں نے اس بھاری عہد پر انکا تقرر تسلیم کرنے میں تامل کیا جبکہ کوئی نیابت کے لائق نہ پایا گیا تو ایرج خان کا ذکر ہوا جو شجاع الدولہ کے مرنے کے بعد مختار الدولہ کی معاندت کی وجہ سے خلعت و وزارت لانے کے بہانے سے محل گیا تھا اور برسوں سے اکبر آباد میں تمام راجہ خان کی طرف سے یہاں کا صوبہ دار تھا اُس نے مین نجف خان اس خیال سے کہ ایرج خان کے پاس پچاس لاکھ روپیہ ہے اُس سے لے لیا جائے تو ایک سے اکبر آباد کی طرف آ رہا تھا۔ سعادت علی خان اُس کے ساتھ تھے ابھی منزل مقصود تک

بھائیوں کو محمد ایچ خان نے علیحدہ کرنا چاہا تو جان برسٹو صاحب نے اُن کی طرفداری کر کے کہا کہ خان مقتول کے بھائیوں کو اپنی اپنی جگہ بدستور سابق بحال رکھو ایچ خان نے جواب دیا کہ عزل و نصب عمال میں دخل دینا صلاح دولت نہیں۔ ایچ خان نے برادران مختار الدولہ کے ساتھ صرف معزولی ہی تک بس نہیں کیا بلکہ اُنکے ساتھ بلا تصور نہایت سخت برتاؤ کیا یہاں تک کہ اقتدار الدولہ کو دھڑپ میں بٹھایا۔ اور کافون میں زہور لگا کر طالب مجاہد اور آب و دانہ اور بول و برار مسدود کیا اور سپاہ سلطنت کی بہت تخفیف کی۔

### شیدی بشیر کا باقی حال

ایچ خان نے آصف الدولہ کے پاس پہنچ کر ظاہر میں تو شیدی بشیر خان کے عفو و قصور کی درخواست کی اور در پردہ نواب کے مزاج کو اُس کی طرف سے اور کد کر دیا اور آصف الدولہ سے اس مضمون کا ایک شقہ لکھا کر کہ ہمارے پاس حاضر ہونے کا ارادہ موقوف کر کے جہان دل ہو چلا جائے بشیر خان کے پاس بھجوا دیا مشاراً لہ عفو آصف الدولہ کی عنایات اور ایچ خان کی شوم طبعی سے مایوس ہو کر مرن پور سے کوٹا ناوہ گیا وہاں شہر نامناسب نہ جانکر فیروز آباد کو راجہ ہمت گر کے پاس چلا گیا جس سے پہلے سے دوستی رکھتا تھا اور وہیں قیام اختیار کر لیا۔ گیان پرکاش میں لکھا ہے کہ آخر کار بشیر خان نابینا ہو گیا تھا۔

امام نجش غلام بیچہ اور اُس کا اقتدار

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ کسی کا ایک غلام بیچہ امام نجش نام نہایت بد آغاز و فاجر جام



محمد ایچ خان اور مرتضیٰ خان بڑیچ نے آصف الدولہ کی تحریر اور جنرل صاحب کے ایام سے زیادہ سپاہ کو برطرف کر کے پانسو جوانوں کے ساتھ ۱۱ ربیع الثانی کو گنگا کے گھاٹ نانامٹو پر نگینہ کے پاس عبور کیا اور وہاں سے موہن ہو چکر متواتر عرضیان اراوت اور عقیدت کی متضمن دزیر کے حضور میں بھیجیں نواب نے فرط کرم اور نوازش سے مرزا حسن رضا خان داروغہ دیوانخانہ کو استقبال کے لیے بھیجا مرزا نے بموجب ارشاد کے استقبال کیا اور ایچ خان کی تسلی و تشفی کر کے ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۹۰ ہجری کو شنبہ کے دن نواب آصف الدولہ کی ملازمت کرائی۔ نواب نے بڑی قدر دانی کی اور خلعت ہفت پارچہ اور پالکی جھاروار اور ہاتھی اور گھوڑا ایچ خان کو عطا کیا۔ اور خلعت پنج پارچہ اور پالکی سادہ اُسکے پسر متبے غلام بنی خان کو دی اور ۲۲ ماہ مذکور کو خلعت نیابت و مختاری امورات جزو کل کا ایچ خان کو عنایت کیا۔ اور اُسکی پیش دستی میں مرزا حسن رضا خان مامور ہوئے نواب نے تمام رسالہ دارون اور حاکمون اور سردارون پر تاکید کر دی کہ ایچ خان کو نائب کل تصور کر کے کاغذات مالی و ملکی اُس کے پاس بھیجتے رہیں جو کوئی اُس کے حکم سے خلاف ورزی کریگا اُس کے حق میں بہتر نہوگا۔ ایچ خان نے اپنی کمان چڑھی ہوئی دیکھ کر الہ آباد سے سید معز خان کو علیحدہ کر کے حبیب رے کو وہاں مقرر کیا اور بہرائچ و اعظم گڑھ کی حکومت سید محمد خان سے نکال کر بسنتی رام کو دی یہ دونوں مختار الدولہ کے بھائی تھے اور مالیسی وغیرہ کے محالات پر سیتا رام کو مقرر کیا اور ساندی پالی کا علاقہ غلام بنی خان کے تفویض کیا اور اودھ کے تعلقے پر الماس علی خان کو قائم کیا اور کوٹے کی خدمت سلیمان کو جو نواب قاسم علی خان عابجاہ والی بنگالہ کا خاندان متحدی۔ جبکہ مختار الدولہ کے

اُس کی عزت ہونے لگی اور اُس نے زبان آوری کی قوت سے لوگوں کا ایک مجمع اپنے پاس کر کے سرکار دربار آراستہ کر لیا اس عرصے میں مبارز الملک سعادت علی خان خلف نواب شجاع الدولہ کلکتے سے بنارس کی طرف لوٹ رہے تھے انھوں نے یہ خبر سن کر عظیم آباد اور مونگیر کی راہ میں امام نجش کو اپنے پاس بلایا وہ اُن کے پاس حاضر ہوا اور اس بات سے اُمید محض کیا کہ میں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ شجاع الدولہ کا بیٹا ہوں سعادت علی خان نے اُسکا جرم معاف کر کے چھوڑ دیا جو لوگ اُس کے پاس جمع تھے انھوں نے یہ حال دیکھ کر سارا سامان و اسباب بٹ لیا اور وہ تباہ حال ہو گیا۔ آخر کار مفتوحہ النجر ہو گیا۔

### آصف الدولہ کی بعض عادات کا تذکرہ

مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ محکو کر آصف الدولہ کی حضوری خلوت میسر آتی ظاہر آشور و خرد سے بے نصیب تھے نہایت درجہ صحبت ار اذل اور پوچھ لو کر وغینہ مصروف تھے اور بجز لمو و لعب کے کسی طرف اُغب نہ تھے کبھی کبھی اپنے اردلی والوں کی ترغیب سے بندوق بازی اور تیر اندازی کرنے لگتے تھے ہر روز صبح سے دوپہر تک ایک باغ سے دوسرے باغ میں یا ایک جنگل سے دوسرے جنگل میں جلتے اور ہاتھیوں کے تاشے میں بسر کرتے بعد دو تین روز کے ہمیشہ ہاتھیوں کی لڑائی دیکھتے ایسے ہی مشاغل میں دیرات گزارتے تھے دوسرا کوئی کام تھا۔ اور نوکروں کی تنخواہ دینے کے باب میں اُنکا یہ حال تھا کہ اُن کی اردلی والوں کے سوا ملازمان لشکر میں سے جو کوئی تنخواہ طلب کرنا تو اُس کے دشمن ہو جاتے اور نوپ سے اُڑا دینے میں نہایت مہیاک تھے۔ بعض لوگ بڑا کر کے اپنی تنخواہ لے گئے تھے۔ اُن میں سے چند آدمی آصف الدولہ کے ہاتھ لگ گئے اول تو



تھا۔ آصف الدولہ کے عہد طفلی میں اپنے آقا کے پاس سے بھاگ کر آصف الدولہ کے پاس پہنچا اور مقرب ہوا۔ شجاع الدولہ نے اُس کے شرف و فساد پر مطلع ہو کر مرد تو قید رکھا اور عرصہ دراز کے بعد رفقاے عزیز کی سفارش سے رہا کر کے اخراج کا حکم دیا۔  
 تھا وہ مخفی پر گنہ نامزدہ کے فوج میں رہتا تھا اور اپنی اقامت کی خبر آصف الدولہ کو دیا۔  
 کرتا تھا فیض بخش فرح بخش میں لکھتا ہے کہ شجاع الدولہ نے اسکو و ام الحسین کر کے قصبہ نامزدہ میں رکھا تھا آصف الدولہ نے شجاع الدولہ کے مرنے ہی طلبی کا پر دانہ اُس کے نام صادر فرمایا۔ مختار الدولہ اور بیست علی خان کے مقتول ہونے کے بعد وہی غلام بچہ تمام فوج ملازم سرکار آصف الدولہ کا جس میں قریب تیس چالیس ہزار لنگے اور چار ہانچ ہزار ترک سوار تھے جنرل ہوا۔ مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ اُس غلام بچے کی سچے کر ملاقات ہوئی اور میں نے اُسکی بات چیت سنی خدا جانتا ہے کہ نہایت باہمی اور صورت و سیرت میں جملہ مخلوق سے بدتر تھا۔ دور و پیہ ماہوار نوکری کی بھی لیاقت اپنے فسادات ذاتی کی وجہ سے نہ کہتا تھا وہ تو اس لائق بھی نہ تھا کہ لشکر میں جنگ بندی کی دوکان کرتا حسن رضا خان نائب باوجود تمام اقتدار کے اس ملعون سے ڈرتا رہتا تھا۔  
 فیض بخش نے بھی اسکو مشورہ پشت بر مزاج اور معذور بتایا ہے۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد آصف الدولہ کی طبیعت اُس کی مصاحبت سے سیر جو گئی نہایت ثلث اور خوار کی کے ساتھ اپنے ملک سے خارج کیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی اُسے جگہ یا سواری کو جانور سے کا تو ہکا مال و اسباب ضبط کیا جائے گا وہ بد انجام برہنہ پالاک و شہر سے بدر ہوا تاہم مظفری میں ذکر کیا ہے کہ وہ عظیم آباد کو چلا گیا چونکہ آدمیوں نے اُس کو شان و شوکت کے ساتھ دیکھا تھا اُس نے لوگوں پر یہ بات ظاہر کی کہ شجاع الدولہ کا بیٹا ہوں اس وجہ سے

کی قائم مقام تھی لاکھون بڑے بڑے آدمی اور شاندار زمیندار اور راجے اس ملک میں  
بسر کرتے تھے اور اب بجز رفیل اور پوچ مصاحبون کے آصف الدولہ کے دربار میں  
ان میں سے کسی کا نشان بھی نہیں چند روز کے بعد اُمراؤ گرو شاہین بھی چلا گیا اسی طرح  
یہاں الملک اور صفدر جنگ کے اکثر اقربا نجف خان کے پاس چلے گئے جہاں پر  
بیس تیس ہزار سوار اور پچاس ساٹھ ہزار پیادہ ہزار رہتے تھے وہ مقام ویران ہوا  
چند بیاضے بکسریہ دو دو تین تین روپے کی نوکری میں افتخار سمجھتے ہیں اور پڑے  
ہیں۔ منشی ذکالہ تاریخ ہند میں لکھتے ہیں کہ آصف الدولہ کا دل دواغ اوباشی اور  
شراب نوشی نے خراب کر دیا تھا۔

### مختار الدولہ کے اقربا کا باقی حال

مختار الدولہ کے بھائیوں نے اور ان کے بعض رفیقوں نے کڑی جھیل کر رہائی پائی  
ان کا مال و اسباب ضبط ہوا دونوں بھائی کبھی کبھی باریاب حضور ہوتے تھے اکثر خلوت  
اور گوشے میں بسر کرتے تھے جبکہ نواب وزیر کا لشکر اُڑے سے پھر کر لکھنؤ میں آیا تو  
اقبال الدولہ پسر مختار الدولہ نے نواب کی دعوت کا سامان کیا اور اس کام میں  
بڑی دھوم دھام دکھائی ہزاروں روپوں کا کپڑا فرش پانڈاز میں بچھوایا اور  
سوا لاکھ روپے کا چوبرہ تیار کرایا اور نواب وزیر دہان تشریف لے گئے ناچ رنگ ہوا  
خاصہ تناول کیا اور کشتیان نقد و جنس کی پیش ہوئیں جو نواب آصف الدولہ نے  
قبول کیں وقت رخصت اقبال الدولہ نواب وزیر کو پہنچانے گئے اور دہان سے  
رخصت ہوئے ابھی دیوانخانے میں پہنچے تھے کہ اُسی وقت نواب کے حکم سے تلنگون



کچھ دنوں قید رکھے گئے۔ بعدہ اُن کو توپ سے اڑوا دیا۔ پس تذکرہ آبجیات میں جو نو آ  
 کو فرشتہ سیرت بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اُنکی طبیعت میں عموماً تحمل اور بے پروائی تھی اس  
 سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد حسین آزاد کو تاریخ کے ان حالات پر اطلاع نہ تھی یا یہ حال لُن  
 کا اپنی خاص مرضی والوں کے ساتھ ہو گا اور دوسرے نوکردن اور رعایا کے حق میں  
 سفاک تھے یا یہ کہ نواب کا مزاج ادا اہل عمر میں سفاک واقع ہوا تھا اور آخر عمر میں طبیعت پر  
 تحمل اور بے پروائی غالب آئی۔ مؤلف سیر المتاخرین نے محبوب علی خان خواجہ سرا کے  
 مقہور ہونے کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ آصف الدولہ کے اپنی جنگی فوج کے استیصال  
 کا سبب یہ تھا کہ وہ روز و شب لہو و لعب چوڑ بازی مرغون کی لڑائی۔ پتنگ بازی وغیرہ  
 میں مصروف رہتے تھے اسلئے اُن کو ہر کام سے نفرت تھی۔ نہیں چاہتے تھے کہ  
 ایک گھڑی بھی اُمور مملکت داری میں مصروف ہوں اور مملکت داری بدون اس کے  
 ناممکن ہے کہ انتظام ملکی میں غور کیا جائے بڑے بڑے کاموں کو انجام دیا جائے لوگوں  
 کے سوال و جواب سُننے کی درد سری گوارا کی جائے حضرت کا وہ مزاج تھا کہ ایسے  
 اُمور میں ایک گھڑی بھر بھی متوجہ ہونا دم بند کرتا تھا اور انگریزوں کی نسبت یقین  
 تھا کہ یہ میرے ہمہ تن خیر اندیش ہیں۔ میرے نقصانات کے ہر گز رد و ادارہ نہ ہون گے اور  
 انگریز چونکہ ہوشیار تھے اسلئے ایسے شخص کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے اور کسی طرح اُس کو  
 نہ ہیر نہیں کرتے تھے۔ انگریز دن نے معاملات ملکی و مالی و انتظام فوج تو اپنے اختیار  
 میں لے لیا تھا باقی ہر امر میں آصف الدولہ کو مع اُن کے مصاحبوں کے مطلق العنان کر دیا  
 تھا۔ کیا حسن اتفاق ہے کہ دونوں اپنی اپنی دہشت میں فارغ البال ایک دوسرے کو  
 مغنم سمجھتے تھے۔ افسوس شجاع الدولہ کی وہ ریاست تھی کہ اس زمانے میں سلاطین ہند



پر گئے و ملو بھی اقبال الدولہ کی جاگیر میں تھا یہ پر گنہ معرکہ ضیافت کے بعد ضبط کر لیا گیا اور اس جاگیر کی عوض چکھ بھراج وغیرہ بارہ لاکھ روپے کا علاقہ صیفہ مستاجری میں اُن کے حوالہ کیا گیا۔ انھوں نے اپنے علاقہ مستاجری میں پہونچکر زمینداران بٹول سے میدان جنگ گرم کیا اور مختار الدولہ کے دوسرے بھائی نصیر الدولہ اپنے بھتیجے اقبال الدولہ کی جاگیر میں سے کچھ زر نقد لے کر دکن کو چلے گئے گر ریوان تک پہونچکر کچھ دھن کے بعد لوٹ آئے اور اقبال الدولہ چند سال کے بعد علاقہ داری سے معزول ہو کر خانہ خشین ہوئے گر چند سال تک پر گنہ اور یاک جاگیر اقبال الدولہ کے نام پر برقرار رہی ایک بار مقدمات سائرین عامل الماس علیخان و عامل اقبال الدولہ میں نزاع واقع ہوئی پائی گیم زوجہ مختار الدولہ اور دولت النساء بیگم زوجہ اقبال الدولہ نے قواب وزیر سے مستاجری سائر جاگیر کی بھی چاہی مگر قواب نے یہ کیا کہ اور یا کو بھی الماس علی خان کی مستاجری میں ملا دیا اور مصارف سپاہ کے وضع ہو جانے کے بعد سات ہزار روپیہ مہینہ نقد جاگیر کا مقرر ہو گیا اس کے بعد چار ہزار روپیہ ماہوار گنٹا کرتین ہزار روپیہ مہینہ جاگیر کی عوض رہ گیا عرض جس قدر نفقات حکام انگریزی کا مختار الدولہ کے لواحقین کی طرف مہذول ہوتا اس قدر کار پر وازان سلطنت اُن سے بدظن ہوتے تھے بیان تک کہ وہ تین ہزار روپیہ بھی مسدود ہو گیا اور آصف الدولہ مختار الدولہ کے مخالف مشہور تھے حالانکہ یہ بھی جاگیر اور کمی موجب کی وجہ نائون کی بدسلوکی تھی۔ آصف الدولہ لکھنؤ میں رہنے لگے صرف نواب بیگم زوجہ وزیر الممالک صفر جنگ نبت بران الممالک والدہ شجاع الدولہ اور بیگم زوجہ شجاع الدولہ فیض آباد میں شجاع الدولہ کی تعمیرات کی اُنس کی وجہ سے متوطن تھیں۔



کے پہرے سر پر صورت بلا آپہنچے اور حکم دیا کہ دیوانخانہ سے جانب مجلس اقدم نہ اٹھائے کچھ دنوں میں  
منظر بند ہے پھر اندر نوائے گھر کی مضبوطی ہوئی جب یہ کارروائی ہو چکی تو نواب وزیر اقبالے مختار الدولہ  
کی تالیف قلوب کی جانب متوجہ ہوئے اور ان کے مکافون پر آئے جانے لگے پیاری بیگم زوجہ مختار الدولہ  
کے گھر اکثر جایا کرتے تھے اور اقبال الدولہ کے حال پر بہت مہربانی کرتے تھے پرگنہ اورای کی جاگیر جسکی جمع  
ایک لاکھ روپیہ تھی اور جو اقبال الدولہ کے نامزد تھی بحال رکھتی مختار الدولہ کی حیات  
اور اقتدار الدولہ کے زمانے میں اقبال الدولہ کی نسبت نواب سالار جنگ کی بیٹی  
کے ساتھ قرار پائی تھی اور بنانی بیگم دختر مختار الدولہ کی نسبت جو بطن مختلف سے تھی  
مرزا چچو پسر نواب سالار جنگ کے ساتھ مقرر ہو چکی تھی اور سالار جنگ مختار الدولہ کے  
مقتول ہونے کے بعد اپنی بیٹی کی نسبت سے اقبال الدولہ کے ساتھ منکر تھے آصف الدولہ  
نے سالار جنگ کو مبالغہ واصرار سے راضی کیا اور خود مسند علی اس شادی کے ہوئے  
اور دس ہزار روپیہ مختار الدولہ کی بیگم کو اس صرف کے واسطے دیکر بخوبی سراجام دیا  
آفرین علی خان خواجہ سرا اس بزم شادی میں شریک ہوا اور اس کے رویداد و رسمین  
ادا ہوئیں۔

مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ آصف الدولہ اس عمل کے نہایت شائق تھے  
جہاں شادی ہوتی ایک طرف آپ ہو جاتے اور دوسری طرف کسی عملے کو مقرر کرتے۔  
ایک مرتبہ مؤلف سیر المتاخرین کے قیام لکھنؤ کے زمانے میں بھی قائم خان فوجدار فیل خانہ کے  
بیاہ میں شریک ہو کر اہتمام کیا تھا۔

نواب وزیر دولت النساء بیگم زوجہ اقبال الدولہ کو ہمیشہ صاحبہ کہا کرتے تھے کیونکہ  
دولت النساء نواب سالار جنگ کی بیٹی تھی اور سالار جنگ نواب وزیر کے مامون تھے



ایچ خان کامیدان اور مسجد مشہور ہے۔

اب آصف الدولہ اور جان برستو کو تقریباً کی فکر ہوئی۔ خواجہ حسن رضا خان  
شجاع الدولہ کے عہد سے باورچی خانے کی دار ونگی اور کسی قدر تقرب رکھتے تھے اور  
اس عہد میں بھی زیادہ تر صاحب تقرب اور خلوت و جلوت میں حاضر باش تھے نیابت  
کی تجویز ان کے لیے ہوئی لیکن اس نظر سے کہ بے علم آدمی تھے اور آرام طلب و شرت و ست  
اور کم محنت تھے انھوں نے اس بار کے قبول کرنے سے انکار کیا اور لوگ بھی حیران تھے کہ  
عہدہ نیابت سے جو بات مقصود ہے وہ ان سے کیسے برائیگی پس ان بے چارے کو کیونکر تکلیف  
دی جائے خدا جانے کس مصلحت سے مسٹر جان برستو کی یہی رائے قائم ہوئی کہ آصف الدولہ  
کی نیابت خواہ مخواہ انھیں پر مقرر ہو اور ان کا نائب دوسرے شخص کا ردان اور ہوشیار  
کر دیا جائے اور اس خدمت کے لیے اول سالہ جنگ کے استصواب سے الماس علی خان خواجہ  
تجویز ہوا یہ نہایت کم ہمت تھا اندیشہ دور از کار کر کے زکار کر دیا اور کہا کہ حیدر بیگ خان  
اس کام کو اچھی طرح کر سکتے ہیں جیسا کہ فرج بخش مین شیخ محمد فیض بخش نے ذکر کیا ہے  
دوسری کتابوں سے حیدر بیگ خان کے تقرر کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اسماعیل بیگ خان  
شورہ والا مغل ولایت زاکہ نہایت عیار اور دنیا دار آدمی تھا اس زمانے میں کہ  
شاہ عالم بادشاہ اور فوج انگریزی الہ آباد میں تھی سرکار کمپنی کی طرف سے ڈاک اور  
اخبار کا دار و غم تھا اور اس وقت میں بھی ڈاک خانہ اور ریڈنٹی کے ہر کاروں کا  
دار و غم تھا یہ شخص حیدر بیگ خان کا بی سے موافقت اور لالچ رکھتا تھا اور وہ بھی  
اس کے لیے سبب باغ بویا کرتا تھا ایرج خان کی بیماری کے وقت سے اسماعیل بیگ خان  
جان برستو سے حیدر بیگ خان کے اس تقرر کے لیے کوشش اور ان کی لیاقت کی تعریف



## ایرج خان کا انتقال کرنا حسن رضا خان مجید ربگ خان

## کا زینہ عروج پر قدم رکھنا

اکبر آباد سے آکر دو تین مہینے کے عرصے میں ایرج خان کار گزار نے جو کہ دربار مہمینی کا مرجع صغار و کبار تھا حقوڑا سا انتظام کیا تھا اور جان برسٹو سے سوال و جواب کرتا تھا کہ آپ معاملات ملکی و مالی میں دست انداز نہوں جو روپیہ اپنا بابت قرض کے تحفہ دلہ کے فٹے عائد کرتے ہو اُس کی قسط مقرر کر کے مجھ سے نقد لیا کیجیے اور موافق عہد شعلہ الدولہ کے ملک سے دست برداری کیجیے اور مطابق عہد نامہ کمپنی کے عمل کریے یہ بات اگر آپ کو نامنظور ہو اور سوال و جواب کرنا ہو تو بندہ آپ کے ساتھ کونسل میں گفتگو کرنے کو تیار ہے۔ مسٹر جان برسٹو اُس کے طلب کرنے سے نہایت شرمندہ تھا تاہم یہ بین تھا کہ کیا کرے۔

ایرج خان اکبر آباد سے علیل آیا تھا لکھنؤ میں پہونچ کر سخت علیل ہو گیا مدت دو ماہ اور عداوت بیماری کی حالت میں نیابت کا کام اچھا کیا عارضہ سوء القنیہ اور ضعف و برودت جگر میں پہلے سے مبتلا تھا آخر استعفا ہو گیا ۲۸ رجب ۱۲۹۰ ہجری کو راہی ملک آخرت ہوا لیکن بخش نے فرج بخش میں شعبان میں انتقال کرنا لکھا ہے شیخ شفیع الدین نے بلخ لاکھ روپے کے مال کی فروتنی خان نے اپنی حیات میں بڑائی بخشی وہ اُس نے نواب آصف الدولہ کی مزار گذرانی نواب نے فرد کو ملاحظہ کر کے تمام مال ضبط کر لیا اور تھچہ چھپا رہے کے خلعت غلام نبی خان اور لال محمد خان پسران متبذل نے ایچ خان کو مرحمت ہوئے۔ ایرج خان اور مختار الدولہ دونوں کی حویلیوں کی ضبطی ایک ساتھ قریب قریب ہوئی لکھنؤ میں آج تک



رکھتے تھے دو وزن بجائی احمد شاہ بن محمد شاہ کے عہد میں کہ صفدر جنگ کی وزارت کا زمانہ تھا ہندوستان میں آئے صفدر جنگ کی سرکار میں نوکر ہوئے۔ صفدر جنگ کے انتقال کے بعد حیدر بیگ خان سلطان پور، روملی، دریا باور، کوڑہ اور سرکار الہ آباد کے فوجدار رہے تھے۔ نور بیگ خان نے راجہ مہنی بہادر کی سفارش سے شجاع الدولہ سے اعظم گڑھ و سلطان پور وغیرہ چند محال ٹھیکے میں لیے دو وزن بجائی نہایت سخت گیر تھے یہاں تک کہ دوستوں سے بھی غرض آشنا تھے تھوٹے دون کے بغیر ٹھیکہ لاکر پڑھانے لگداری کے نور بیگ خان کے فتنے غامذ ہوئے اور دو وزن بجائی قید کر دیے گئے جبکہ روپیہ داخل نہ ہو سکا تو ان پر تشدد ہوا ان کو دھوپ میں بٹھاتے تھے کھانے میں بہت سانگ ڈال کر کھلاتے تھے اور پانی نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ نور بیگ خان صدموں سے مر گیا۔ اور حیدر بیگ خان نے سفارش سے ربائی بائی اور بہار علیخان خواجہ سرلے ہو بیگم سے سفارش کر کے ان کی جاگیر کوڑہ یا کی تحصیلداری کی خدمت ان کو دلا دی جبکہ وہاں بھی حسب عادت دست تصرف دراز کیا تو محاسبہ کی علت میں کشاکش میں مبتلا ہوئے آخر کار سید محمد خان اقتدار الدولہ نے ضمانت کر کے اس کے بغاث دلائی۔ اس کے بعد چک داری کوڑہ جہاں آباد پر مقرر ہوئے۔ محمد ایچ خان نے پھر ان کو محاسبہ میں جکڑا اگر مرتضیٰ خان بڑے صاحبان ہو کر آہ و بچائی۔

ایچ خان کے بعد طالع خواجہ بیدار ہوا حسن رضا خان کی پیش دستی کی عزت بائی۔ حیدر بیگ خان و دشمن کار کردہ اور لائق اور شریف تھے سیاق سابق میں

۱۷ دیکھو تاریخ مظفری ۱۲۷۵ دیکھو طلسم ہند ۱۲۷۵ دیکھو فسر ج بخش



کرتا تھا انھوں نے حسن رضا خان کی پیش منستی میں مقرر کر کر امیر الدولہ کا خطاب دلایا  
 ہت پر شاو نے شخص تاریخ اودھ میں حیدر بیگ خان کے تقرر کے متعلق ایک عجیب حکایت  
 لکھی ہے اور وہ ایک ایسی ریاست میں بے جوڑ نہیں معلوم ہوتی تفصیل اس کی یہ ہے  
 کہ ایچ خان کے مرنے کے بعد نیابت کے باب میں مشورہ ہوا حسن رضا خان تو ناخواندہ تھے  
 جان برسٹو صاحب نے تجویز کیا کہ دوسرا شخص پیش دست ہو چنانچہ قین آدمی تجویز ہوئے  
 مرزا ابوطالب خان لہندی۔ اسماعیل بیگ خان شہزادہ والا۔ مرزا جعفر تقدیر کی کسی کو خبر  
 نہ تھی حیدر بیگ خان ان دنوں تباہی سے پریشان اور بیکار بیٹھے تھے سو پاس دے  
 کی نوکری کی امیدواری میں میانے پر سوار ہو کر جان برسٹو صاحب کے سلام کو جاتے  
 تھے کوٹھی کے باہر ایک بڑا درخت تھا وہاں میانہ رکھا کر بیٹھے تھے جب رزیدنٹ  
 ہوا کھا کر آتا تو یہ بھی سلام کر لیتے اسی طرح ایک مدت گزر گئی ایک دن برسٹو صاحب نے  
 انھیں اپنے پاس بلو کر امتحان جو لیا تو خوب مستعد پایا۔ فرمایا کہ کوٹھی پر حاضر ہوں اور  
 آصف الدولہ کو کھلا بھیجا کہ کل نیایت کا خلعت ہماری کوٹھی پر لیتے آویں کہ ایک شخص  
 کو پہننے آپ کے واسطے تجویز کیا ہے اور حیدر بیگ خان سے کہا کہ تم عمدہ کپڑے پہن کر کل صبح  
 کو حاضر ہونا یہ بے چارے بہت خوش ہوئے کہ شاید سود و سوروپے کی نوکری میرے لیے  
 تجویز ہوئی ہے فجر کے وقت جب اپنے معمول پر پہنچے اور ادھر سے آصف الدولہ کی  
 سواری بھی آئی خلعت تو ساتھ ہی تھا جان برسٹو نے وہ خلعت انھیں پہنایا۔

## حیدر بیگ خان کا حال

یہ حیدر بیگ اور اکاب بھائی مرزا نور بیگ دونوں کابل کی پیدائش تھے اور ہندوستانی



(۲) محمد ابراہیم خان -

(۳) صمصام الدین خان -

(۴) مرزا علی رضا - ان میں سے محمد عسکری خان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔  
بیٹی مرزا علی خان سے بیاہی تھی۔ نواب ظفر اسی بیگم کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔  
اور مرزا عسکری کے بیٹوں کو مرزا تھے اور نخلو صاحب کہتے تھے۔ محمد ابراہیم خان کے  
کوئی اولاد نہ ہوئی اور صمصام الدین خان کے جو بیٹا تھا وہ جوہر لیاقت سے محروم  
تھا اس لیے مشہور نہ ہوا۔

مرزا علی رضا کے تین بیٹے اور تین ہی بیٹیاں تھیں بیٹوں کے یہ نام ہیں -

(الف) موسیٰ خان -

(ب) غلام رضا خان -

(ج) حسن رضا خان - ان کی بیٹیوں میں سے بنارسی بیگم نطف علی خان بن  
بندہ علی خان داروغہ اقصیٰ کے ساتھ منعقد ہوئی تھی۔ اور دوسری لڑکی مرزا جعفر کی  
زوجیت میں تھی جو جان پالی صاحب رزیدنٹ کی وجہ سے سرکار انگریزی کے متوسلون  
میں قرار پائے تھے اور نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت میں ان کا ذکر کیا جائیگا  
تیسری لڑکی مرزا جھیکو صاحب پسر آخازین العابدین بن نواب کلب علی خان کے ساتھ  
بیاہی تھی۔ یہ کلب علی خان بندہ علی خان کے چچا اور مردان علی خان کے پوتے تھے۔  
مرزا علی خان کی یہ تین بیٹیاں اور حسن رضا خان ایک بیٹا ایک بطن سے تھے اور وہ دونوں بیٹے  
مختلف بطنوں سے تھے۔ حسن رضا خان کو ان کے چچا ابراہیم خان نے پرورش کیا تھا  
محض بے علم تھے ہر چند انھوں نے انکار کیا مگر یادوری رشتہ اور فیض عنایت مسٹر جان سٹو



یدر طوے رکھتے تھے ذی علم تھے دفتر کی تہذیب و شائستگی بھی طرح کی شجاع الدولہ  
کے عہد میں جو دفتر مرتب نہ تھا اسے ترتیب دیا۔

گورنر جنرل نے بھی حسن رضا خان کو نائب اودھ تسمیہ کیا۔

حیدر بیگ خان نے اپنے بچے بھائی کی صحبت بائی تھی اہل دیہات اُن کے  
نظم و نسق کی تعریف کرتے تھے نہایت دانا وزیر کہ تھے جو کام کرتے تھے بہت سچ سمجھ کر  
رتے تھے شاید کہ اُس میں لغزش نہو جائے فیض بخش کتاب ہے کہ حیدر بیگ خان کو  
خلعت نیابت شعبان ۱۲۰۹ھ بھری میں ملا تھا مذکورہ حکومت المسلمین میں غلطی کی  
ہے جو لکھا ہے کہ سن ۱۲۰۹ھ بھری میں مرزا حیدر بیگ خان عہدہ نیابت پر ممتاز ہوئے  
تین سال تک سلطنت کے اعیان و ارکان اُن کو خیال میں نہ لائے اور انکی اطاعت  
سے عار کرتے تھے وہ بھی صبر و تحمل سے کام لیتے ہے اور اس عرصے تک بہر کام میں  
نواب وزیر اور انگریزوں کی رضا جوئی میں مصروف ہے یہاں تک کہ خوب استحکام و  
استقلال پیدا کر لیا۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان کا مروجہ عہد میں مصروف  
ہوئے صحبت شراب و کباب میں شاغل اور آمد و رفت دربار سے غافل ہو گئے اور  
جو آیا فوج و ملازمین میں تخفیف کرتا تھا۔

### حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

حسن رضا خان جان پانخان کے پوتے تھے جو شاہ جہان شہنشاہ ہندوستان کے  
خواصان معتمد تھے۔ اسکے چار بیٹے تھے۔

(۱) محمد عسکری خان۔

لوٹ آئے اور اپنا اجتہاد جاری کیا۔

## عہدہ دکن کا انتظام اور ٹکیٹ رائے کا حال

عہدہ دیوانی ٹکیٹ رائے کا سب سے پہلا سہرا جرنیلی سپاہ کا عہدہ دار تھا۔  
 فرزند سر فرزا الدولہ سے نامزد ہوا یہ شخص مرض صرع میں مبتلا تھا اور مجنون صفت آزاد مشرب  
 تھا اور جرنیلی کی نیابت امام بخش کے نام قرار پائی اور اسی سال کرنیل گاڈرس کلکٹ  
 سے آکر نواب وزیر کی سرکار میں نوکر ہوا فوج کا افسر ہوا اُس نے وہ پلٹنین جو امیر خان  
 نے برطرف کی تھیں پھر جمع کیں ٹکیٹ رائے کا حال یہ ہے کہ یہ شخص شرم علی خان تولیدار  
 جو اہر خانہ نواب شجاع الدولہ کے داماد کے پاس نوکر تھا بارہ روپے سے زیادہ اُس نے  
 میں درما ہر منصب نہوتا تھا یہاں سے علیحدہ ہو کر اکبر علی خان داروغہ دیوانخانہ مختار الدولہ  
 کے پاس نوکر ہوا تھوٹے دنوں میں اپنی خوش کلامی کی وجہ سے کہ شعر و سخن سے طبیعت آشنا  
 تھی اور علی خان خواجہ سرے مختار الدولہ تک آمد و رفت جاری ہوئی اور مشرف  
 دیوانخانہ ہو گیا مختار الدولہ کے بعد سر فرزا الدولہ تک رُسخ حاصل کیا عہدہ دیوانی  
 اور راجگی کا خطاب پایا یہ شخص خوش وضع اور حلیم الطبع تھا امور خیرین نیک نامی کے ساتھ  
 شہرت حاصل کی سرکار لکھنؤ میں برہمنوں کے واسطے روزینے اور چنڈے کا دروازہ  
 اسی کی وجہ سے کھلا ہزار دو ہزار روپیہ تا بقاعے سلطنت تمام قلمرواودہ میں بھرنے  
 دفتر سلطانی مختاراجہ ٹکیٹ رائے نے عمارت عالی اور میوہ دار باغات اکثر تیرہ تھون پر  
 تیار کرائے اور بہت سے پختہ پل بنوائے ہندوؤں کے بہت سے معابد دن پر شولے اور  
 ٹھاکر دوارے تعمیر کرائے اس صاحب قلم کی بدولت بنک لاکھوں روپے کے وظیفہ خواہین



سے آصف الدولہ کی نیابت اُن کے نام مقرر ہوئی انکی بڑی علمی کی وجہ سے مسٹر جان برٹو کو ہمیشہ سوال و جواب کاغذی درپیش رہتے تھے صاحب علم کی تلاش تھی اس لیے حیدر بیگ خان کو اُن کی پیش دستی میں مقرر کر دیا۔ منتخب العلوم میں لکھا ہے کہ حسن رضا خان بہت نیک طبیعت اور نیک کردار تھے اپنی رحمدلی سے انھوں نے کاروبار مالی و ملکی میں تندہی نہ کی تمام ریاست کے کام کا دار و مدار میر الدولہ کی ذات پر کر دیا تھا جو کہ پورے طور پر کاروبار پر حاوی ہو گئے تھے۔

عماد السعادت میں لکھا ہے کہ حسن رضا خان سولے سیر و شکار کے نواب کے ساتھ میں اور نادر و نرے کے دوسرا کام نہ کرتے تھے آٹھ لاکھ روپے سالانہ انکو ریاست سے ملتے تھے عزت اُن کی ایسی تھی کہ نواب دزیر اکثر اوقات اُن کو بھیلکے لفظ سے مخاطب کرتے تھے یہاں تک کہ میر الدولہ بھی عیدین اور دوسرے مبارک موقعوں پر انھیں نذر دکھاتے تھے جبکہ اسیر الدولہ کا یہ حال تھا تو دوسرے کس حساب میں تھے۔

ہمت پرشاد نے لکھا ہے کہ اس وقت تک لکھنؤ میں مسلمان فقط شیعہ تھے اور بارہ اماموں کے مذہب سے خبر نہ رکھتے تھے نواب آصف الدولہ کے عہد میں مرزا حسن رضا خان نے یہ طریقہ جاری کیا چنانچہ جس وقت مرزا جوان نجات شاہزادے لکھنؤ میں وارد ہوئے تو اُس جمعہ کو خود نواب صاحب شریک نماز جمعہ ہوئے اور میر دلدار علی شاگرد میر سید علی طباطبائی فقہ امامیہ کی کتابوں کے مرجع ہوئے۔

دوسری کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ مولوی دلدار علی اور میر مرتضیٰ وغیرہ علمائے دیوبند امامیہ نے حسن رضا خان کی وجہ سے نام پیدا کیا جمعہ و جماعت کی نماز جس کا رواج اس ملک میں نہ تھا جاری کی اور کر بلا جا کر اجتماع کا حکم وہاں کے مجتہدین سے حاصل کر کے



مغل بچوں کو اطلاع ہو گئی وہ سب فیض آباد کے رہنے والے تھے انھوں نے جواہر علی خان  
اور شمار علی خان کے ذریعہ سے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ تلنگ یہ حرکت کرنے والے ہیں  
ہم آپ کے غلام ہیں تو ہیں سب ہمارے ساتھ ہیں ہم تلنگوں کے مقابلے میں تو ہیں لگا کر  
اُن کو بھگا دینگے بشرطیکہ پانچ ہزار روپے آپ کی سرکار سے ہم کو مرحمت ہو جائیں کیونکہ نایابی  
تخواہ کی وجہ سے ہم لوگ فاقے کرتے ہیں اور جینے سے تنگ آگئے ہیں بیگم صاحبہ نے  
جواب دیا کہ جتنے تمکو نوکر نہیں رکھائے ملک کے مالک نصف الدولہ ہیں اُن سے  
لینا چاہیے ہم ایک کوڑی منیگے چند مرتبہ اُن بیچاروں نے رفع الزام کے لیے  
عرض کرایا لیکن بیگم نے قبول نہ کیا تنگ آکر انھوں نے بھی تلنگوں سے اتفاق کر لیا  
اور آٹھویں ماہ شوال ۱۰۹۲ھ ہجری کو تمام پٹنوں نے تیاری کی اور مغل بچوں نے بھی  
توپین درست کیں اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اول جواہر علی خان کی حویلی کو گھیر کر اُس  
کے نیچے دو توپیں بھر کر کھڑی کر دیں دو پہر دن کے وقت سے رات بھر یہی معاملہ پیش  
رہا آب و طعام سب پر بند تھا شہر کی دو کاہنیں بند ہو گئیں کوئی متفس بازار میں نظر  
نہ آتا تھا۔ دوسرے دن پہر دن چڑھے تک یہی طوفان رہا بیگم صاحبہ نے مجبور ہو کر  
چوڑا سی ہزار روپیہ دلانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ چھاق بند و قین ہماری سرکار میں  
داخل کر دیں تلنگوں نے جواب دیا کہ ہم شہر میں نہیں دیتے اگر ایسا کریں اور آپ کے  
اومی ہم پر حملہ کر پھیلن تو ہم نہتے کیا کر سکیں گے شہر کے باہر جنوب کی جانب راب علی خان  
خواجہ سرا کی کوٹھی کے پاس جو وسیع میدان ہے وہاں ہم اپنی تخواہیں! ہم تقسیم کر کے  
بند و قین دیدینگے نشاط علی خان خواجہ سرا کو ہمارے ساتھ کر دیا جائے آخر کار تمام تلنگے  
اور مغل بچے یہ خزانہ لے کر شہر کے باہر گئے۔ تلنگے روتے جاتے تھے دو قین سپاہی بازار کے



اکثر نامکارین قائم ہیں بہت سے دہات و اراضی صیغہ معافی میں اسے محتاج بن اور غریبوں کو سرکار اودھ سے دلا کر سندین مرحمت کیں جو اب تک جاری ہیں اُس کی صحبت میں ہمیشہ مثنوی روم اور تصنیفات شیخ سعدی اور دیوان حافظ کا چرچا رہا کرتا تھا۔  
گیان پرکاش میں لکھا ہے کہ راجہ نے ایک مسجد اور امام باڑہ اور دوسری مسجد حیدر گنج کے پاس بنوائی تھی۔

### فیض آباد میں تنخواہ کے لئے پلٹنوں اور توپخانے کا بلوا

سرخ وردی والے تملگون کی تین پلٹنیں جن کا افسر اعلیٰ بھاکھ رے تھا شجاع الدولہ کے عہد سے شہر فیض آباد اور بیگمات کے محلون اور نواب کے خاص محل اور نشتر گاہ اور سماں کے کوٹھوں کی حفاظت کے لیے متعین تھیں اور ۵۶ توپیں اور پانچ توپوں کے گولہ انداز بھی رہتے تھے یہاں کے سپاہی لکھنؤ کے حالات سننے رہتے تھے کہ جب وہاں ڈیڑھ سال کی چڑھی ہوئی تنخواہ سپاہی مانگتے ہیں تو اگر وہ اہل پلٹن ہوتے ہیں تو ان کے مقابلے میں نجیوں کو اور ان کے توپخانے کو لاکر ان کو بھگا دیا جاتا ہے اور اگر نجیب طلب کرتے ہیں تو تملگون کی پلٹنیں ان کے سامنے لاکر ان کو پریشان کر دیا جاتا ہے اس ترکیب سے شجاع الدولہ کے وقت کی آدھی فوج برہم اور خراب ہو گئی ہے بھاکھ رے فیض آباد سے لکھنؤ کو گیا کئی ماہ تک وہاں سرداروں کے پاس آیا اور گیا اور کوشش کی تو چند ہزار روپے علی الحساب ہاتھ لگے اور وہ لاکر بانٹ دیے اور باقی کے لیے مایوس ہو گیا اب ان سپاہیوں نے یہ مشورہ کیا کہ ہم مدت سے بیگم صاحبہ کی چوکی پرے کی خدمات انجام دیتے ہیں ان کا محاصرہ کر کے اپنی تنخواہیں لے کر اپنے اپنے مکانون کو چل دیں اس مشورے پر



ریاست کے سلاح خانہ فیض آباد کے محافظوں پر  
 بیگم صاحبہ کے نوکروں کے ہاتھ سے زیادتی ہونا  
 نواب وزیر کا ناراض ہو کر سزا دہی کے لیے لکھنؤ  
 سے فیض آباد کو فرج بھیجنا

شجاع الدولہ کے عہد میں شہر میں دو سلاح خانے تھے ایک ہمت بہادر گوشائیں  
 کی چھائنی کے قریب شہر سے جنوبی طرف اور دوسرا فیصل کے باہر احاطہ اندرون  
 سرایہ خواجه سرامین اگرچہ آصف الدولہ کے عہد میں توپوں اور بند و قون  
 کا بننا موقوف ہو گیا تھا لیکن لوہا تانبہ اور سیسہ وغیرہ وہاں بہت ساموجود تھا ان  
 سامان پر داروغے مقرر تھے اور ایک ایک دو دو پہر تلنگوں کے حفاظت کے لیے  
 رہتے تھے۔ سلاح خانہ جانب مغرب کا داروغہ غلام حسین خان تھا اس کے پاس حفاظت  
 کے لیے سیاہ وردی والی بلٹن کا ایک پہرہ رہتا تھا اور یہ بلٹن لکھنؤ میں تھی اس پہرے  
 کا بھاکہ راتے اور شہر کی حفاظت سے کوئی تعلق نہ تھا یہ پہرہ بالکل گنہگار کی حالت  
 میں پڑا ہوا تھا بیگم صاحبہ نے جو یہ حکم دیا کہ شہر میں تلنگے کا نام باقی نہ رہے تو ان کے  
 خواجه سرایہ علی نام کہ نہایت کم حوصلہ تھا دس بیس سپاہی ساتھ لے کر گیا اور ان  
 تلنگوں پر سختی کر کے نکالنا چاہا غلام حسین نے بہت کچھ سمجھایا اور منّت و سماجت کی  
 کہ مجھ کو اور میرے یہاں کے تلنگوں کو ان تلنگوں سے جنھوں نے بلوایا ہے کوئی تعلق نہیں  
 یہ تلنگے تو سرکاری سامان کی محافظت کے لیے مقرر ہیں اگر یہ لوگ یہاں سے چلے



بنیون کا قرض ادا کرنے کے لیے آئے تھے بیگم کے آدمیوں نے اُسے پوچھا کہ تم کس واسطے  
 روئے کہنے لگے کہ اسے صاحب ہم لوگ یہاں بارہ سال سے نوکر تھے اور ہمارے  
 باپ دادا اسی ملک کی رعیت ہیں اب اس دولت خانے سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق  
 ہوتا ہے اب آئندہ یہاں کب آنا ہو گا سولے لاکھ ہر نام اور نمک حرام بھی ٹھہرے  
 کہ وجہ شمع الدولہ کو بے سبب تنگ کر کے تنخواہ لی اس لیے رد کیا آتا ہے الغرض دو پہر دن  
 باقی تھا کہ تین ہزار تنگے اور پانسو منغل بچے تمام توپیں لے کر شہر کے باہر گئے ہزاروں  
 تماشائی ان کے پیچھے تھے نشاط علی خان خواجہ سرا اور دس بیگمیں اور ہر ایک تھوون  
 میں سوار ان کے ساتھ بند و قین لینے کو گئے۔ ڈاکا شہر کے میدان میں تھیلیاں رکھ کر  
 منصوبہ یوں اور وکیلوں نے سب کی تنخواہیں دست بردست تقسیم کر دیں اور شام تک  
 یہ روپیہ تقسیم ہو چکا کئی ہزار روپیہ جو کھنڈے آیا تھا اس میں سے آدھا روپیہ  
 تنخواہیں ملے دلا کر بیچ گیا تھا منغل بچوں نے جو دیکھا کہ یہ روپیہ تنخواہ سے فالٹو ہے  
 گنوار سے کیوں لیجاؤں خود چھین لینے کا ارادہ کیا اول خالی توپ چلائی اور پھر  
 تو اسن میان سے نکال کر ان روپوں پر جا پڑے تنگے بند و قین ڈال ڈال کر چاروں طرف  
 بھاگنے لگے نشاط علی خان رتہ میں بیٹھ کر شہر کو بھاگ گیا چار چار پانچ پانچ کو س تک  
 ہر طرف بند و قین زمین پر پڑی تھیں شام تک شہر فیض آباد سپاہیوں سے خالی ہو گیا  
 بیگم صاحبہ نے دو سکر دن جو اہر علی خان خواجہ سرا کو حکم دیا کہ اب سپاہ کا اجتماع کچھ گیا  
 اور اتفاق ٹوٹ گیا منغل بچوں کو جو اس شہر کے رہنے والے ہیں اس جرات اور بے دریغی  
 کی سزا دو بیگم کے آدمیوں نے بازو باندھ کر حاضر کیا اور سخت سزائیں دے کر شہر سے  
 نکال دیا۔

فیض آباد پہنچے اور بہار علی خان اور جواہر علی خان کے سرکاٹ لائے وہ نہایت  
 شورہ پشت اور بد مزاج تھا ایسی باتیں خدا سے چاہتا تھا حسن رضا خان کو جب حال  
 معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوئے باوجودیکہ اُس نے سہل استعمال کیا تھا رزیدنٹ  
 کے پاس گھبرائے ہوئے گئے اور کہا کہ امام بخش سخت بد ذات ہے وہاں جا کر بے ہل  
 لڑائی شروع کر دیگا۔ بیگم صاحبہ کے پاس بھی ہزار پانسو آدمی نوکرین شہر پناہ کی دیوا  
 درست ہے اور شہر کے ہر دروازے پر ایک توپ تیار رکھڑی ہے آدمی بھی جمع ہیں  
 غالباً امام بخش کے جاتے ہی کشت و خون ہو جائے گا اگر آپ کی کوشش سے میں بھی  
 بیچہ دیا جاؤں تو معاملے کو راستی کے ساتھ سلجھا دوں رزیدنٹ فوراً سوار ہو کر نواب  
 کے پاس گئے اور حسن رضا خان کو ساتھ بھیجے جانے کے لیے حکم دوا دیا۔ اتفاقاً دوہر کا  
 اخوند احمد علی کے جو بیگم صاحبہ کی جاگیر کا کام کرتا تھا اور جواہر علی خان کا خاندان تھا  
 عنبر علی خان خواجہ سرا کے پاس لکھنؤ آئے ہوئے تھے۔ عنبر علی خان کاٹلی دمالی کام بھی  
 اخوند احمد علی سے متعلق تھا اور خط کا جواب لے کر نواب وزیر کے ہرکاروں کے زمرے  
 میں رات بسر کرنے کو گئے اُن کو یہ خبر وہاں معلوم ہوئی تو راتوں رات پلنگہ گردم اخوند  
 احمد علی کی حویلی پر پہنچے اور اُن کو جگا کر تمام حال بیان کیا امام بخش اور حسن رضا خان  
 بھی نوراہی تک کہ فیض آباد سے مغربی جانب بائیں کوس پر واقع ہے پہنچ گئے  
 اخوند احمد علی اپنے آنے کے خلاف وقت میں اُن دونوں ہرکاروں کو ساتھ لے ہوئے  
 جواہر علی خان کی حویلی میں آیا اور تمام وکمال حال کہ سنا یا جواہر علی خان اُسی وقت  
 تنہا بغیر مردم جلو کے مجلس کو گیا اور بیگم صاحبہ کو میدار کر کے تمام حال عرض کیا  
 اُنھوں نے فرمایا کہ ناک کے سپاہیوں کو حکم بھیج دیا جائے کہ آگے نہ بڑھنے دیں



جائینگے تو یہ تمام سامان چور چور الینگے خدا کے واسطے اس بہرے کو مت چھیڑ دو گواہ عقل  
 مغرور نے بالکل نہ سنا اور ہر ایک تلنگے کا دست و بازو کپڑ کر نکال دیا اسباب اٹھانے  
 کی بھی فرصت مذی غلام حسین نے یہ تمام مضمون عرضی میں لکھ کر اور یاد علی کاظم ختم  
 تحریر کر کے نواب آصف الدولہ کے حضور میں بھیج دیا۔ دو رات دن جو ہنگامہ بھاگھرا  
 کے تلنگوں نے چایا تھا وہ نواب کے اور رزیڈنٹ کے اخبار نویسوں نے پہلے ہی  
 لکھ بھیجا تھا لیکن آصف الدولہ کو امور ملکی میں نہایت غفلت تھی اور شغل خاطر لہویات  
 میں رہتا تھا اسلئے کچھ خبر نہ ہوئے جب غلام حسین کی عرضی پہنچی تو حضرت کو بے حد  
 غیظ و غضب پیدا ہوا اور انکی ناقبت اندیش آنکھوں میں جہان تیرہ و نار ہو گیا  
 فوراً سوار ہو کر رزیڈنٹ کے پاس پہنچے اور اُن سے بیان کیا کہ جو اہر علیخان  
 اور بہار علی خان خواجہ سرایان والدہ صاحبہ نے اغوا کر کے بہت سی فوج جمع کی  
 ہے اور فیض آباد سے ہماری حکومت اٹھا دی ہے اور وہاں سے چند پٹنوں کو نکال دیا  
 ہے ہنگامہ پر دازی کر کے بھاری بھاری مچایا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ خود فوج  
 اور توپخانہ لے جا کر اُن کی آتش فساد کو بجھاؤں آپ بھی ہمارے ساتھ جلیں ریڈنٹ  
 نے کہا کہ ہمارے اخبار نویس نے خبر تحقیق لکھی ہے کہ اُن تلنگوں کی تدبیر ہے کہ یکم صاحبہ  
 کو دو رات دن محصور کر کے اُن پر آب و طعام بند کر دیا تھا جب انھوں نے کچڑ سی ہارڑ  
 دیا تو محاصرہ اٹھایا اور لے کر چلے گئے رزیڈنٹ نے یہ بھی کہا کہ آپ کی شان اس سے  
 عالی ہے کہ غلاموں کے تذراک کے لیے خود تشریف لیجاؤں نواب نے رزیڈنٹ کے سامنے  
 تو کچھ جواب نہ دیا لیکن وہاں سے نہایت کدرا اور غضبناک لوٹے اور مجلس راہن آکر  
 امام بخش جرنیل کو حکم دیا کہ سات سو تک سوار ہمراہ لے کر راتوں رات یغمار کر کے

کے نشے میں بہرست ہو کر اُس کے سامنے نفاخر کی راہ سے ترک سواروں سے کہنے لگا کہ  
 ان دو ذون خواجہ سراؤں کو اس طرح پکڑ لوں گا جیسے شہباز مرعی کو بنجون میں دابک  
 سے لٹکاتا ہے صبح کو تھو نے جواہر علی خان کے خدمتگار محمد شاکر کو بلا کر یہ بھید کھدایا کہ  
 بظاہر غفلت کا برتاؤ ہے مگر دل میں گرفتاری کا ارادہ ہے اور یہ ڈھیل اور غفلت  
 فریب سے خالی نہیں اُس نے جواہر علی خان سے عرض کر دیا دوسرے دن سہ پہر کے وقت  
 نماز ظہر کے بعد جواہر علی خان بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی کو جانے لگا اُس وقت سوائے  
 کماران پالگی اور دو تین چوہداروں کے کوئی سپاہی اردلی کے لیے موجود نہ تھا  
 یہ حال امام بخش کو معلوم ہوا اُس نے منگولوں کی کمپنی جس میں شتر آدمیوں سے  
 کم نہ تھے تیار کر کے بھیجی اور حکم دیا کہ جون ہی جواہر علی خان باہر نکلیں انھیں پکڑ لیں  
 جواہر علی خان کی حویلی کے دروازے سے دس بیٹے قدم کے فاصلے پر یہ تلنگے  
 صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ساگینین چڑھالین جواہر علی خان کے آدمیوں نے  
 پوچھا کہ یہاں کھڑے ہونے کا سبب کیا ہے جواب دیا کہ جرنیل صاحب ادھر آنے والے  
 ہیں اُن کی سلامی دہرا ہی کے لیے کھڑے ہیں لوگوں نے اس جواب کو فریب جانا  
 کیونکہ ساگینین چڑھالین سے اُن کو جواہر علی خان کے پکڑ لینے کا شبہ ہو گیا کیونکہ  
 امام بخش کی فرود گاہ یہاں سے دور تھی جواہر علی خان کے دوستوں نے اُس کے  
 خدمتگار یار علی کو بلا کر اُس سے یہ ماجرا کھلایا اُس وقت جواہر علی خان کے پاس  
 محمد حیات خان داد مرزا بھلوری برادر ذکر یا خان لاہوری بیٹھا ہوا اختلاط  
 کی باتیں کر رہا تھا کہ یار علی نے یہ بات اُکر کان میں کھدی جواہر علی خان اُسی طرح  
 بغیر خوف و ہراس کے باتیں کرتا رہا اور یار علی کو کچھ جواب نہ دیا یار علی نے خود ہلکا



اگر قدم آگے رکھیں تو مارین شہر میں عجیب تلاطم مچ گیا کہ دیکھنے سے قلع رکھنا تھا  
تمام آدمی حیرت زدہ ہو کر اپنے اپنے کاموں کی فکر میں پڑ گئے چاروں طرف شہر  
کے باشندے لپکتے پھرتے تھے یہ معلوم نہوتا تھا کہ کدھر جائے ہن اور کدھر سے آتے  
ہن جب امام نجش ممتاز نگر سے آگے بڑھا اور شہر میں گھسنے کا ارادہ کیا تو بیگم کے  
سپاہیوں نے توہین اور بند و قین سامنے کر کے روکا امام نجش آگے نہ بڑھا اور  
حسن رضا خان سے کہا کہ کیا کرنا چاہیے انھوں نے جواب دیا کہ اگر میری رائے پر  
رہو گے تو مجھ سے چھٹا دوں گا اُس نے قبول کیا اب حسن رضا خان نے اپنے ایک  
مصاحب کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجا اور عرض کرایا کہ غلام حضور کے مجھ سے  
کے واسطے لکھنؤ سے حاضر ہوا ہے کیا تصور ہے کہ سرکار کے نوکر متعرض ہوتے ہن بیگم  
نے آغا محمد صادق کو حکم دیا کہ حسن رضا خان کو جا کر لے آوے اور امام نجش کو وہ ہن  
چھوڑ دے مگر عرض معروض کے بعد اُس کو بھی پروا نہ ہوئی سات سو ترک سوار تھے  
اور حسن رضا خان کے سپاہی تھے اسی طرح ایک ہزار کے قریب جمعیت ان کے ساتھ  
تھی یہ سب مسلح و مستعد ڈیوڑھی پر حاضر ہوئے اور نذر گذرانی دین تک گھگھو رہی  
بیگم کی طرف سے بہادر علی خان خواجہ سرانے مردانہ وار بات کی اور کسی طرح نہ دباؤ لگتا  
کے بعد ہر ایک اپنے اپنے مقام کو چلا گیا امام نجش نے ڈیوڑھی پر خواجہ سراؤں کی کثرت  
دیکھ کر طرح دی لیکن دل میں یہ بات پوشیدہ رکھی کہ جس طرح ممکن ہو دو نوں خواجہ سراؤں  
کو تنہا پا کر پکڑ لے اگرچہ حسن رضا خان اُس کے فساد اور آویزش کی نگرانی کرتے تھے اور  
جواہر علی خان کے آدمی بھی متنبہ تھے امام نجش نے آٹھ دن تک تدبیر کی لیکن قابو نہ پایا  
ایک ات فیض آباد کی ایک طوائف متھو نام کو امام نجش نے اپنے پاس بلایا اور شراب

وغیرہ انھیں مین سے تھے جب فوج الدولہ فرمان روا ہوئے تو نواب محمد علی خان نے اُن کی اطاعت کی اس لیے معزول ہو کر لکھنؤ میں آئے اور منصور نگر میں رہنے لگے۔

۱۔ حرمت خان بن حافظ رحمت خان کا بریلی پہنچ کر  
 پہلی بھیت کے لیے لینے کی کوشش کرنا آخر کار  
 آصف الدولہ اور نواب فیض اللہ خان والی رامپور  
 کی فوجوں سے مغلوب ہو کر بھاگ جانا

حافظ رحمت خان کے بیٹوں مین سے حرمت خان اور اکبر خان اور عظمت خان نے جان برسٹو صاحب کے درمابے کو قبول نہ کیا اور اسلئے ہجری مین رو سیلکھٹ کو چلے گئے حرمت خان تھوڑے سے سوار و پیادہ جمع کر کے پہلی بھیت کی طرف روانہ ہوا اور اُس مقام کو فتح کرنا چاہا نواب آصف الدولہ کی جس قدر فوج یہاں متعین تھی اُس نے مدافعت کی حرمت خان کی جمعیت کم تھی اور قلعہ مضبوط تھا سر نہو سکا وہاں سے بھاگ کر نانک متہ کے جنگل میں جو دامن کوہ مین واقع ہے چلا گیا آصف الدولہ نے خبر پا کر حاکم بریلی کو حکم دیا کہ حرمت خان کے تعاقب میں فوج بھیج کر وہاں سے نکال دے اور نواب فیض اللہ خان کو بھی لکھا کہ آپ اپنی فوج حرمت خان کے تعاقب میں روانہ کریں اور اُس کو پہاڑ سے نکال دین نواب موصوف نے ملا صید خان نجفی اور احمد خان ولد فتح خان خاںساں کے رسالے حرمت خان کے پیچھے نانک متہ کی طرف بھیجے ان دونوں فوجوں سے حرمت خان کا مقابلہ ہوا تھوڑی سی لڑائی کے بعد حرمت خان کوہ کمایوں پر چڑھ گیا۔



بغیچہ بن کا تن لاکر بالگی کے پاس کھڑا کر دیا جو اہر علی خان سوار نہ ہوا تنگے شام تک انتظار کر کے نوٹ گئے القصد آٹھ دن تک یہ کشن کشن ہی حسن رضا خان نے تمام حال فیض آباد کا نواب وزیر کو لکھ بھیجا انھوں نے حکم بھیجا کہ بندوقین لے کر لوٹ آؤ جب بندوقین کی درخواست کی تو بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ چڑا سہی ہزار روپے کے بدلے میں مین وہ دید و اور لے لو خان مذکور نے ایک تنک لکھ دیا کہ لکھنؤ پہنچ کر آٹھ دن میں روپے پیچید و مگا اور بندوقین ہمراہ لے گئے یہ ہنگامہ ماہ شوال ۹۰ ھ ہجری میں واقع ہوا تھا۔

### جواہر علی خان وغیرہ خواجہ سراؤں کی حقیقت

چونکہ ان خواجہ سراؤں نے اس سلطنت میں خوب نام پیدا کیا گل چھترے اڑائے نواب اور ان کی مان میں کئی بار فساد کرائے اس لیے ان کا کچھ حال سننا چاہیے۔

نواب محمد علی خان نواب ابوالنصور خان صفدر جنگ کے چچا زاد بھائیوں سے تھے نادر شاہ کے حملہ ہندوستان کے بعد سے خیر آباد کے حاکم تھے مدت دراز تک اس ضلع پر حکومت کی ایک بار اس ضلع کے زمینداروں نے قمر کیا سرکاری ذر واجبی روک لیا محمد علی خان نے ان پر حملہ کیا اور بھاری لڑائی ہوئی نواب نے ہاتھی کی عماری سے اڑ کر ایسی شمشیر زنی کی کہ گشتوں کے پشتے لگا دیے خود بھی مہلک طور پر زخمی ہوئے لیکن غالباً مسلمان رہے بہت سے ہندو ملے گئے ان کے بچے اور عورتیں کڑی گئیں نواب نے زخموں سے غسل صحت کے بعد ان لڑکوں کو خواجہ سرا بنادیا زخم کی تکلیف سے ایک لڑکا مر گیا اور باقی سب زندہ رہے جواہر علی خان وغیرہ علی خان و نشاط علی خان

۳۰۳ شہ بھری مین تعمیر کرائی اور شہ بھری مین جعفر کلچ مین ایک مسجد تیار کرائی  
 ۳۰۴ شہ بان شہ بھری مین میرزین العابدین نے انتقال کیا۔ بعض قویہ کہتے ہیں  
 طقت مجاہد مین گرفتار ہو کر قید ہستی سے رہائی پائی مولوی فائق نے اُسکی وفات  
 کی تاریخ اس طرح لکھی ہے۔

چون وفات میرزین العابدین	خلق را افزود و صدر بخ و خلق
۳۰۵ شہ بان بود ہم یوم انجیس	کز غمش گردید جاہم سینہ شق
سال ناخوشی فوشتن خواستم	از سواد خامہ غم برودق
گفت فائق باد و حزن حزین	گشت مین العابدین و وصل بحق

الفاظ حزن دل سے حا اور زاک کے حد دلے کر مصرعہ آخر کے اعداد کے ساتھ ملائیں  
 ۳۰۶ شہ بھری ہو جائیں زین العابدین کی وفات کے بعد اُس کی زوجہ مصری بیگم  
 کے ہاتھ کئی لاکھ روپے کا ترکہ نقد و جنس آیا یہاں تک کہ بعض نے ستر لاکھ روپے  
 کا ترکہ بتایا ہے مصری بیگم نے الماس علی خان سے کہا کہ اس قدر نقد و جنس شوہر  
 کے ستر کے مین سے میرے پاس حاضر ہے اُس خواجہ سراے حیرت علی ہمت نے  
 جواب دیا کہ مردے کا مال مردے کے پیچھے جانا چاہیے اسلیے مناسب یہ ہے کہ لڑکوں کو  
 تقسیم کر دو مین محتاج اور کوتاہ ہمت نہیں کہ اُس کو لون مصری بیگم نے وہ تمام ترکہ  
 اپنے بیٹوں کو تقسیم کر دیا سید زین العابدین خان کثیر الاولاد تھا اُسکے بعض بیٹوں  
 نے وہ زر نقد عالم شباب مین اڑا دیا اور بعض اولاد نہایت رشید نامور ہوئی اُن  
 کو نواب وزیر کی سرکار سے نظامتین ملین اُن مین سے سید کاظم اور میرا دی علی  
 اور میر باقر علیخان تھے۔



## وفات متفرق

(۱) فتح چند نایک قلعہ دار تال گاؤں نے جو فرخ آباد کے قریب ہے بغاوت کی تو کرنیل گاڈر لشکر لے کر اُسکے سر پر پہونچا اور اُس کو گرفتار کیا۔  
 (۲) اس عرصے میں امیر الدولہ حیدر بیگ خان نے راجہ صورت سنگھ کو جو بریلی کی حکومت پر سعادت علی خان کے بعد سے مقرر ہوا تھا معزول کیا اور اُسکی جگہ کندن لال مقرر ہوا جیسا کہ طلسم ہند سے ثابت ہے کہ شیوپر شاہ کی فرخ بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ کندن لال پہلے مقرر ہوا تھا اسکے بعد راجہ صورت سنگھ کا تقرر ہوا جس نے کندن لال کے خاندان کو خدمات سے معزول و موقوف کر کے قید کر دیا۔

(۳) ارکان سلطنت نے سید جمیل الدین توراتی کا رسالہ توڑ دیا تو یہ رسالہ مرزا نجف خان ذوالفقار الدولہ کے پاس چلا گیا یہ شخص سید تھا اور میر شجاع الدین بن شاہ قلی بن میر تقی کا بیٹا تھا یہ میر تقی اور نگ نیب عالمگیر کے زمانے میں بڑے مرتبے کا آدمی تھا۔

(۴) اس دور حکومت میں میان دواب کا تمام ملک رکن الدولہ الماس علی خان خواجہ سر کو ایک کروڑ اور کئی لاکھ روپے پر ہشیکہ میں ملا میر زین العابدین خان معروف بہ کوڑی والا اُسکی طرف سے میان دواب میں کئی پرگونوں پر حکومت رکھتا تھا اور الماس علی خان کی رفاقت میں بڑے اعزاز سے رہتا تھا اور اسطرح لاکھوں روپے کا سرمایہ ہم پہونچا کر بٹھور میں ایک امام باڑہ اور مسجد لب دریا

رہتا تھا آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ میں رہنے لگا پنشن سرکار انگریزی سے  
 پاتا تھا کم کم شغل تجارت رکھتا تھا اس کا گورنر جنرل کی کونسل کے دو ایک ممبرین  
 سے بہت میل تھا اگرچہ انگریز بہ تھا مگر سرکار کمپنی میں اُس کا بڑا اعتماد تھا امیر الدولہ  
 نے اُس کی معرفت کلکتے کو لکھ کر جان برسٹو کو مشائے عیسوی میں معزول کر دیا۔  
 بعد اس کے دو دنوں میں بہت دوستی ہو گئی اور امیر الدولہ کا بھی اقتدار بڑھ گیا  
 بعد اس کے کپتان مارٹین جنرل مارٹین ہو گیا عمارت میں بہت سلیقہ رکھتا تھا  
 بڑی بڑی عمارتیں لکھنؤ میں بنوائیں اسکی ایک کوٹھی میں مرزا سلیمان شکوہ رہا کرتے  
 تھے دوسری کو پچپن ہزار روپے میں سعادت علی خان نے اُس کی وفات کے بعد  
 مول لے کر اپنی عمارت میں ملا لیا اور نام اس کا فرح بخش رکھا اور اُس میں ایسی عمدہ  
 تعمیر اپنی طرف سے کی کہ جو قابل دید تھی اگرچہ پہلے سے بھی اچھی تھی اب اور بھی خوب  
 ہو گئی تیسری کوٹھی بی بی پور کی راہ میں تھی اور یہ قابل دید عمارت تھی اس کی تعمیر  
 میں پندرہ لاکھ روپے کا صرف بتاتے ہیں جب مارٹین صاحب نے اسکی تعمیر کا ارادہ  
 کیا تو اول نقشہ ذاب آصف الدولہ کو دکھلایا انھوں نے نقشے کو پسند فرما کر اُس کے  
 خریدنے کی خواہش ظاہر کی بعض کہتے ہیں کہ اُس کی قیمت دس لاکھ روپے قرار پائی  
 پس پندرہ لاکھ روپے صرف ہونے کی بات غلط معلوم ہوتی ہے۔ آصف الدولہ کے  
 مرگ نے اس معاملے کو انجام نہونے دیا اور چند روز کے بعد وہ جنرل بھی مر گیا اور یہ تعمیر  
 باتمام تھی مگر اُس نے نہ نظر اس کے کہ کوئی حکم ران آئندہ اس کو ضبط نہ کر لے یہ وصیت  
 کر دی تھی کہ اس کی لاش اس مکان میں دفن ہو اور جو روپیہ اُس نے واسطے تیاری  
 مدرسہ کے جمع کیا تھا اُس کے سود کی آمدنی سے یہ تعمیر اختتام کو پہونچی خدر کے زلزلے میں



## امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا اقتدار

جبکہ حیدر بیگ خان نے دیکھا کہ انگریزی فزلا دی پنچے کی مدد سے مباحثت  
 بیرونی حملوں سے محفوظ ہے تو شجاع الدولہ کے وقت کے رسالہ دارون کی تنخواہ  
 کوڑی کوڑی ادا کر کے الگ کر دیا سب نجف خان کے پاس دلی کو چلے گئے پھر بھی  
 انگریزی سپاہ کی تنخواہ دینا پڑی اور سوار و پیادے ریاست میں بھی کثرت سے  
 ملازم تھے ان کی تنخواہیں بھی سال میں ایک بار یا دس مہینے میں یا آٹھ مہینے میں  
 دینا پڑتی تھیں۔ نواب آصف الدولہ الگ عیش و عشرت اور تعمیرات میں لکھنؤ کے  
 لگاتے تھے اگر نواب کو بیس لاکھ روپے کی بھی ضرورت ہوتی تو فوراً لیتے اگر روپے  
 کے پہونچنے میں گھڑی دو گھڑی کی بھی دیر ہو جاتی تو زمین و آسمان کو ہر دم کھینچتے  
 ان مصارف کی وجہ سے انگریزی کمپوون کی تنخواہ کے پہونچنے میں دیر پڑتی تھی  
 اس لیے جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ سے امیر الدولہ کی رنجش پیدا ہو گئی اسکے سوا  
 اور بھی اسباب تھے جب امیر الدولہ نے دیکھا کہ رزیڈنٹ ہر کام میں امن کو دہاتا ہے  
 اور وہ اسکے مقابلے میں عہدہ برائ نہیں ہو سکتے تمام اعلیٰ عہدہ دارون کا عزل و  
 نصب بھی رزیڈنٹ کے ہاتھ میں تھا تو انھوں نے یہ تدبیر سوچی کہ جان برسٹو کی جلی  
 کرادی جائے اور آئندہ سوائے رزیڈنٹ کے خود بھی گورنر جنرل سے سوال جواب  
 کر سکے چنانچہ راجہ نند رام پنڈٹ کشمیری کے توسط سے جو حسن رضا خان کار فیق تھا  
 اور قبل اسکے محمد ایچ خان کی سرکار کا مختار تھا مارٹن صاحب سے موافقت ہو گئی  
 یہ شخص فرانسس تھا اور پہلے کپتان تھا شجاع الدولہ کے عہد میں میر جھوپیر کے ساتھ

محبت خان کی سفارش کی۔ اور وہ محبت خان کو اپنے ساتھ لکھنؤ میں لے آئے اور ان کا در ماہہ دو ہزار روپے کا بدستور بحال کر دیا اور جب خود گورنر جنرل لکھنؤ آئے تو انھوں نے آصف الدولہ سے کہا کہ محبت خان کی خواہ آپ کے خزانے سے رزیدنٹ کے خزانے میں جایا کرے وہاں سے محبت خان کو مل جایا کرے گی اس وقت سے محبت خان کی خواہ لکھنؤ کے رزیدنٹ کی معرفت ملنے لگی اور حافظ صاحب کا خاندان کمپنی کے منوسلون میں مقرر ہو گیا۔ محبت خان انگریزوں کو اپنا حامی سمجھ کر رزیدنٹ کے دربار میں جایا کرتے اور نواب آصف الدولہ کے دربار میں بھی حاضر تھے۔ نقشب سلیمان میں لکھا ہے کہ نواب محبت خان کا طریقہ شہر لکھنؤ میں نواب وزیر اودھ سے یہ رہا کہ آٹھویں دن جمعہ کے روز ملاقات کو جاتے تھے اور نواب وزیر اودھ کو قیام دیکر اپنے پاس بٹھاتے تھے اور ہر ایک کو گفتگو کرتے تھے نواب محبت خان عیدین وغیرہ میں نجما در کرتے تھے نہر کبھی نہیں دی۔ شادی وغنی وغیرہ میں نواب وزیر اودھ خود نواب محبت خان کے مکان پر آتے تھے یا اپنے ولی عہد کو برائے مشارکت بھیجتے تھے نواب سعادت علی خان کے ابتدائے عہد میں محبت خان کے بھائی ذوالفقار خان کا انتقال لکھنؤ میں ہوا فاتحہ خوانی کے لیے نواب نے اپنے بیٹے بیٹے غازی الدین حیدر کو بھیجا نواب سعادت علی خان خود بھی ایک دو مرتبہ محبت خان کے مکان پر آئے مگر آخر زمانے میں کسی قدر شکر بخشی واقع ہو کر ملاقات ترک رہی کیونکہ نواب کی مرضی یہ تھی کہ وہ اپنی اولاد کو ہمارے لڑکوں کو دین اور ہماری اولاد کو اپنے فرزندوں کے واسطے کرین محبت خان نے یہ بات نامنظور کی۔

تبلیغ تاریخ مظفری سے مستفاد ہوتا ہے کہ حیدر بیگ خان چلتے کو دوبار گئے



امہ ٹین صاحب کی قبر کھود کر اس کی ہڈیاں جو باقی تھیں ان کو مفسدون نے  
پاش پاش اور پریشان کر دیا تھا مگر بعد فر وہیں مفسد کے کچھ ہڈیاں جو دستیاب  
ہوئیں دوبارہ قبر میں رکھی گئیں۔

اس جملہ معترضہ کے بعد کہتا ہوں کہ جان برسٹو کے چلے جانے کے بعد جو رزینٹ  
آٹا امیر الدولہ سے موافقت رکھتا اور نہ یہاں جتنا نہیں۔ جان برسٹو صاحب آخر ۱۷۹۷ء  
بھری میں دوبارہ لکھنؤ کی رزیدنٹی پر آیا لیکن تھوڑے دنوں رہا اور اسکی مصلحت  
زور کے ساتھ جم نہ سکی کیونکہ یہاں کی بنا مستحکم ہو گئی تھی۔

حافظ رحمت خان کے بیٹوں کے ساتھ سلطنت

کی بدسلوکی

جب ۱۷۹۷ء میں برسٹو صاحب معزول ہو کر ٹلٹن صاحب اس کی جگہ لکھنؤ کا  
رزیدنٹ مقرر ہوا تو پھر لکھنؤ کے اہلکاروں نے حافظ رحمت خان کے خاندان کی توجہ  
دینے میں تساہل کیا محبت خان مجبور ہو کر کلکتے کو گیا اور گورنر جنرل سے استغاثہ کیا  
طلسم ہند سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ سلطنت اودھ نے گورنر جنرل کو لکھ دیا تھا کہ  
محبت خان سے ملاقات کرنی چاہیے اسلئے گورنر جنرل نے محبت خان سے ملاقات  
نے کی مگر گل رحمت میں بیان کیا ہے کہ گورنر جنرل نے محبت خان کی بہت دلجوئی کی  
اور پانچ ہزار روپے دعوت کے اور ایک گھوڑا محبت خان کو عنایت کیا اور وعدہ کیا  
کہ میں آپ کے معاملے میں آصف الدولہ سے سفارش کروں گا چنانچہ جب امیر الدولہ  
حیدر بیگ خان آصف الدولہ کے درسلہ کلکتے کو گئے تو گورنر جنرل نے ان سے مذاہ



یہ تمام کیفیت میرطالبی میں لکھی ہے۔ حیدر بیگ خان اور کرنیل ہانی میں کچھ صوت عنان پیدا ہوئی اس لیے کرنیل ہانی کلکتے کو چلا گیا اور مرزا ابوطالب خان کا بھی کاروبار برہم چلا جا رہا تھا۔ یہ بھی شہداء میں کلکتے کو اس غرض سے چلا گیا کہ خود جا کر گورنر جنرل سے دادخواہ ہو۔ اگرچہ لارڈ کارن والس گورنر جنرل اس سے نہایت تپاک سے پیش آئے۔ لیکن وہ اسکی کچھ مدد کر سکے کیونکہ بیچہ سلطان کے خلاف فوج کے کمانڈر نجف ہو کر مدد اس جا رہے تھے۔ چار برس تک وہ سخت انتظار کی حالت میں کلکتے پڑا رہا کہ شاید اس کو وہاں سے کچھ نفع ہو جائے۔ جب ۱۸۶۲ء میں لارڈ کارن والس کلکتے واپس آئے تو اس کو گورنر جنرل کا سفارشی خط نواب اور ریزیڈنٹ لکھنؤ کے نام ملا جس میں لکھا تھا کہ مرزا موصوف کو کوئی عمدہ عطا کر دیا جائے یہ ضلوطے کر مرزا ابوطالب خان لکھنؤ پہونچا نواب آصف الدولہ اس سے براہم خسروانہ پیش آئے اور اس کو یہ اُمید دلائی کہ کوئی معقول عمدہ دیا جائے گا لیکن بد قسمتی سے لارڈ کارن والس کے ہندوستان چھوڑتے ہی نواب کا سلوک برعکس ہو گیا اور بجائے اس کے کہ اس کو حسب وعدہ کوئی عمدہ دیا جاتا اس کو حکم دیا کہ لکھنؤ خالی کرے۔ مجبوراً اس کو پھر کلکتے آنا پڑا اس وقت سر جان شور گورنر جنرل تھے انھوں نے بھی اس کی امداد کا وعدہ کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس وعدے نے کبھی فخر ایفا حاصل نہ کیا اس مرتبہ پھر اس کو تین سال متواتر سخت انتظار سے سابقہ پڑا اور آخر مایوسی نے صرف اس کا دل ہی توڑ دیا بلکہ اسکی صحت پر بھی بہت بڑا اثر کیا۔ شاید ان ہی وجوہ سے اسنے ایک انگریز دوست کے ہمراہ انگلستان جانے کا قصد کیا۔ مرزا ابوطالب خان ۹۹ شہاء میں روانہ انگلستان ہوا۔ عام خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے جو ہندوستانی



ایک بار وارن ہسٹنگ کے عہد میں ۹۸ھ ہجری میں اور دوسری مرتبہ ۱۰۰ھ ہجری میں لارڈ کارن والس کے زمانے میں۔

نواب سعادت علی خان اور مرزا جنگلی ابنائے

شجاع الدولہ

نواب آصف الدولہ کی مسند نشینی سے چوتھے سال بین الدولہ سعادت علی خان لشکر مرزا نجف خان سے پھر کر لکھنؤ میں آئے اور کچھ دنوں سعادت گنج میں قیام کیا اور پھر شہر بنارس میں رہنے پر مجبور کیے گئے اور وہیں اُن کے مصارف کے لیے روپیہ ریاست سے انگریزوں کی معرفت ماہ بہ ماہ پہنچتا تھا۔

بعد اس کے مرزا جنگلی صاحب شجاع الدولہ کے بیٹے نجف خان کے لشکر میں چلے گئے ابھی زیادہ قیام نہ کیا تھا کہ مرزا نجف خان نے قضا کی مرزا جنگلی نے بھی وہاں سے مراجعت کی اور پھر کچھ دنوں کے بعد عظیم آباد کو چلے گئے۔

کرنیل ہانی کے اجائے سے علاقے کا کال لیا جانا

اور مرزا ابوطالب خان کا کچھ ذکر

کرنیل ہانی نے نواب وزیر سے بہت سا علاقہ اجارہ لے کر مرزا ابوطالب خان سپر محمد بیگ خان کو وہاں کا کاروبار سپرد کیا۔ مختار الدولہ کے عہد تک مرزائی کے ساتھ بخوبی گذری۔ مختار الدولہ کے بعد حیدر بیگ خان نے مرزا ابوطالب خان کی تنخواہ کم پان سو روپیہ ماہوار پاتا تھا موقوف کی اس وجہ سے اُس کا دل ٹوٹ گیا چنانچہ اس نے



غلام حسین خان بنگالے والے کے رفقا سے تھا آئمہ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا یہ روایت مشہور ہے کہ عشرہ محرم میں معمول تھا کہ عاشورے کو تمام مال و متاع و نقد و جنس اور عمارات اور زن و فرزند بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سید الشہداء کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض اُدھار سے زر نقد بہم پہنچا کر مول لیتا تھا۔ غرض کہ جس جگہ اس نے علداری کی بمثل رہا پہلے فیض آباد میں مامور ہوا وہاں چوری کا بہت زور و شور تھا وہاں حکم جاری کر دیا کہ کوئی شخص شب کو اپنے گھر کا دروازہ بند نہ کرے خدا نخواستہ اگر کوئی صورت نقصان کی ظہور میں آئے تو سرکار اُس کو عوض نقصان دے گی اور جو کوئی چوری کی علت میں گرفتار ہوتا اسکو قتل کر دیتا اور ہاتھ کاٹ ڈالتا تو ایک بات تھی اس سبب سے چورون کا نام باقی نہ رہا اور جس جگہ تھوڑے دنوں کے لیے جاتا تو امام بارگاہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا تھا اور اپنی قبر بنواتا تھا اور کہتا تھا کہ آخر ایک دن جہان سے اُٹھنا ہے اور جبکہ نواب اصف الدولہ نے آستانہ نجف اشرف کی درستی کے لیے بائیس لاکھ روپے اور سرفراز الدولہ نے دو لاکھ روپے حاجی محمد کی معرفت بھیجے تھے تو خواجہ صاحب نے بھی اپنی مقدت کے موجب ایک معقول رقم بھیج کر تعمیر میں شرکت کی تھی اور ہمیشہ چرمی شمشیر زیب کمر اور لباس شجر فی دربر رہتا تھا اور جب حکام کو عرضی لکھتا تھا تو اول یہ عبارت لکھ دیتا تھا ”دانا برحق موجود بے شک“ اس فقرے کے بعد قلم جانب مطلب اُٹھتا تھا اور غریبون کو اُس کے لنگر خانے سے کھانا اور جاڑون میں لباس سربانی ملتا تھا اُسکے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا ابراہیم علیخان بریلی میں چند مدت عہدہ دیوانی پر مامور رہا پھر انگریزی تحصیلداری پر نوکر ہوا۔



آدمی انگلستان گیا ہے وہ راجہ رام موہن رائے تھے۔ یہ سن کر لوگوں کو تعجب ہو گا کہ  
راجہ موصوف کے جانے سے پہلے مرزا ابوطالب خان ولایت پہنچ چکا ہے انگلستان میں  
وہ ایرانی شاہزادہ مشہور تھا اُس نے چار سال سفر میں صرف کیے اور اس عرصہ میں  
نیوز بر اعظم یعنی ایشیا افریقہ اور یورپ دیکھ لیے جب وہ کلکتہ میں واپس آیا تو اُس  
نے اپنے روزنامہ میں سفر نامہ مرتب کیا اور نام اُس کا مسٹر طالبی رکھا جس کو مسٹر  
چارلس سٹوارٹ پروفیسر زبان ایشیائی نے انگریزی میں ترجمہ کر کے سلسلہء میں  
انگلستان میں چھپوایا تھا ہندوستان میں آکر وہ ہندو لکھنؤ کے ایک ضلع میں کلکٹر  
مقرر کر دیا گیا اور اسی عرصہ پر سلسلہء بھری مطابق سلسلہء میں اُس نے انتقال  
کیا چونکہ وہ پس ماندگان کے لیے کوئی کافی ذریعہ اوقات بسر نہیں چھوڑ گیا تھا  
اس لیے ایسٹ انڈیا کمپنی نے اُس کی بیوہ اور بچوں کی نشین مقرر کر دی۔

### اسمعیل بیگ خان شورہ والا

اُسی زمانے میں اسمعیل بیگ خان شورہ والا کے لیے جو حیدر بیگ خان کلاسی  
ہوا تھا صوبہ الہ آباد کی حکومت قرار پائی چنانچہ اُس نے وہاں پہونچ کر مطالبہ  
بقیات میں اکثر زمینداروں کی اراضی و املاک مول لیکر صاحب دولت بن گیا۔ مگر  
دولت حیات سے ہاتھ اٹھایا۔ اسکا بیٹا زین العابدین خان چند مدت پرٹ برٹی میں  
سرکار انگریزی کا نوکر رہا آخر بیکاری کی حالت میں لکھنؤ میں قضا کی۔

### خواجہ عین الدین انصاری صوبہ دار بریلی

دوسرے برس خواجہ عین الدین انصاری صوبہ دار بریلی پر مقرر ہوا شیخ

ہوا اور راجہ کا خطاب ملا۔

(۳) جلوس آصفی سے آٹھویں سال لکھنؤ میں محکمہ عدالت قائم ہوا مفتی غلام حسرت اور قاضی غلام مصطفیٰ سے فتوے مسائل شرعیہ و احکامات عدالت متعلق تھے مگر بجوانی منسلک اردو کا اقتدار اتنا بڑھ گیا تھا کہ اُس کی مداخلت کی وجہ سے مقدمات عدالت ضعیف پڑے۔ اس لیے عدالت کی افسری سید محمد نصیر برادر عم زاد مختار الدولہ سے نامزد ہوئی اور مولوی محمد امین فتوے کے واسطے مقرر تھے اُن کی تنخواہیں سرکار سے مقرر تھیں لیکن عملہ عدالت کی تنخواہ تساہل کے ساتھ ملتی تھی راجہ ٹکیت راسدار المہام دیوانی چونکہ مفتی غلام حسرت پر مہربانی رکھتا تھا اس واسطے سید محمد نصیر پر داشتہ خاطر ہو کر بنارس کو چلے گئے اور غلام حسرت کا طوطی بولا۔

(۴) ایک بار غلام قادر خان بن نواب ضابطہ خان خاں نجیب الدولہ اپنے باپ سے روٹھ کر لکھنؤ میں آئے نواب آصف الدولہ نے جھاردار پالکی بخشی اور نواب ضابطہ خان سے اُنکی سفارش کی اس وجہ سے پھر اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

### نواب آصف الدولہ اور اُنکے اہلکاروں کے مصارف

نواب آصف الدولہ ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ ہولی اور بسنت وغیرہ کے جشن اور دوسرے لائبابی مصارف میں خرچ کرتے تھے اور ہر سال جو شکار کے لیے کوچ و پریش ہوتا تھا تو کارپردازوں پر اس قدر سختی روپے کی طلبی میں فرماتے تھے کہ حیدر بیگ خان اور راجہ ٹکیت راسدار کا دم ضیق میں پڑتا تھا اسی وقت حاضر کرتے تھے اس کے سوا نواب وزیر کے مزاج میں یہ بات بھی تھی کہ جو تاجر کوئی عمدہ شے لاتا تھا بلا تکلف خرید فرماتے



جرنیل کوٹ کمانڈر انچیف کی لکھنؤ میں آمد

اقبال الدولہ کی خرابی

جرنیل کوٹ کمانڈر انچیف کلکتے سے لکھنؤ میں آیا نواب وزیر نے الہ آباد تک استقبال کیا اور کمال مطراق کے ساتھ شہر لکھنؤ میں لائے بزم ضیافت آراستہ کی اُن دنوں سرکار کمپنی کو دکن میں حیدر نایک سے جس کا دار السلطنت سترنگ پٹن تھا سخت جنگ درمیں تھی جرنیل صاحب نے نواب وزیر سے زر نقد اور فوج کے ساتھ مدد کرنے کی درخواست کی چنانچہ امر لے لکھنؤ اور جملہ جاگیر داروں پر کئی لاکھ روپے کا چندہ قرار پایا مگر ہر ایک کو اس بات میں اغماض تھا اقبال الدولہ پسر مختار الدولہ نے پیش قدمی کی اور ساٹھ ہزار روپیہ دیا تو چندے کا راستہ طوعاً و کرہاً جاری ہوا حیدر بیگ خان اور سرفراز الدولہ کو اقبال الدولہ کا یہ معاملہ خوش نہ آیا اس لیے اُنکی جاگیر فرق کی اور تین ہزار روپیہ جو اُنکا درما بہ تھا موقوف کیا۔

متفرق واقعات

(۱) آصف الدولہ کے جلوس سے ساتویں برس راجہ بلبھدر سنگھ ناظم اور حیدر بیگ خان سے فرقی تنخواہ کی علت میں مقابلہ پیش آیا بندلیوں نے اسکی مدد کی آخر کار فوج انگریزی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(۲) اور اسی سال پھر راج متوطن بنارس شہر بنارس سے کسی فتنہ انگیزی کے باعث کہ خوف سیاست دامنگیر تھا بھاگ کر آیا پھر چند خزاہی کے عزل کے بعد خزاہی مقرر



بڑھتا جاتا تھا آصف الدولہ خود تورات دن عیش و عشرت میں مشغول رہتے تھے  
 ان کے اہلکار رشوت اور غلبہ میں مصروف تھے اس سبب سے سارے ملک میں  
 اندھیرہ تھا۔ زمیندار سرکش تھے رعایا افلاس اور تباہی کی حالت میں ڈوبی ہوئی تھی  
 جب تک نواب کا تعلق انگریزوں سے نہ ہوا تھا تین کروڑ روپے کی آمدنی ان کے ملک  
 کی تھی شش ماہ میں آمدنی اس سے آدھی بھی نہ ہوئی اور آگے سالوں میں اور بھی زیادہ  
 خاک اڑھی فیض آباد میں جو عہد وہیلون کی لڑائی کے بعد نواب سے ہوئے  
 تھے جس عہد نامے پر شروع شش ماہ میں آصف الدولہ نے دستخط کیے تھے اس میں  
 یہ لکھا تھا کہ سرکار کمپنی کی سپاہ کا ایک برگیڈ اودھ میں رہے گا اور اس کا خرچ  
 نواب کے ہوتے ہوگا کورٹ ڈائریکٹرز نے بھی اس امر کو منظور کر لیا تھا کہ اگر نواب کی مرضی  
 ایسی ہو تو ایک برگیڈ وہاں رہا کرے غرض اس سپاہ کا رہنا جبراً و قہراً نواب کے ہوتے  
 نہیں لگایا گیا تھا ان کی مرضی پر موقوف تھا شش ماہ میں ایک اور برگیڈ انگریزی  
 سپاہ کا جس میں انگریزی افسر حکمران اور چھ پلیٹین پیادوں کی اور ایک توپخانہ  
 اور ایک حصہ سواروں کا شامل تھا چند روز کے لیے اور بڑھایا گیا۔ اور فتح گڑھ  
 میں تعینات ہوا کیونکہ نواب کو خوف اس پاس کے حملوں کا تھا اور نواب کی بہت سی  
 سپاہ انگریزی افسروں کے ماتحت ہوئی اس جدید برگیڈ کے خرچے کے واسطے کوئی مقدار  
 معین نہیں ہوئی اور مختلف اوقات میں تھوڑی تھوڑی سپاہ ضرورتوں کے وقت  
 بلائی گئی۔ شش ماہ میں برگیڈ چند روزہ کا خرچ آٹھ لاکھ روپیہ اور نواب کی سپاہ  
 میں افسروں کا خرچ چار لاکھ روپیہ تخمینے سے زیادہ ہوا یہ تو سپاہ کے خرچ کا حال  
 تھا اب دوسرا خرچ ریزیڈنٹ اور اس کے عملے کا تھا اب اس پر گورنر جنرل کے ایک



تھے خصوصاً انگریزی سودا گردن کا مال ایک روپے سے لاکھ روپے تک مول لینے میں  
 دریغ نہ تھا۔ مارٹن صاحب فرانسسیسی جو میجر پھولیر صاحب کے مصاحبوں سے تھا اُسے  
 لاکھوں روپیہ نواب وزیر کی بدولت تجارت میں پیدا کیا یہ کیفیت نواب و خیر کے  
 مصارف کی تھی حیدر بیگ خان جو سر فرزا الدولہ حسن رضا خان کے نائب تھے بلکہ نائب  
 سے بڑھ کر اقتدار رکھتے تھے اُنکے مصارف چھبیس لاکھ روپے سالانہ سے کم نہ تھے  
 گوٹہ کناری عطا اور پھلیل لاکھوں روپے کارنگے محل میں صرف ہوتا تھا اور راجہ کپڑے  
 کے مصارف اور بھی زیادہ تھے انھوں نے بڑی بڑی عمارتیں اور متعدد باغات اور اکثر  
 کمرے اور بہت سے پل اور معاہدہ بنوائے جو آج تک اُن سے یادگار ہیں اور الماس عین خان  
 جو ہمیشہ مستاجر کر رہے اُنکے مصارف اور بھی بڑھے ہوئے تھے وکیل اور متصدی  
 ان حضرت کے اپنے گھروں میں بادشاہ وقت تھے ایک ایک نے لاکھوں روپے کی عمارت  
 بنوائی غرض ان مصارف نے حیدر بیگ خان کو دریائے فکر میں ڈبو دیا تھا۔ آخر کار  
 سپاہ پر کمی کا قلم پھر قدیمی رسالہ دار موقوف ہوئے۔

نواب وزیر کا انگریزی سپاہ اور ملازموں کے مصارف  
 کی زیر باری سے گھبرا جانا اور اُن کا دارن ہسٹنگز  
 سے ان مصارف کے بارے میں شک و شبہ کر دینے کے لیے  
 التجا کرنا اور نیا عہد نامہ منعقد ہونا

مولوی ذکا، الد صاحب تاریخ ہندوستان میں کہتے ہیں کہ جو کچھ نواب آصف الدولہ  
 کو سرکار کمپنی کا روپیہ ادا کرنا چاہیے تھا وہ اُن سے ادا نہو سکتا تھا روز بروز قرض



ضرور تھا کہ اُس کا فیصلہ فریقین آپس میں لکر کر لیتے لیکن فریقین میں اختلاف تھا۔ اس لیے زبردست فریق کے ہاتھ میں اختیار تھا جو چاہے فیصلہ کرے۔ مگر بعض کے نزدیک صوبہ ہسٹنگز صاحب کی ہٹ دھرمی تھی عہد نامے میں اور کورٹ ڈائرکٹرز کے احکام میں صاف لکھا ہوا تھا کہ نواب کو سپاہ اپنی مرضی کے موافق رکھنے کا اختیار ہے جس کے معنی صاف ہیں کہ جب چاہیں رکھیں جب چاہیں نہ رکھیں مگر اس وقت گورنر جنرل کو اور مشکلات درپیش تھیں کہ انگریزی سپاہ کو وہ اودھ سے بلا لیتے تو ملک میں اندھیر مچ جاتا۔ میدان خالی دیکھ کر آس پاس کے دشمن اودھ پر چل پڑتے خصوصاً مرہٹے اس تاک میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ضرور ملک پر چڑھائی کرتے اور پامال کر ڈالتے اور سرکار کمپنی کا فرضہ نواب سے کیسے وصول ہوتا وہ سارا مارا جاتا مرہٹوں سے ڈانڈا ملتا۔ سرحد کی حفاظت میں اور ان سے لڑنے میں سرکار کا اور روپیہ خرچ ہوتا اب بھی سرکار کمپنی والے میں تھی پھر معلوم نہیں کیا ہوتا۔ حفاظت خود اختیاری کا قانون انصاف کے قانون پر غالب تھا۔ نواب اودھ حقیقت میں سرکار کمپنی کے تابعین سے تھا بغیر اُس کی حفاظت و حمایت کے وہ ایک روز نوابی نہیں کر سکتا تھا۔ ہسٹنگز نے جیسے کوئی اپنے تابعین کو حکم دیتا ہے نواب کو لکھا کہ اُن کو سپاہ رکھنی پڑے گی جو استحقاق آقا کو ملازم پر حاصل ہوتا ہے سرکار کو نواب پر اور اُس کے ملک پر یہ حق حاصل تھا۔ گورنر جنرل سے جب اس بات کی دلیل ولایت میں پوچھی گئی کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تو اُس نے کہا کہ عہد نامے کی عبارت پہلو دار تھی اُسکے معنی مشتبہ تھے اس لیے زبردست کو اختیار تھا کہ جو معنی چاہتا وہ عبارت مشتبہ کے مقرر کرتا مگر یہ جواب ہٹ دھرمی پر فریب اور دھوکے کا روغن چڑھانا



اور ایجنٹ کا خرچ زیادہ ہوا اس کے علاوہ ملازمان سرکار کمپنی کے تحفہ تحائف  
 پنشن وغیرہ کا جدا صرف تھا۔ شش ماہ میں نواب نے گورنر جنرل سے اس کمپو کے  
 خرچ سے سبکدوشی پانے کی التجا کی اور کہا کہ میں اس کے بارے میں دیکر راجا مان  
 اور تین برس میں سارے ملک کی آمدنی کھا گیا اب میرے گھر کے آدمیوں کو بھی  
 کھانے کو کچھ نہیں بچتا۔ شجاع الدولہ کی اولاد کو چوتھائی تنخواہ ملتی ہے ان ضرورتوں  
 کے سبب سے ملک کا خراج بڑھانا پڑا اس سے اس کی تحصیل میں اور بھی زیادہ خسارہ  
 آگیا زمیندار اور کاشتکار بھاگ بھاگ کر چلے گئے سپاہی اور پڑانے شریف اور  
 بنجیب زامے حیران ہو کر ملک چھوڑے چلے جاتے ہیں کچھ تھوڑی سی سپاہ میرے پاس  
 رہ گئی ہے جو ملک سے خراج وصول کرتی ہے سب کے گھر میں فاقے کا گھر رہتا ہے  
 بڑی مشکل سے گزارہ ہوتا ہے یہ خرچ اس سپاہ کا مجھ سے نہیں اٹھ سکتا۔ سپاہ کام کی  
 نہیں اس کے افسر ایسے سرکش اور مسترد ہیں کہ وہ ملک کا اپنے تئیں مالک سمجھتے ہیں  
 ملک کا محصول نہیں وصول ہونے دیتے اور سارے میرے ملکی معاملات کو درہم برہم  
 کر دیا ہے کب تک میرے گلے پر چھری رہے گی۔ گورنر جنرل کب ایسی سنتے تھے انھوں  
 نے خفا ہو کر لکھا کہ نواب نے خود ہی اپنے ملک کی حفاظت کے واسطے انگریزی سپاہ کو  
 بلایا ہے اس کے سارے خرچ اٹھانا ان کے فتنے واجب ہے اس کے بلا لینے یا گھٹانے کا اختیار  
 ہم کو ہے۔ ہم جب چاہیں ایسا کریں نواب کو اپنے عہد کے موافق تنخواہ دینی چاہیے  
 خواہ اس میں ملک کی آمدنی ان کی سپاہ کو بھوکا لے یا اس کو موقوف کر دیں  
 یہ ان کا اپنا قصور ہے کیونکہ عیاشی اور بدکاری میں پھنسے رہتے ہیں جس سے ملک کا  
 یہ حال ہو گیا ہے۔ عہد نامے میں تو میعاد سپاہ کے رہنے کی متعین نہیں تھی اس لیے



جو بھگو دینا چاہیے اُس کے ادا کرنے کی مجھ میں استطاعت نہیں میری والدہ اور داوی نے جو خزانہ لے لیا ہے اُس کو چھین لینے کی بھگو پڑوائی ہو۔ چنانچہ دوسری شرط یہ قرار پائی کہ نواب کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے ملک میں جسکی چاہیں جاگیر ضبط کر لیں مگر جس جاگیر دار کی سرکار کمپنی دستگیری کرے اُس کی پنشن نقد موافق محاصل جاگیر کے نواب ریزیڈنٹ کی معرفت دیں اس عہد نامے پر چوتھی شرط یہ تھی کہ کوئی ریزیڈنٹ فرخ آباد میں مقرر نہ ہو۔

### قولنامہ جو وزیر نے گورنر جنرل سے کیا

چونکہ میری درخواستیں بلا کمی و تامل کے منظور ہوئیں میں اب مکرر وہ درخواست گزارش کرتا ہوں کہ میں نے زمینی عرض کیا تھا اور امید ہے کہ آپ میرے تمام عرضات پر لحاظ فرمائیں گے اور یقین ہے کہ ان کی منظوری بلا تامل فرمائی جائے گی کیونکہ ان میں صرف آپ کی مہربانی درکار ہے اور کمپنی کو کچھ تعلق ان سے نہیں ہے صرف اس قدر کہ جو روپیہ مجھ سے لینا ہے وہ کمپنی کو دیا جائے میں اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ جو تعداد نفری سہ ہندی اور دوسری فوج کی کثرت سے ہو گئی ہے وہ کم کی جائے اور ایک حد مقرر ہو جائے اور ان کی تنخواہ آمدنی پر نہ دلائی جائے بلکہ خزانے سے نقد ملا کرے اور اُس کی تعداد نفری اُسی قدر ہو جس قدر روپیہ خزانے سے مل سکتا ہو مگر چونکہ یہ امر بہت مشکل ہو گا جب تک کہ میرے خانگی اور علاقے کے اخراجات جدا نہ ہوں میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ بھگو کچھ روپیہ مقرر ہو کر اخراجات خانگی کے واسطے



تھا عہد نامے میں کوئی عبارت مشتبہ نہ تھی۔ سوا اس کے گورنر جنرل نے یہ کہا کہ نواب نے جو یہ درخواست دی تھی کچھ اپنی ضرورتوں کی وجہ سے نہیں دی بلکہ ان کے صلاح کاروں اور مشیروں کو یہ معلوم ہوا تھا کہ سرکار کمپنی کے ممبران کو نسل میں طوفان نفاق برپا ہے اس میں وہ خود غارت ہوا چاہتی ہے اس لیے نواب کو ایسی درخواست پر مبادرت ہوئی اس لیے میں نے اس کا جواب ایسا سخت دیا تھا اگر اس کا یہ سبب نہ ہوتا تو میں کچھ بات نواب کی مان لیتا۔ اب سرکار کمپنی کا قرض نواب مسئلہ میں ایک کروڑ چالیس لاکھ روپیہ ہو گیا۔ سپریم کونسل نے تقاضے پر تقاضا شروع کیا نواب نے عذر پر عذر کرنے شروع کیے کہ ملک میں میرے جان نہیں بیکار پاس کھانے کو بھی نہیں اسپر گورنر جنرل نے یہ ارادہ کیا کہ لکھنؤ کو خود جائیے اور نصف الدولہ سے رو برو گفتگو کیجیے مگر نواب نے کچھ چکنی چپڑی باتیں بنا کے ان کو اپنے ارادے سے باز رکھا اور خود ہی تھوڑے سے مصاحبوں کے ساتھ گورنر جنرل کے پاس چنا کر گڑھ کے قلعہ میں آگئے ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اس ملاقات کا انجام بخیر ہوگا کیونکہ نواب تو یہ چاہتے تھے کہ بریگیڈ چند روزہ اور ریڈنٹ اور انکی سپاہ کے انگریز افسروں کا اور بہت سے اخراجات کا بوجھ ان کی گردن سے اٹھ جائے اور ہسٹنگز صاحب کو روپیہ لینا منظور تھا مگر اتفاق سے ان باتوں پر اتفاق ہو گیا اور گورنر جنرل نے مان لیا کہ سوا اس بریگیڈ کے جس کا خرچ شجاع الدولہ کے زمانے میں بھی لیا گیا تھا اور جسکی تنخواہ دو لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ ماہوار تھی اور اس ایک پلٹن کے جو ریڈنٹ کی حفاظت کرے اور جسکی تنخواہ پچیس ہزار روپیہ ماہوار قرار پائی ہے باقی تمام سپاہ کے خرچ نواب کے ذمے سے اٹھالیے گئے آصف الدولہ نے گورنر جنرل سے کہا کہ کمپنی کا روپیہ



بندوبست انھوں نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا تھا اور آپ ہی اس کا کل روپیہ وصول کرتی تھیں اس کے سوا شجاع الدولہ نے خزانہ کثیر جمع کیا تھا جس کا تخمینہ تین کروڑ روپیہ تھا وہ بھی انھیں کے قبضے میں تھا یہ دونوں ساس ہون فیض آباد میں بڑے عمدہ محلوں میں رہا کرتی تھیں اور آصف الدولہ لکھنؤ میں رہتے تھے گو متی کے کنارے پر انھوں نے عمارتیں تعمیر کرائی تھیں چونکہ اس وقت سرکار کمپنی کو بہت سے اخراجات درپیش تھے اس لیے ہسٹنگز صاحب کو یہ سوچھی کہ ان بیگنوں کی دولت کو کسی طرح لینا چاہیے۔ انگریزوں کو دولت اپنے اخراجات ضروری کے لیے چاہیے تھی نواب کو اپنے کلچرے اڑانے کے لیے درکار یعنی عرض ان دونوں بھلے مانوں کے آپس میں قول و قسم ٹھہر گئے کہ ہسٹنگز صاحب تو نواب کو فوج اور افسران ملکی کے بار خراج سے سبکدوش کر دیں اور نواب ان دونوں عورتوں سے دولت لے کر اپنا قرضہ سرکار کمپنی کا چکا دیں۔ نواب کو بحیثیت نوابی ان بیگنوں کی جاگیر پر اپنا ضیاع تھا اور ان کی دولت کے وہ وارث موافق شرع کے تھے بیٹے کے ہوتے مان کا حق آٹھویں حصے کا ہوتا ہے اور مان کے ہوتے وادی کا کچھ حق نہیں ہوتا نواب آصف الدولہ کی غفلت یا بے پروائی یا فیاضی تھی کہ ان کی مان اور وادی یہ خزانہ دبا بیٹھی تھیں آصف الدولہ نے مان کو بہت تنگ کر کے بہت سارے روپیہ تولے کر اڑا دیا تھا شجاع الدولہ نے کہ شجاع الدولہ کو مرے ہوئے بہت دن نہیں گزرے تھے ان کی بیوی نے گوہر منٹ انگریزی کو یہ شکایت لکھی تھی کہ میں اپنے بیٹے کے ہاتھ سے تنگ ہوں ایک دفعہ تو ۲۶ لاکھ روپے مجھ سے اس بہانے سے لے چکے ہیں کہ سرکار کمپنی کا روپیہ دینا نہایت ضروری ہے اب دوبارہ تیس لاکھ روپیہ مانگتا ہے کہ سرکار کو عہد و پیمان کے موافق



ملاکرے اور باقی آمدنی خزانہ عامرہ میں رکھی جایا کرے اور صاحب رزیدنٹ بہادر  
 اس کا ملاحظہ کر لیا کریں اور اس میں سے اخراجات سپاہ و دفاتر ہوا کریں اس  
 صلاح سے مراد یہ نہیں ہے کہ سالانہ ادائے سرکار کمپنی میں تغلل واقع ہو بلکہ وہ  
 یعنی ادائے قرضہ سابق و مطالبہ حال کمپنی ہر سال بعد از مختلف دیا جائیگا۔  
 گورنر جنرل نے جو نواب کے ساتھ اس قدر رعایت کی اس کی وجہ یہ تھی کہ  
 نواب نے اُن کو دس لاکھ روپے بطور نذر کے دیے تھے نقد روپیہ تو نواب کے پاس  
 تھا نہیں کیونکہ وہ اس وقت میں قرضدار تھے۔ دس لاکھ روپے کی ہنڈی ایک بڑے  
 مہاجن کے نام تھی گورنر جنرل نے اپنی چٹھی مورخہ ۲۰ جنوری ۱۸۵۲ء کے ذریعہ سے  
 کورٹ ڈائریکٹر کو اس رقم کی اطلاع کر دی اور لکھا کہ یہ روپیہ مجھے میرے حسن خدمت  
 کے جلد و میں مل جائے مگر کورٹ ڈائریکٹر نے اس عطا کے دینے میں غل کیا اور صاف  
 انکار کر دیا۔

## عہد نامہ چنار گڑھ کی دوسری شرط کے

### مضمون پر بحث

اس عہد نامے کو دیکھ کر کہ نواب اپنے ملک میں جسکی چاہیں جاگیر ضبط کر لیں مگر  
 تعجب ہوگا کہ اس میں ظاہر کوئی نفع انگریزوں کا نظر نہیں آتا۔ مگر اس میں بڑا فائدہ  
 نقاب میں منہ چھپائے ہوئے تھا اب آشکارا ہوتا ہے آصف الدولہ کی دادی اور مان  
 دو بڑی بوڑھی بیگمیں تھیں شجاع الدولہ کے وقت میں اُن کا بڑا دور دورہ رہتا تھا  
 اور اُن کے مرنے کے بعد بھی بہت بڑی جاگیر پر قابض تھیں اس جاگیر کا اہتمام اور

کے رفیق بے دریغ خرچ کرتے تھے نواب کا خزانہ خالی تھا اس لیے گورنر جنرل کی نظر میں یہ بات ہو تو ہو کہ یہ روپیہ نواب کے ہاتھ لگ جائے تو سرکار کمپنی کا زر قرض وصول ہو جائے مگر حق یہ ہے کہ بانی مہابی اس فساد کے حیدر بیگ خان تھے۔

اس کا کچا چٹھا شیخ محمد فیض بخش ساکن کا کورسی نے اپنی فارسی کی تاریخ فرج بخش نام میں لکھا ہے۔ یہ شخص چھ سال کامل شجاع الدولہ کے عہد میں ۱۲۰۳ھ ہجری سے وہاں کے حالات دیکھ چکا ہے بعد ان کے آصف الدولہ کی ان کے خواجہ سراے مقرب جواہر علی خان کے ساتھ نہایت عزت و تقرب کے ساتھ سات برس تک رہا ہے جواہر علی خان کے مرنے کے بعد نواب ناظر محمد داراب علی خان خواجہ سرا کا ناظر رہا اور یہ عرصہ میں سال کا تھا تمام حالات مفصل اور چشم دید لکھے ہیں کیونکہ ان میں وہ خود بھی شریک رہے پس اُس نے وہ باتیں بے مبالغہ لکھی ہیں جو خود سُنی اور آنکھ سے دیکھی ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۰۳ھ ہجری میں ختم کی ہے اور یہ مکمل تاریخ فیض آباد کے ان واقعات کی ہے جو آصف الدولہ کی ان اور داوی اور اُنکے نامی نامی ملازمین میں واقع ہوئے۔

الماس علی خان کا حیدر بیگ خان کے وجہی مطا بے

سے برا فروختہ ہو کر اُن کی معزولی پر آصف الدولہ کو آواز

کرنا اور نواب کی مان کا بھی اس مشورے میں شریک ہو جانا

جب حیدر بیگ خان کو استقلال کامل حاصل ہو گیا تو اب انھوں نے جوہر طبعی دکھانا شروع کیے سب سے اول الماس علی خان پر ہاتھ ڈالنا چاہا یہ شخص ایک کروڑ روپے کا مساجر تھا فرج ساتھ رکھتا تھا کسی سے دیتا تھا نہیں دستور اس کا یہ تھا کہ آصف الدولہ



وینا ناگزیر ہے اگر وہ نہ ادا کیا جائے گا تو مین تباہ ہو جائے گا اس پر انگریزوں نے  
 بیچ مین پڑ کر ایک عہد موثق بیگم کے ساتھ کیا کہ اب آئندہ آصف الدولہ ان کو  
 روپے کے لیے نہیں حق کریں گے اور وہ اپنی جاگیر و مال پر قابض رہیں گی اور ان کو  
 اختیار ہے کہ جہاں چاہیں وہاں رہیں بالفعل یہ تیس لاکھ روپے دین ہیں۔ مگر اب  
 زمانہ بدل گیا خود ضامن و محافظ کو روپے کی ضرورت تھی جس نے ضمانت دی تھی  
 اس کو کچھ مشرم و لحاظ اس کا نہ تھا کہ وہ آصف الدولہ سے وہ جرکتیں کر لے  
 جنکو کرتے ہوئے وہ جھجکتے تھے۔ اب ضرور تھا کہ ان بیگم کی جاگیر و مال و دولت  
 ضبط کرنے کے واسطے کوئی وجہ بھی نکالنی چاہیے اور وجہ بھی ایسی ہو کہ جو رسم  
 رواج اور دین و ایمان اور آئین و انصاف کے موافق اور آدمیت و انسانیت  
 کے مطابق ہو اور ادب و فرزند کی بھی خلاف نہ ہو ان کا ادب اور پاس عزت تو  
 وحشیوں میں بھی ہوتا ہے اس لیے سوچتے سوچتے یہ سوچ بھی کہ چیت سنگھ زمیندار بنارس  
 کی بغاوت کا الزام لگائے کہ انھوں نے چیت سنگھ کی اعانت کی اور اس کو فوج بھی  
 بھیجی اور روپیہ بھی بھیجا۔

انگریزی مورخ اور مترجم جو اصل کار سے واقف نہیں ہیں وہ آصف الدولہ  
 کی بدسلوکی کے اپنی مان کے ساتھ تمام الزام کو دارن ہیسٹنگز کے سرھوتے ہیں اور  
 عہد نامہ چنار گڑھ کی اس دوسری محفل شرط سے کہ نواب کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے ملک  
 میں جسکی چاہیں جاگیر ضبط کر لیں یہ سمجھتے ہیں کہ گورنر جنرل نے ان کی مان کی جاگیر کے  
 ضبط کرنے کی اجازت دی ہے اگرچہ گورنر جنرل کو نواب سے کمپنی کا قرضہ وصول کرنے  
 کی فکر تھی اور روپیہ ان کی مان کے پاس بہت تھا جس کو بے کار مصارف میں نہ وران

اپنے پاس رکھتا ہے باقی نصف کو بھی سنبھال لیکھا اور پیر و مرشد کے اقبال سے تمام مالی حالت کا انجام اچھی طرح ہوتا ہے گا نواب سادہ مزاج نے بلا تامل اس بات کو قبول کر لیا اس کے بعد الماس علیخان نے عرض کیا کہ شاید خاطر اثرن سے یہ بات اتر گئی ہے کہ نواب مختار الدولہ کے مرنے کے بعد گورنر جنرل اور پیر و مرشد کے درمیان یہ بات قرار پائی تھی کہ اگر نائب کا تغیر و تبدل منظور ہو تو باہمی استصواب و اطلاع کے بدون صورت پذیر نہ ہو پس اول کلکتہ کو خبر بھیجنا اور اس طرف کی رائے بھی شریک کر لینا واجب ہے اگر جناب عالیہ متعالیہ (والدہ آصف الدولہ) بھی گورنر جنرل کو اس معاملے میں اشارہ فرمادینگی تو اور زیادہ استحکام کی صورت ہو جائے گی آصف الدولہ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اس مشورے کے بعد الماس علی خان اٹھے کو چلا گیا اور ایک ماہ کے بعد آصف الدولہ اور سالار جنگ ان کے ہاں یہ دونوں فیض آباد تشریف لے گئے اور جو کچھ الماس علی خان نے سمجھایا تھا وہ تمام باتیں جناب عالیہ سے ظاہر کیں اور سب کے مشورے سے بہار علی خان خواجہ سرا کا گورنر جنرل کے پاس کلکتہ کو بھیجا جانا قرار پایا۔

بہار علی خان خواجہ سرا کی صدر یعنی کلکتہ کو گورنر جنرل کے پاس آصف الدولہ کی ان کی طرف سے سفیر بن کر حیدر بیگ خان کی معزولی کی اجازت حاصل کرنے کیلئے روانگی اور اس مقصد کے حصول میں ناکام میاہی بیگم اور ان کے مشیروں نے اخلاص راز میں بہت کوشش کی اور بہار علی خان کو



اور ان کے اہلکاروں کی بے خبری کی وجہ سے کبھی یہ حیلہ کھڑا کرتا کہ ابکی سال سکھوں کی فوج نے یورش کر کے ملک کو تباہ کر دیا ہے کبھی یہ کہہ دیتا کہ برف اور پالے نے فلان وقت ملک کے کھیتوں کو بگاڑ دیا ہے اور جس قدر چاہتا جمع سہ کار میمنہ سے کسی کر دیتا اور ریاست میں اتنی توفیق کسی کو نہ ہوتی کہ تحقیقات کرے حیدر بیگ خان کی نیابت کے زمانے میں بھی تین سال تک یہی ویرہ رکھا ۹۲ الہ بھری میں حیدر بیگ خان نے دلائل صحیح اور براہین قاطع بیان کر کے الماس علی خان کو ساکت کیا اور سات لاکھ روپے کا اٹس سے مواخذہ کیا الماس علی خان سے سولے اداے زر مذکور کے کوئی جواب نہ بن سکا اور نہایت پتھاپ کھا کر غیظ و غصے سے آپے میں نہا اور نواب سالار جنگ کے قدموں پر دستار استغاثہ ڈال کر ان سے حیدر بیگ خان کی معزولی کے باب میں مشورہ طلب ہوا۔ باوجودیکہ پہلے حیدر بیگ خان کی خود ہی تعریف و تحریک کی تھی چند روز کے بعد نواب اکھف الدولہ کو دعوت کے حیلے سے سالار جنگ کی حوٹی میں بلوا کر ان سے خلوت میں عرض کیا کہ میں غلام موروٹی ہوں جس قدر مال و اسباب میں نے حاصل کیا ہے وہ سب جناب کے لیے تحویل و امانت کے طور پر اپنے پاس جمع رکھا ہے یہ حیدر بیگ کا بی الاصل ہے اور چونکہ اس کا بڑا بھائی نواب شجاع الدولہ کے ہاتھ سے مارا گیا ہے اسلئے نہایت عداوت اس دو تنہا نے سے رکھتا ہے اس کا مذاق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا نقشہ جمائے گا کہ جس کا مٹنا بڑی بڑی تباہی کے ساتھ امکان سے باہر ہو گا صلاح و دولت یہ ہے کہ اس منصب عالی اور عمدہ جلیل القدر کو حیدر بیگ خان سے نکال کر نواب سالار جنگ کے سپرد فرما نا چاہیے وہ بندگان عالی کے حقیقی مومن اور مان باپ سے زیادہ نیر خواہ ہیں خانہ زاد نصف ملک کے قریب



بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی قیمتی موتی جس کا ہر ایک دانہ ہزار روپے سے کم نہ ہوگا  
 بڑے پیالے میں ڈال کر اُن پر بی کے بچوں کو ڈال دیا تھا اور وہ اُن پر سے اٹھ نہیں  
 سکتے تھے جب اٹھنے کا ارادہ کرتے پائوں کے نلکے سے موتی لڑک جاتے اور وہ اس  
 نمائش سے ہنستی تھی کان میں جو اُس کے آدینے سے تھے اُن کا ہر ایک موتی پچاس ہزار  
 کی قیمت سے کم کا ہوگا بہار علی خان نے یہ حال دیکھ کر اپنے تحائف کو لیجانا مناسب  
 نہ سمجھا شرما گیا لیکن ایک قیمتی زین جو نواب سالار جنگ نے اپنی حویلی سے ساتھ کر دیا تھا  
 اور چند جواہر کہ بیگم نے اپنی سرکار سے دیے تھے اور چند شیشے عطر کے گورنر جنرل کے سامنے  
 پیش کیے اٹھو اُن نے ان تحائف کو دیکھ کر کہا کہ ان کو اٹھا لو اس لیے کہ دارالسلطنہ  
 لندن میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ ایک کرور روپے کے تحفے فیض آباد سے  
 آئے ہوں گے اور یہ چیزیں جو کچھ ہیں وہ ظاہر ہے البتہ عطر ہم لے لینگے کیونکہ عطر ہمیشہ  
 علی اکبر خان کی معرفت بیگم صاحبہ کی طرف سے بھیجا یا ہوا ہمارے پاس پہنچا کرتا ہے  
 بہار علی خان نے کہا کہ علی اکبر خان ایک فضول اور یا وہ گو آدمی ہے اپنی عزت افزائی  
 کے لیے اتنے عرض کیا ہوگا کہ میں بیگم صاحبہ کا وکیل ہوں جو کچھ وہ کہتا ہے دروغ ہے  
 بیگم صاحبہ نے نہ اُس کو وکیل بنایا ہے نہ اُس کے ہاتھ کبھی عطر بھیجا ہے گورنر جنرل نے  
 حکم دیا کہ اب اگر علی اکبر خان آئے تو اُسے دخل نہ دیا جائے اور تین سو روپے ماہوار  
 جو اُس کے سرکار کمپنی کی طرف سے مقرر کر دیے تھے وہ بھی بند کر دیے یہ علی اکبر خان  
 و حاکم کارہنے والا نہایت ذکی و ذوق من تھا باوجودیکہ اُمی محض تھا مگر دس میں خط  
 اراکین مشرق کے جو اس کے نام پر تھے اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ہر ایک کو نکال کر صفائی  
 اور سرعت کے ساتھ چڑھ دیتا تھا۔ شمس الہ جہری میں جب شجاع الدولہ انگریزوں سے



کلکتے کی طرف روانگی کے لیے لکھنؤ بھیجا بارش کی شدت تھی جب بارش میں کمی واقع ہوئی تو بہار علی خان نے اپنی عزیمت ٹانڈے کو مشور کی یہ مقام فیض آباد سے دو منزل پر مشرق کی جانب واقع ہے۔ بیگم کی جاگیر میں تھا اور نعلیق بہار علی خان سے رکھتا تھا یہاں پہونچکر کلکتے کے سفر کی تیاری شروع کی اور سامان درست ہونے لگا بیگم کے نامی خواجہ سراؤں میں سے ایک شخص کا نام نشاط علی خان تھا اس کے دل میں جواہر علی خان اور بہار علی خان کی مختاری سے آتش حسد سُلگتی رہتی تھی جو کچھ راز ان کے ہوتے وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو پہونچاتا رہتا تھا اس نے مجملًا حسن رضا خان کو یہ لکھا کہ یہاں بیگم صاحبہ اور نواب آصف الدولہ اور نواب سالار جنگ کا کوئی مشورہ ہوا ہے معلوم نہیں کہ کونسا اہم مطلب درپیش ہے اُدھر لکھنؤ میں بہار علی خان یا ان کے کسی مصاحب معتمد کی زبان سے کلکتے کی عزیمت کی خبر مل گئی تھی اور تمام شہر میں مشور ہو گئی تھی خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہار علی خان کلکتے پہونچا اور وہ تحائف جو گورنر جنرل کے مرتبے کے موافق نہ تھے ہمارے گیا گورنر جنرل نے اسکی آمد کی خبر سن کر پہلے دن ہزار روپے دعوت کے نام سے بھیجے اور سات سو روپے ماہوار پر ایک مکان کر لے لے کر اس میں ٹھہرایا دو تین دن کے بعد بہار علی خان گورنر جنرل سے ملا جس کے میں گورنر جنرل کی اور اس کی ملاقات ہوئی وہاں ایک پردہ لپٹا ہوا تھا گورنر جنرل کے حکم سے وہ کھولا گیا شجاع الدولہ کی تصویر اس پر کھچی ہوئی تھی بہار علی خان تصویر کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور آداب تسلیمات بجالایا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے گورنر جنرل نے فرمایا کہ جس دن سے یہ شخص درمیان سے اُٹھ گیا ہے دل سے تسکین و آرام بالکل زائل ہو گیا ہے۔ اس وقت گورنر جنرل کی میم ایک طرف بی کے



کشیدہ خاطر ہو کر چلا گیا تیسری وجہ یہ ہے کہ یا قوت نام خواجہ سر بہار علی خان کی حویلی کا مختار تھا اسکے ذمے ہزاروں روپے تھے بہار علی خان چاہتا تھا کہ فیض آباد پہونچ کر اپنے حکم کا حساب اُس سے سمجھ کر جو کچھ نکلے گا وصول کیا جائے گا وہ یہ ارادہ بہار علی خان کا معلوم کر کے چاہتا تھا کہ کوئی ایسی بات واقع ہو جس سے اس کا کام بگڑ جائے اپنے حال میں گرفتار ہو کر مجھ سے تعرض کی فرصت نہ ہے اس لیے نیک حرامی پر کمر باندھی اور جو کچھ یہاں مشورہ واقع ہوتا کاشی راج اور اکبر علی خان کو پہونچا دیتا بلکہ ان باتوں پر قناعت نہ کر کے اپنی طرف سے بھی چند ایسی باتیں بنا کر جو بہار علی خان کی خانہ باندازی کا موجب ہوتی ہیں کہتا۔

بیگم صاحبہ کی گورنر جنرل سے چار خواہشیں تھیں۔

(۱) مختار الدولہ اور جان برسٹو صاحب ریڈینٹ کے زمانے میں جو کاغذ وثائق کے درست ہوئے تھے ان پر گورنر جنرل کی مہربانی ہو جائے تاکہ اچھی طرح استعمال ہو جائے۔

(۲) بہار علی خان کی آج ہے اور جہان کی آب و ہوا پسند آئے خواہ بنا رسن یا عظیم آباد یا خود اپنی جاگیر کے محالات اُس میں مع تمام سامان اور نوکر و جاگر کے جا کر رہنے لگیں فیض آباد سے روانگی کے وقت کوئی شخص تعرض نہ کرے۔

(۳) ایک دو مرتبہ ہمارے اندر ختمین سے خواہ ہماری ضماندی سے یا بغیر ضماندی کے لے لیا گیا اب ہماری جاگیر کے محالات اور زر نقد اور خواجہ سراؤں اور خادان محل سے کسی کو سروکار نہ ہے (جو کہ آصف الدولہ کی طرف سے بیگم کو کشیدگی خاطر تھی یہ انکی طرف اشارہ تھا)



شکست پا کر روہیلوں کے ملک میں چلے گئے اور انگریزوں نے لکھنؤ میں دخل کر لیا  
 تو چند ماہ تک لکھنؤ کا کو تو ال رہا پھر کبھی اس ریاست میں نوکری نہ ملی زبان فارسی  
 خوب سمجھتا اور بولتا تھا چونکہ کلکتے میں یہ بات مشہور تھی کہ یہ شخص والدہ نصف الدولہ  
 کی طرف سے وکیل ہے اس لیے بہار علی خان سے خط و کتابت شوقیہ کا سلسلہ جاری کیا  
 تاکہ مردان کلکتہ اس کو وکیل جانتے رہیں پھر خود ایک بار ملنے آیا بہار علی خان نے  
 اس سے دریافت کیا کہ آج کل اوقات معیشت کمان سے ہے کہا کہ سرکار کپنی سے  
 وکالت کی تنخواہ پاتا ہوں دریافت کیا کہ کس کی طرف سے وکیل ہو جواب دیا کہ بیک صاحبہ  
 کی طرف سے پوچھا کونسی بگیم کہا مختاری بہار علی خان نے یہ بات گورنر جنرل کی زبان  
 سے بھی سنی تھی غصے ہوا اور کہا کہ کب تک وکیل بنایا ہے کونسا ایسا کام بگیم صاحبہ کا  
 یہاں سے متعلق تھا جس کی ہمو خبر نہیں ہوئی اور تم کو وکیل بنا دیا اکبر علی خان خاموش  
 ہو گیا اور محجوب ہو کر چلا گیا اور بہار علی خان سے عداوت پیدا کر لی اور خرابی کی فکریں  
 مصروف ہوا دوسری بات بہار علی خان کے کام کی درجی کی یہ ہے کہ رے کاشی راجہ  
 ایک ہندو تھا جو شجاع الدولہ کی شکست بکسرے قبل تینی بہادر برہمن نائب شجاع الدولہ  
 کی جانب سے وکالت کے لیے شجاع الدولہ کے دربار میں حاضر رہتا اور معاملات سوال و  
 جواب میں اچھا سلیقہ رکھتا تھا حمید ریگ خان نے آصف الدولہ کی وکالت کے لیے  
 گورنر جنرل کے پاس کلکتے کو بھیجا تھا چند سال سے وہاں تھا سال بھر کے عرصے سے اس  
 کی تنخواہ سرکار لکھنؤ سے نہیں پہنچی تھی اس بے تکلیف اٹھارہا تھا۔ بہار علی خان کی ملاقات  
 ہو آیا اور مزاج پرسی کے بعد ہزار روپے بطور قرض کے مانگے اس نے مذیے بلکہ رنج  
 پہونچانے کو حسن رضا خان و حمید ریگ خان کی نسبت تہتک آمیز الفاظ کہے یہ بھی



کے علاوہ اپنی طرف سے مضمون بڑھا کر لکھ دیا تھا بے چارہ حیدر بیگ خان اس منصوبے سے غافل بالمینان خاطر کام کر رہا تھا لکھنؤ میں داد عیش و عشرت مہیا تھا ان عرصہ فیض کے مطالعہ کرنے سے چہرہ فنی ہو گیا منہ پر ہوا لیان اڑنے لگن آنکھوں میں عالم شب و بجز سے زیادہ تاریک ہو گیا مضطربانہ حسن رضا خان کے پاس گیا اور یہ تمام ماجرا دل آشوب اُن سے بیان کیا مدت تک نائب منیب دونوں دیرینے فکر میں غوطے مارتے رہے اور کوئی بات تسلی خاطر کی ان کے دل میں نہیں جمتی تھی حیدر بیگ خان نے اپنی طبیعت کو قابو میں کر کے یہ بات کہی کہ جناب عالیہ نواب شجاع الدولہ کے سامنے سے ریاست اور کارہائے بندوبست اور معاملہ سپاہ سرکاری سے سروکار نہیں رکھتین۔ ان کو ان معاملات کی طرف کسی طرح کا التفات نہیں اور میں اور آپ دونوں اُن کی اطاعت اور فرمان برداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے کوئی تقصیر جس سے اُن کی کشیدگی خاطر متصور ہو ہماری طرف سے اب تک وقوع میں نہیں آئی تاکہ یہ تدارک ہم سے واسطے تجویز کرتین اول یہ بات تلاش کرنی چاہیے کہ یہ گل تازہ کس کے باغ سے کھلا ہے اور یہ ہوا کس میدان سے جلی ہے اور باعث اس کا کیا ہے اس کے بعد مذاہر صائب کے ساتھ اس فساد کی درستی اور اس سخن کی دروازہ بندی کی جائے حسن رضا خان اگرچہ چودت طبع و ذکا سے عاری تھے لیکن رسائی عقل اور یادری اقبال سے یہ بات نہایت دور اندیشانہ کسی کہ سعدی کی گلستان میں ہے کہ تازیاق از عراق آورده شود مارگزیدہ مردہ شود تم جب تک اس فتنہ خوابیدہ کے ظہور کی تحقیق و تلاش کرو گے اُس وقت تک حریف جو مدت سے کلکتے میں بیٹھا ہوا ہے اپنا مطلب نکال لیگا مصلحت وقت یہ ہے



(۳) تبدیلی نائب کی خواہش تھی کہ گورنر جنرل اس سے اتفاق رائے

کر لیں۔

اول اول گورنر جنرل نے ان امور پر رضا مندی ظاہر کی اور بہ طیب حمت اظہار بہار علی خان کی قسلی و قسفی کر کے اطمینان دلادیا بہار علی خان نے تمام سرگدشتگی جیسا کہ حضور مین فیض آباد کو لکھ بھیجی اس بات سے ان کو ایک طرح کی خوشی و انبساط حاصل ہوا اس کے بعد گورنر جنرل کے ہاں کے کار پر دازون نے بہار علی خان سے کچھ چاہا اُس نے گراہیت خاطر کے ساتھ قبول کر کے بیگم صاحبہ کی منظوری پر موقوف رکھا جب بیگم صاحبہ کی خدمت میں یہ بات لکھی تو جواب بھیجا کہ جو کچھ مقتضائے وقت ہو عمل کرے اہلکاران مذکور کی طرف سے جتنا سوال ہوتا بہار علی خان اُس میں کمی چاہتا ہو بہار علی خان بلند حوصلہ اور خوش ہمت آدمی تھا لیکن یا قوت در پردہ اُس کے کام کو بگاڑنا اور بنیاد شوکت کو ڈھانا چاہتا تھا اس لیے وہ بہار علی خان کو خراب صلاح دیتا تھا بہار علی خان اُس کے کید سے غافل تھا یا قوت اتنا بخیل و مٹسک تھا کہ کوئی اگر اُس کا صبح کو نام لیتا تو تمام دن روٹی اور پانی سے محروم رہتا یا قوت بہار علی خان کے آج کل صلاح کاروں میں تھا خیر خواہی اور اظہار دوستی کی راہ سے صلاح دیتا کہ اتنا دینا چاہیے بلکہ تھوڑا تھوڑا بڑھانا چاہیے یہاں تک کہ طرف ثانی کا سوال چالیس لاکھ روپے کا تھا چند ماہ کی گفتگو میں گھنٹے گھنٹے چند روپے لاکھ پر نوبت پہنچی اور اس پر بھی اُس کو صبر نہ آتا تھا سوال و جواب کی مدت بڑھ گئی۔

اس مدت دراز میں کاشی راج اور اکبر علی خان کے عرائض حیدر بیگ خان کو لکھ دے پہونچ گئے تھے جو کچھ ان لوگوں نے یا قوت کی زبان سے سنا تھا وہ اور اُس



کو یہ ملک شکست کے بعد سرکار کمپنی نے مرحمت کیا ہے وہ جب تک زندہ رہے اس دولت کے آداب کی رعایت کرتے رہے یہ خواجہ سرا کہ اُن کا غلام ہے اس کو یہ جبارت کیسے ہوئی کہ اس سرکار کے انعام کو بے قدر و ناچیز جان کر پھیرتا ہے بہار علی خان نے یہ کلمات سنے تو فوراً میض آباد کو روانہ ہو گیا اور اس راہ بعید کو چھوڑے ہی دفن میں طے کر کے اپنے مقام پر پہنچ گیا اور بے حصول گوہر مقصود بیگم صاحبہ کے سامنے شرمندہ حاضر ہو کر وہاں کا تمام حال عرض کیا۔ ایک مطلب کے برہم ہونے کے لیے جس سے بیگم صاحبہ کو زیادہ تعلق بھی نہ تھا دو تین دوسرے اہم مقاصد جو اُن کی ذات سے خصوصیت رکھتے تھے برہم ہو گئے۔

### حیدر بیگ خان اور حسن رضا خان پر شعلہ افروزی الماس علی خان و نواب سالار جنگ کار از کھل جانا

بہار علی خان کے بے حصول گوہر مقصود واپس ہو جانے سے حیدر بیگ خان اطمینان حاصل کر کے اس بات کی تحقیق و تلاش کے درپے ہوئے کہ اس مفسد کی شعلہ افروزی کا بانی اور اصل کون ہے چکے چکے بہت سے مخبر لگا دیے جو کہ معمول ہے کہ جو بھی دوسرے پر کھل جاتا ہے ہر گز چھپا نہیں رہتا خواہی مخواہی آشکارا ہو جاتا ہے بہت سی تلاش کے بعد پتا چلا کہ اس فساد کی بنیاد الماس علی خان کی طرف سے ہے جو کہ اُس سے سات آٹھ لاکھ روپے تنگ کر کے وصول کیے تھے اس لیے اُس نے دشمنی پر کمر باندھ کر یہ تجویز نکالی تھی کہ بظاہر وہ کنارہ کر کے اپنی مستاجری کے علاقے کو چلا گیا تھا لیکن کارستانی اُسی کی ہے اور نواب سالار جنگ کا شریک غالب ہونا اور اُن کے کہنے سے اصفیہ ولدہ کا آمادہ



کہ اول فوراً گورنر جنرل کے حضور سے حریف کی اس کارروائی کو بند کرانے کے لیے اسے  
 روک دیا جائے تاکہ ہم دشمن کے نشانے سے بچ کر دوسری فکر میں مشغول ہوں اور  
 اس وقت تحقیق و تفتیش اصل کار کی دلچسپی کے ساتھ کر سکیں حیدر جگ خان نے  
 یہ تجویز بہت پسند کی اسی جلسہ شوریٰ میں سر فرزا الدولہ اور حیدر بیگ خان کی طرف  
 سے اس مضمون کا مراسلہ گورنر جنرل کے واسطے تیار ہوا کہ جس کام کے لیے بہار علی خان  
 حاضر ہوا ہے ہم اُمید دار ہیں کہ وہ قبول فرمایا جائے اس سر فرازی کے عوض میں  
 ایک کروڑ روپے خادمان عالی کے اخراجات کے لیے بطریق نذرانے کے پیش کیے  
 جائیں گے اور بالفعل بارہ لاکھ روپے مرسل ہن کلکتے کے مہاجزون سے خزانے میں داخل  
 ہو جائیں گے یہ تحریر لڑائی کی طرف سے روانہ ہوئی اور بہار علی خان کا حال کلکتے میں تھا  
 کہ پندرہ لاکھ میں سے بھی پانچ روپوں کی کمی چاہتا تھا جیسے ہی عریضہ حیدر بیگ خان  
 کا بارہ لاکھ روپے کی ہنڈی کے ساتھ گورنر جنرل کے پاس پہنچا بہار علی خان کے  
 سوال و جواب و فتریت و عمل میں داخل ہو گئے بہار علی خان کو ادھر کی بے اعتنائی  
 اور پہلو تہی ظاہر ہونے لگی جب اپنی طرف توجہ کم دکھی تو گورنر جنرل سے رخصت چاہی  
 ادھر سے بہت خوب جواب پا کر فیض آباد کی واپسی کو آمادہ ہوا اور روانگی کا دن قرار  
 پایا گورنر جنرل نے رخصت نامہ خلعت دیا۔ بہار علی خان چونکہ شجاع الدولہ کے دربار کا  
 نوکر تھا دوسرے اغنیاء اور سلاطین کے درباروں سے آشنائے متقاویٰ پرانی بود و باش  
 میں بھری ہوئی تھی۔ عمدہ خلعت کو واپس کر کے عرض کیا کہ جس مطلب کو میں آیا وہ  
 نکل جانا اس وقت میں مجھے یہ خلعت زیب دیتا تھا اب کس طرح اس کو پہنوں  
 گورنر جنرل اس حرکت سے آزرده ہوئے اپنی مجلس میں فرمانے لگے کہ شجاع الدولہ



پڑسوار کچھ چیزیں خرید رہے تھے اُس وقت اُن کی ماں اپنی ساس سے ملکر اپنے رہنے  
 کے مقام پر جو عین بازار میں واقع تھا آ رہی تھیں جو اہر علی خان سکھپال کے بیٹھے بیٹھے  
 ہاتھی پھیر سوار جارہا تھا عین بازار میں آصف الدولہ سواری دیکھ کر ہاتھی سے اتر پڑے  
 اور آداب نیاز مندانہ کے ساتھ مجرا و سلام کر کے سکھپال کا پایہ پکڑ کر چند قدم ہمراہ چلے  
 اُس وقت جو اہر علی خان نے چاہا کہ نواب کے پاس ادب سے ہاتھی سے اتر آئے لیکن  
 نواب نے اپنے ہاتھ سے منع کر کے فرمایا کہ اس وقت سواری اشرف کے ساتھ ہے بدستور  
 سوار رہے تا چارہا اہر علی خان سوار رہا بازار میں لوگ اور دوسرے آدمی جو اس منافعت  
 کے حال سے بے خبر تھے اور دُور سے تماشا دیکھ رہے تھے طعن کرنے لگے کہ آقاے نعمت  
 تو زمین پر پیادہ کھڑا ہے اور خواجہ سرا جو ایک غلام ہے ہاتھی پر سوار چل رہا ہے۔  
 اسی طرح ایک مرتبہ بیگم صاحبہ اپنی ساس سے ملنے کے واسطے سوار ہوئی تھیں اور  
 چوک سے خود نواب قلعہ کو جا رہے تھے قلعہ کے دروازے میں ایک دیوار کھچی ہوئی تھی  
 جو نگاہ کو روکتی تھی نواب کے پیش جلو کے آدمی اُن کی ماں کے پیش جلو کے آدمیوں سے  
 مل گئے اور دونوں میں میل پیل ہونے لگی دونوں طرف سے چوہدرار اور نقیب رہاش  
 کے اہتمام میں سرگرم تھے اور دوسرے جلو دار بھی دُور باش بولتے جاتے تھے  
 بیگم صاحبہ کے آدمیوں نے نواب کے آدمیوں کی ڈنڈوں اور سونٹوں سے خوب  
 خبر لی یہ بات بھی عوام میں ہست زبان زور ہی حالانکہ نواب آصف الدولہ نے اس  
 امر کو گوارا کر لیا اور اپنے آدمیوں کو ماں کے آدمیوں کے ساتھ جھگڑا کرنے سے  
 روکا۔



ہو جانا اور ان کی خواہش سے بیگم صاحبہ کا دخل دینا اور بیگم صاحبہ کا بہار علی خان  
 کو بھجنا ورنہ اس سے بائین معلوم ہو گئیں اب حیدر بیگ خان ان کی خرابی شوکت کے  
 درپے ہوئے۔ الماس علی خان کی نسبت خیال کیا کہ اُس کا گرانا اور اُس کے معاملات  
 کو بگاڑنا زیادہ دشوار نہیں کیونکہ وہ کروڑ روپے کے محالات کا حامل ہے رات دن  
 اُس کے طرح طرح کے معاملات پڑتے رہتے ہیں اُس کو پایہ اعتبار سے گرا کر محاسبے کے  
 شکنجے میں کھینچنا آسان تھا مگر جہارت اور بے ادبی بیگم صاحبہ اور اُن کے متعلقین  
 اور سالار جنگ کے ساتھ سخت شکل معلوم ہوتی تھی آخر بہت سے تامل و تدبیر کے  
 بعد یہ بات حیدر بیگ خان کے ذہن میں آئی کہ مان بیٹون میں رنج و نفاق پیدا  
 کر دینا چاہیے جو کچھ ظاہر ہو آصف الدولہ کے ہاتھ سے ظاہر ہو اور ہم اس بدنامی سے  
 محفوظ اور کٹاوت پر رہیں اہل نجوم سے حیدر بیگ خان کو بڑا اعتقاد تھا چند نجومی  
 اُن کے نوکر تھے حیدر بیگ خان اُن سے اپنے طالع کی سعادت اور بہار علی خان وغیرہ  
 کے طالع کی نحوست کا حال دریافت کرتے تھے دو برس تک مطلب برآری کے موافق  
 جواب نہ پایا جب منجمن اور ستارہ شناسوں نے حیدر بیگ خان کے طالع کی سعادت  
 اور طرف ثانی کے طالع کی نحوست بتادی تو اب اُنھوں نے اپنے ارادے کے ظہور کے لیے  
 عزم باہزم کر کے اس کام پر آمادہ ہوئے جو بہار علی خان کی شوکت و ثروت دوسرے  
 خواجہ سراؤں سے بڑھی ہوئی تھی خواجہ سراے ہمسرد و ہچشم لائے اوج حشم پر خار کھلتے  
 تھے حسد کی آگ اُن کے سینوں میں ہمیشہ مشتعل رہتی تھی اور وہ لوگ ہمیشہ سے  
 چاہتے تھے کہ یہ خفت و ذلت اٹھائے ایک بار نواب آصف الدولہ اپنی ماں اور داوی  
 کی زیارت کے لیے لکھنؤ سے فیض آباد آئے تھے اور ایک دن چوک کے بازار میں ہاتھی



جانشین ہوا اور اُس کو بھی خطاب راجگی کامل گیا۔ عالمگیر کے عہد سے بنارس کا صوبہ  
 اودھ کے شامل ہو گیا تھا اس لیے یہ راجہ شجاع الدولہ کو خراج دیتا تھا اُس نے  
 جو خدمت سرکار کمپنی کی شجاع الدولہ اور انگریزوں کی لڑائی میں کبوترین کین اور  
 اُس کے عوض میں جو سلوک انگریزوں نے اُس کے ساتھ کیا وہ بیان ہو چکا ہے  
 وہ انگریزوں کے لطف و عنایت سے اپنے ملک میں خیر و عافیت کے ساتھ راج  
 کرتا تھا۔ جب وہ شہداء میں مر گیا تو اُس کا بیٹا جو ایک طوائف کے بطن سے تھا  
 چیت سنگھ اُس کا نام تھا اور ریاست کی قابلیت رکھتا تھا اُس کا اس طرح جانشین  
 ہوا کہ نواب شجاع الدولہ کو بہت سناذرانہ دیا اور کچھ خراج کے زیادہ دینے کا وعدہ  
 کیا کچھ انگریزوں کا سہارا ڈھونڈا انھوں نے شجاع الدولہ سے سند بنارس کے  
 راجہ ہونے کی انھیں شراط کے ساتھ جو اُس کے باپ کے ساتھ تھیں دلا دی۔  
 شہداء میں جب ہٹنگنز کی ملاقات شجاع الدولہ سے ہوئی تو انھوں نے یہ کہا  
 کہ مجھ سے دس لاکھ روپے لے لو اور اس راجہ کو مُعطل کر دو مگر گورنر جنرل نے کہا کہ  
 ہم اُن عہد و پیمان کو جو بلونت سنگھ کے ساتھ ہوئے ہیں چیت سنگھ کے ساتھ  
 نہیں توڑ سکتے۔ اور گورنر جنرل نے چھٹی چیت سنگھ کو لکھی کہ تمہاری عزت و دولت  
 حکومت و ثروت کی جب ہی تک خیر ہے کہ تم سرکار کمپنی کے سایہ عاطفت میں  
 پناہ گزین ہو اور ہم کو بھی تمہاری حرمت ملحوظ ہے تمہارا ملک ہماری سرحد پر واقع ہے  
 اور تمہارا دوست ہونا اُس کی نیت و پناہ ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہمیشہ  
 وفادار رہو گے اور جب ہم کو تم سے کام پڑے گا تو اُس کو دل سے کرو گے اور تم سے  
 وعدہ کیا جاتا ہے کہ خراج زیادہ نہیں لیا جائے گا جب سرکار کمپنی کے مصنف الدولہ



گورنر کی بنارس کی طرف آمد حیدر بیگ خان کا کہنی  
 کے روپے دینے کے لیے آصف الدولہ کو اس امر پر آمادہ  
 کرنا کہ وہ اپنی بان سے روپیہ مانگیں اور چیت نگہزنیدار  
 بنارس کی حقیقت

بہار علی خان کی کھلتے سے مراجعت کے بعد گورنر جنرل نے کھلتے سے حیدر بیگ خان  
 کو لکھا کہ تمھاری خاطر اور پاسداری سے جو معاملہ بہار علی خان کے ساتھ ہوا وہ ظاہر ہے  
 اُس وعدے کے مطابق وہ زر کشیر ہمارے پاس بے تامل پہونچا د حیدر بیگ خان نے  
 جو یہ دیکھا کہ مجھ سے اس قدر رقم سرانجام نہیں ہو سکے گی جواب میں گزارش کیا کہ جناب والا  
 بنارس تک تشریف لا دین تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ تمام روپیہ خزانہ سرکار کہنی میں  
 پہونچ جائے گا۔

اس کے سوا دوسری وجہ گورنر جنرل کے بنارس میں آنے کی راجہ بنارس کا واقعہ تھا  
 اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ راجہ بنارس جو پیشتر نواب وزیر کے ماتحت تھا اب انگریزوں  
 کے تابعین میں قرار پایا تھا اس راجہ کا نام چیت سنگھ تھا اس کا خاندان قدیمی نہ تھا جو  
 سلطنت مغلیہ کو نادر شاہ کے حملے سے صدمہ پہونچا تو اس افراتفری میں گنگاپور کے  
 زمیندار برہمن منسارام نے کچھ ملک دبا کر محمد شاہ سے راجہ کا خطاب حاصل کیا یہ  
 راجہ کا خطاب پہلے بادشاہ کے ہاں سے اُسی شخص کو ملتا تھا جو صاحب ملک و شہرت  
 ہوتا تھا آج کل کاراجگی کا خطاب نہ تھا کہ بے ملک دیا جاتا بعد ازاں بونٹ سنگھ اُسکا



سے نہ تھا ناراض تھا اوسان سنگھ ایک سال سے کلکتے میں گورنر جنرل کے پاس حاضر تھا اور بار بار عرض کرتا تھا کہ چیت سنگھ نالائق ہے اُس کی سرکار کی رونق مجھے تھی اور بلونت سنگھ کے نواسے کی طرف سے بھی عرائض گذارتا تھا وہ لکھتا تھا کہ میری ماں رانی کے بطن سے ہے اس لیے ریاست کا مستحق میں ہوں اگر چیت سنگھ کی جگہ مجھ کو مسند نشین کر دیا جائے تو ایک کروڑ روپے بطور نذرانے کے پیش کر دین گاہ اور دس لاکھ روپے سالانہ اُس خراج پر اضافہ کرونگا جو چیت سنگھ دیتا ہے یہ بات گورنر جنرل کے دل میں تھی جب حیدر بیگ خان نے عریضہ گورنر جنرل کو بنارس تک آنے کے لیے لکھا اور انقلاب کا وقت پہنچ گیا گورنر جنرل نے دو کروڑ روپے لینے کے خیال سے کلکتے سے کوچ کیا اور وہاں سے کشتیوں کے ذریعہ سے مغرب کی طرف روانہ ہوئے حیدر بیگ خان نے چیت سنگھ کے ہنگامے کے بعد گورنر جنرل کی کلکتے کو واپسی سے پہلے صوبہ لکھنؤ کی آمد و خرچ کے حساب کی فرد در دست کر کے آصف الدولہ کے ملا خطے میں گذرانی جس کی رو سے سو کروڑ روپے سرکار انگریزی کے ریاست اودھ پر بھرتے تھے جو دو فن کمپوں کی تنخواہ اور یورپ کی اشیاء نادرہ کی خریداری کی بہت تھی۔ نواب نے ارشاد فرمایا کہ صوبہ اودھ تمام و کمال اور آدھا صوبہ اکبر آباد بھی صوبہ الہ آباد مخلکے اہتمام میں ہے ان روپوں کا سرانجام کر دے عرض کیا کہ سرکار دولتدار کے اخراجات کی کثرت سے جن میں سے بعضے احتیاج سے زائد ہیں بچت اتنی نہیں ہو سکتی بہت سے تردد اور تلاش کے بعد ۲۵ لاکھ روپے یہ غلام بہم پہنچا سکتا ہے ایک کروڑ کا جمع کرنا بہت مشکل اور محال ہے مگر ایک صورت غلام کے دل میں گذری ہے کہ اگر ارشاد ہو تو عرض کرے حکم دیا کہ بیان کرو اُس نے عرض کی کہ ہم غلاموں نے



کے ساتھ عہد و پیمان ہوے اور نیا انتظام کیا گیا تو جس ملک پر چیت سنگھ حکومت کرتا تھا وہ شش ماہ میں سرکار کمپنی کے حوالے کر دیا گیا سرکار کمپنی نے بھی چیت سنگھ کو بدستور اپنے حال پر بحال رکھا اور بالیس لاکھ چھیا سٹھ ہزار ایک سو اسی روپیہ کا لاکھ خرچ ٹھہرا لیا اور اقرار کر لیا کہ راجہ سے اور زیادہ خرچ نہیں مانگا جائیگا۔ ہندوستان میں اس وقت انگریزوں سے کئی جگہ لڑائیاں ہو رہی تھیں اور ان کے مصارف بہم پہنچانا گورنر جنرل کا کام تھا اس وجہ سے ہیسٹنگز صاحب کے سر پر اس وقت اس قدر بوجھ پڑا کہ شاید ہی کبھی کسی اکیلے شخص پر گویا ہی عالی حوصلہ کیون ہو اس سے زیادہ پڑا ہو۔ حیدر نایک والی میسور۔ فرانسس۔ ولندیز۔ مرہٹے یہ سب کے سب ایک ہی دفعہ انگریزوں کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور سب سے ہنگامہ کارزار گرم تھا۔ مگر لڑائی روپے بغیر کب ہو سکتی ہے اس لیے گورنر جنرل کو روپیہ فراہم کرنے کی فکر تھی اس لیے انھوں نے راجہ چیت سنگھ والی بنارس سے یہ کہا کہ سرکار انگریزی جو تمہاری حاکم اور تحسین ہے اُس کی اس ضرورت کے وقت روپے اور فوج سے مدد کرو راجہ نے اس سے پہلو تھپی کی اس لیے گورنر جنرل آپ بنارس چلے آئے اس سے ان کا خاص منتا یہ تھا کہ چیت سنگھ کو دبا کر اپنا کام نکالیں۔

لیکن محمد فیض بخش نے فرح بخش میں گورنر جنرل کے آنے کی حقیقت یوں لکھی ہے کہ اوسان سنگھ بلونت سنگھ کا نائب تھا اُس کے تمام کاروبار یہ سرانجام دیتا تھا چیت سنگھ سے اس کی نہ بھی اور خدمات سے معزول کر دیا گیا یہ شخص چاہتا تھا کہ سب بگ دکھا کر خود مسند ریاست پر بیٹھ جائے راجہ بلونت سنگھ کی ایک بیٹی رانی سے تھی اُس سے ایک بیٹا تھا یہ لڑکا بھی مسند نشینی کی تمنا رکھتا تھا اور چیت سنگھ کی مسند نشینی سے جو رانی



کو کوئی عذر کا مقام نہ ہو گا چار و ناچار حوالے کرنا پڑے گا بعد اسکے اُن مقامات کا اُن سے  
 نکالنا بے حد دشوار ہو گا اگر فرض کر لیا کہ سرکار کمپنی ایسی صورت اختیار کرے اور یہ شق  
 اختیار کرے کہ روپیہ مانگنے میں توقف کرے تب بھی ایک کروڑ روپے کا سود ایک ہی  
 سال میں کتنا بڑھ جائے گا اور اس صورت میں تمام روپے کا ادا کرنا بے حد مشکل ہو گا۔  
 جناب عالیہ کے کوئی دوسرا فرزند سولے ہندوگان حضور کے نہیں ہے شرعاً و عرفاً  
 اُن کے سامنے اور اُن کے بعد پیر و مرشد ہی اُن کے تمام مال کے مالک ہیں اور ظاہر ہے  
 کہ جواہر علی خان و بہار علی خان نے بہت سی فوج نوکر رکھی ہے اور سامان ظاہری  
 بے حد اکھٹا کیا ہے نہایت کروڑوں درطنطنہ و شوکت سے زندگی بسر کرتے ہیں اتنے  
 عیش و عشرت میں مصروف رہتے ہیں جبکہ غلاموں کے ساتھ ایسی رعایت اور سلوک  
 جناب عالیہ کی طرف سے ہے پھر اگر وہ روپیہ حضور کے ایسے کام میں کہ بقلے ریاست کا حبيب  
 ہے آجائے تو کوئی بڑی قباحت اور کیا نقصان پیدا ہو گا چونکہ نواب صاحب سادہ مزاج  
 تھے رات دن بے کار کاموں اور اہو و لعب میں مصروف رہتے تھے کبھی زر کشمیر کی  
 آتش بازی بنوا کر چھڑواتے کبھی کوئی غیر ضروری عمارت عالی تیار کرتے بندوبست ملک  
 اور آرائشی فوج اور دوسرے کشورستانی کے حوصلوں سے عاری محض تھے مزاج بالکل  
 دُور اندیشی اور مال کار کے سمجھنے سے معرا تھا جواب میں فرمانے لگے کہ اگرچہ والد ماجد  
 سے روپے کا طلب کرنا بے حد بے ادبی کا باعث ہے اور کمال بد عہدی اس میں متصور  
 ہے لیکن جبکہ ایسی ضرورت شدید درپیش ہو تو مجبوراً عرض کیا جائے گا جب حیدر بیگان  
 کا سوچا ہوا کام درست ہو گیا اور تیر مقصود نشانے پر پہنچ گیا تو اُسے بخوبی اس کی بچگی  
 اور استحکام کر کے اطمینان حاصل کر لیا۔



سرکار اقدس کی دولت سے مدد ملے دراز سے پرورش پائی ہے اور پاتے ہیں اگر ایک سال اپنے اوپر تکلیف برداشت کر لیں تاکہ خاطر اس شرف سے بخلان رافع ہو جائے تو غلامی و کنجوارگی سے بعید ہو گا پس اول محالات جاگیر غلام اور نواب سرفراز الدولہ کے ضبط فرمائے جائیں اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے نوکروں کو حکم دیا جائے کہ اپنی جاگیرات کا ایک ایک سال کا محاصل سرکار میں نذر کریں اگر اس سے بھی پورا روپیہ جمع نہ ہو سکے تو تھوڑا تھوڑا بطور قرض کے جناب عالیہ اور ان کے خواجہ سراؤں سے اور کسی قدر نواب سالار جنگ سے جو شریک دولت ہیں طلب کیا جائے اور اس طرح ایک برس کا کپنی کے تقاضے اور نقصان سود سے فراغت حاصل فرما کر ہمیشہ عیش و عشرت میں مشغول رہیں اس کے بعد کسی قسم کا کسی وقت کوئی بخلان اور تشویش خاطر ہمایوں کے آس پاس نہ پھٹکے گی۔ نواب نے یہ تقریر سن کر فرمایا کہ پہلی شق مستحسن ہے اور دوسری شق بے جا ہے قابل پذیرائی نہیں اس لیے کہ والد ماجد جنت آرا مگاہ کی وفات کے بعد کئی بار بہت سارے جناب والدہ صاحبہ سے لیا گیا ہے پچھلی بار میں نے انکو ایک وثیقہ لکھ کر دیدیا ہے جس پر جان برستو صاحب رزیدنٹ کی مہر ہے اور جناب مامون صاحبان (نواب مرزا علیخان مرحوم اور نواب سالار جنگ) کی مہر میں بھی ثبت ہیں۔ اب روپیہ لینے کی جرات نہیں ہو سکتی۔ حیدر بیگ خان نے جب دیکھا کہ نواب ایسے کام کو کرتے ہوئے جھکتے ہیں تو پھر عرض کیا کہ ایسے سخت وقت میں کہ بہت سارے روپیہ سرکار کپنی کا جناب والا کے ذمے ہے اگر ادا کرنے میں توقف ظہور میں آیا تو اس امر کا اندیشہ ہے کہ مہاراجہ سرکار کپنی کی طرف سے درخواست پیش ہو کہ ریاست میں سے محالات جدا کر کے حکام انگریزی کے سپرد کر دیے جائیں جن کی آمدنی سے اپنا زر قرض وصول کر لیں اور ایسی صورت میں جناب والا



بیچارے راجہ نے تو پیر پھیلا دیا کہ بھائی تو رسی لا اور باندھ کر لے جا دیر نہ کر راجہ کے  
 بچا زاد بھائی بابو مینا سنگھ کے منہ سے یہ نکلا کہ کس کا مقدور ہے کہ راجہ کو پاؤں پر کرے  
 جو بد اور کج لاکہ چیت سنگھ اور چیت رام کی گفتگو میں کسی مسخرے کو دخل دینے کا کیا اختیار  
 ہے اس وقت بابو صاحب لو کا سا گھونٹ پی کر رہ گئے مگر چیت رام کو ارکان دولت  
 نے دھکے دے کر نکال دیا اس نے گورنر جنرل کے پاس جا کر ایک ایک بات کی سو سو لگا کر  
 بیان کیں بنارس کے فساد کی یہ بنیاد ہے گورنر جنرل نے مارکھ صاحب رزیدنٹ بنارس  
 کو حکم دیا کہ راجہ کو گرفتار کر لیں انھوں نے راجہ کی حویلی کے گرد شوالے میں پہر بٹھادیے  
 اور اُس کا دو تختانہ اس کے واسطے قبضہ خانہ بنا دیا بیچارے راجہ نے اس پر سہ نہ ہلایا اور  
 یہی کہا کہ فرمان قضا اور حکم انگریزوں کا میرے نزدیک برابر ہے میں اور میرے قلعے اور  
 میری دولت اور میری جان سب سرکار پر قربان ہے چیت سنگھ کی رعیت اپنے حاکم کے  
 انصاف اور رعایا پروری کے سبب سے اس کو بہت عزیز رکھتی تھی جون ہی راجہ کی  
 گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تمام اس کے علاقے میں ایک دُمنچ گیا رام نگر سے بہتے آدمی  
 مسلح ہو کر آئے موجود ہوئے دو کمپنیاں انگریزی پہلے پروں پر موجود تھیں اب دو کمپنیاں  
 بھیج دیں راجہ کے آدمیوں نے جب ان کمپنیوں کو اندر جانے سے منع کیا اور تمام مسلح آدمیوں  
 نے اُن کا راستہ بند کر دیا تو کمپنیاں نے توپ چلانے کا حکم دیدیا اسی وقت بلواچ گیا  
 تو اربین چلنے لگیں راجہ کے نوکر جو صدمہ موجود تھے اور سامان جنگ درست رکھتے تھے  
 طیش میں آکر بے حکم راجہ کے کمپنیوں پر ٹوٹ پڑے اور کشتوں کے پتے لگا دیے سب کو قتل کر ڈالا  
 سران کا کمین گیا اور دھڑ کمین رہائوں کے پاس کار قوس نہ تھے لڑنے کیا چیت رام جو آگیا  
 تھا چھپ کر راجہ سے لپٹ گیا اور تلگوں کو آواز دی کہ آؤ وہ تلواریں لے کر راجہ کی طرف بڑھ



## راجہ بنارس کے وفات

راجہ چیت سنگھ کے ہاتھ سے حکومت بنارس نکال کر بلونت سنگھ کے نواسے کو لکھنؤ جگہ بٹھانے اور ایک کروڑ روپے وجہ نذرانے میں لینے اور خراج سالانہ میں اضافہ کرنے اور حیدر بیگ خان کی استعفا کے بموجب گورنر جنرل نے کلکتے سے کوچ کیا جب انکا مقام عظیم آباد سے ایک منزل اور صحر ہوا تو حیدر بیگ خان نواب آصف الدولہ سے اجازت لے کر استقبال کے لیے لکھنؤ سے نکلے اور کوچ و مقام کرنے ہوئے جو بدار تک جا پہنچے وہاں ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے جس کا نام برنالہ ہے اور درحقیقت ایک نالائق خیم گاہ برپا کی گورنر جنرل تھورٹ سے آرمیون کے ساتھ بنارس میں پہنچ گئے چیت رام چوہدر ہندو کہ اس سے قبل چیت سنگھ راجہ بنارس کا نوکر تھا راجہ نے کسی تصور پر اس کو اپنی سرکار سے علیحدہ کر دیا تھا وہ بنگالے کو چلا گیا اور گورنر جنرل کی اردلی کے چوہدر وں میں نوکر ہو گیا یہ شخص راجہ سے دل میں بے صداوت رکھتا تھا اور ایک شخص علی الدین نام راجہ بنارس کے ان نوکر ہو گیا تھا اور بہت سامان و دولت پیدا کر کے مرفہ حال بن گیا تھا بعد کو راجہ اس سے ناخوش ہو گیا وہ یہاں سے چلا گیا اور چیت رام چوہدر کی معرفت کلکتے میں انگریزوں کا نوکر ہو گیا یہ دو وزن متفق ہو کر راجہ بلونت سنگھ کے نواسے کے معین اور چیت سنگھ کی خرابی کے درپے ہو گئے یہ بھی دو وزن اس سفر میں گورنر جنرل کے ساتھ تھے گورنر جنرل کے حکم سے یہ چوہدر راجہ کے بلانے کو گیا اور سختی و بے ادبی سے بات کی اور گستاخانہ راجہ سے کہنے لگا کہ یہاں ایک ایک سپاہی گورنر جنرل ہے اگر تمہارا کوئی آدمی ذرا بھی بولا تو تمہاری اور تمہاری رانیوں کی ٹانگوں میں رسی باندھ کر کشان کشان لاٹ صاحب کے پاس لیجاؤنگا

کی طرف سے یہاں کا تحصیلدار تھا قلعہ میں رہتا تھا جان کالون نے اپنا ہر کارہ کشتی پر بٹھا کر ٹائڈے کو بھیجا اور شمشیر خان کو زبانی پیغام دیا کہ گنوار لوگ میری تلاش میں جو جوق جوق پیچھے سے آ رہے ہیں بہت جلد بڑی بڑی چند کشتیاں گھاٹ کے اس پار بھجوا دیجئے تاکہ تمام خزانہ لیکر دریا اتر کر آپ کے پاس پہنچ جائوں اور اس بلائے جانگداز سے زبانی حاصل کروں اس مرد کو تہ اندیش نے اپنی سی سمجھ کے چند مصاحبوں کی صلاح سے کشتیاں نہ بھیجیں بلکہ ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ توپ کے چند گولے جان کالون کی طرف لگوائے ان کو خیال یہ تھا کہ اب انگریزوں کا قبضہ اٹھ گیا گورنر جنرل قلعہ چنار گڑھ میں موجود تھے جان کالون نے یہ تمام حال ان کو لکھ بھیجا اگرچہ اس سانحے کے بعد بیگم صاحبہ نے میرٹھار علی کو سوجوانان نجیب کے ساتھ کالون کی مدد کو بھیجا اور اس کو بلا کر انگریزی باغ میں ٹھہرایا اور بخوبی خاطر داری اور دعوت میں کوشش کی مگر گورنر جنرل کے دل میں عناد کبچ جم گیا حیدر بیگ خان نے جب یہ دیکھا کہ بنارس میں ہنگامہ فساد پیدا ہو گیا تو مضطرب ہو کر آصف الدولہ کو لکھا کہ حضور تمام فوج موجودہ و لشکر صوبہ جات اور سارے توپخانے کو ساتھ لیکر اودھ جلد تشریف لائیں ورنہ کام ہاتھ سے جاتا رہے گا نواب فوراً بہت سے سامان کے ساتھ سرزمین مشرق کی طرف عازم ہوئے اور حیدر بیگ خان کو ساتھ لے کر ملک بنارس میں پہنچ گئے اور اپنی فوج کو دریائے گنگا عبور کر کے حکم دیا کہ چیت سنگھ کو شکست دیکر نکال دے چنانچہ الماس علی خان خواجہ سرلے جس کے ساتھ بہت سی سپاہ تھی اور ریاست لکھنؤ کے جنوبی و مغربی حصے کا حاکم تھا گنگا کو عبور کیا۔ اس عرصہ میں گورنر جنرل نے بھی ہر طرف سے فوجیں منگا کر راجہ بنارس کی بیس ہزار فوج کو شکست دیکر



تو پھر راجہ کے نوکروں نے بھی انکی بوٹیاں اڑا میں چیت رام کا بابو مینار سنگھ کے بیٹے  
 شکو سنگھ نے ایک ہاتھ میں کام تمام کیا انگریزی فوج کے بہت سے سپاہی اور افسر  
 مارے گئے۔ یہ ہسٹنگز صاحب کی غلطی رائے تھی کہ وہ بنارس کے رہنے والے ہو گالیوں  
 کی طرح ہنزدل اور ڈر لوک سمجھے یہاں کے آدمیوں کا سپاہیانہ پن وہ دیکھ چکے تھے  
 وہ بہار اور کلکتہ نہ تھا کہ تھوڑے سے سپاہیوں سے کام چل جاتا یہ بنارس تھا اگر  
 راجہ کو قید کرنا تھا تو اس قدر سپاہ کو لانا تھا کہ وہ اس کام کے لیے کافی ہوتی ان  
 ششٹی بھر آدمیوں کو لا کر ناحق گنگا کے کنارے لوہی میں اشنان دلایا بولوامام ہو گیا اور  
 مادھو داس کے بلوغ کو جہان گورنر جنرل اترے ہوئے تھے آگھیر لیا گورنر جنرل کو  
 اپنی جان کے لالے پڑے مگر اوسان و استقلال کو انھوں نے اب بھی ہاتھ سے نہ دیا  
 اور رات کو دور یا اتر کر با پیادہ قلعہ چنار گڑھ کو کہ سات کو س پر مشرق کی طرف  
 تھا چلے گئے تمام ملک میں بغاوت اور انگریزوں سے مخالفت کی ہو پھیل گئی جہاں  
 کسی سپاہی تلنگے کو سرخ وردی پہنے دیہات کے گنوار دیکھتے اذیت دیتے تھے چنانچہ  
 جہان کالون نام ایک انگریز شمالی صوبے کے ایک محال پر حاکم تھا اسکے ساتھ فوج کم تھی  
 کسی سپاہ کی وجہ سے اس ضلع کے گنواروں نے اُسپر ہجوم کیا اور اُسکی تحصیل کے خزانے  
 کو لوٹنے کی خواہش کی جب اُس کو یہ آثار معلوم ہوئے تو پہلے اس سے کہ گنوار لوگ  
 اُسپر حملہ کریں تمام خزانے کو اُتھ کر لے کر اور حوضے میں آپ بھی بیٹھ کر چند سپاہیوں  
 کے ساتھ رات میں چھپ کر جائے امن کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا صبح کے وقت دریائے  
 گھاگھرا پر پہونچ کر شمالی کنارے پر کھڑا ہوا اس دریا کے جنوبی جانب قصبہ ٹانڈہ تھا  
 جو والدہ آصف الدولہ کی جاگیر میں تھا شمشیر خان جیلہ جو ہو بیگم کا غلام تھا بہار علی



اپنی درگزر ابلیگون کے پیچھے بنے جھاڑ کے چٹے غرض اس اُلٹ پھیر میں کیا لکھنؤ آئے  
تھے تو فرضدار تھے یا اب ان کے پاس تیس لاکھ روپے تھے اس ملک میں انگریزوں کے  
پوپاچہ تھے ہیسننگز صاحب نے نہایت عقلمندی کی کہ اس بغاوت کا مقدمہ کوئی  
نہیں بنایا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس الزام کے لیے کوئی شہادت بہم نہ پہنچے گی اس لیے  
بیلگین لوٹ سے بچ جائیگی انھوں نے نواب کو سمجھایا کہ تم جانتے ہی بیگون کی جگہ  
ضبط کر کے اپنا نفع اٹھاؤ اور خزانہ ضبط کر کے سرکار کمپنی کا قرض چکاؤ اور خرچ اٹھاؤ  
جس سے پھر کوئی گورنمنٹ ہنگال کا اودھ پر مظاہرہ نہ ہے یہ بیان مولوی ذکا الدین کی  
تاریخ ہندوستان کا ہے۔

لیکن فیض بخش بالکل اس کے برعکس لکھتا ہے کہ راجہ بنارس کے ہنگامے سے  
گورنر جنرل نے فرصت پائی تو آصف الدولہ کی اجازت سے حیدر بیگ خان اُن سے ملے  
اور ظاہر کیا کہ چیت سنگھ ایک زمیندار سے زیادہ نہیں ہے اُس کی کیا قدرت تھی کہ  
آپ کے مقابل اٹھنے کی جرات اور جسارت کرتا یہ تمام ہنگامہ آرائی نواب آصف الدولہ  
کی مان کے خواجہ سراؤں کے ایام سے ہوئی ہے بلکہ عجب نہیں کہ بیگم صاحبہ نے بھی اشارہ  
اس معاملے میں کر دیا ہو گورنر جنرل نے جواب میں کہا کہ یہ بات عقل سے بعید معلوم ہوتی  
ہے اس لیے کہ سرکار کمپنی کی طرف سے شجاع الدولہ کے ساتھ کسی قسم کے حسن سلوک  
میں کوتاہی نہیں ہوئی اور نہ اُن کے بعد اُن کی ریاست کے امور مالی و ملکی میں افران  
کمپنی نے کوئی خلل اندازی کی پس بے سبب بیگم صاحبہ جیسی دانا اور عاقلہ رئیسہ سے  
ایسی حرکت جو بالکل خارج از آہنگ ہے بڑے تعجب کا مقام ہے اس گفتگو کے درمیان  
میں جان کالون نے پوچھ کر شمشیر خان چیلے کی شکایت کی جس سے حیدر بیگ خان کے



بچے گڑھ کو جہان وہ چھپا ہوا تھا فتح کر لیا گرجو خزانہ قلعہ میں موجود تھا اس کو  
 ہاتھوں ہاتھ اسکی سپاہ نے نکال لیا اور گورنر جنرل منٹھ تکتے اور ہاتھتے رہ گئے کہ  
 نہ تو خزانہ اُن کے ہاتھ لگا جس کی بڑی ضرورت تھی اور نہ راجہ قابو میں کیا کیونکہ  
 وہ بھاگ کر گوالیار پہنچا اور وہاں ۲۹ برس رہ کر اُسے ملک عدم ہوا اُس  
 کے بعد اُسکے بھانجے مہیب نرائن سنگھ کو گدی پر بٹھایا جو بلونت سنگھ کی رانی کی  
 بیٹی کے بطن سے تھا اُس کی عمر ۱۹ برس کی تھی ریاست کی کارروائی اُس سے مشکل  
 تھی اِس لیے اُس کا باپ نائب مقرر ہوا اس راجہ سے بائیس لاکھ روپے کی جگہ چالیس  
 لاکھ روپیہ سالانہ ٹھہرا اور شہر بنارس کی دیوانی و فوجداری دونوں اور تمام علاقے  
 کی فوجداری اُسکے ہاتھ سے نکال لی اور نکسال بھی بند کرادی۔

## چیت سنگھ کے فساد کو حیدر بیگ خان کا آصف الدولہ

### کے اور اُن کے خواجہ سراؤں پر ڈالنا

اصل کار سے بے خبر مومخ لکھتے ہیں کہ اودھ کی رعایا نے جو چیت سنگھ کے ہونگے  
 میں فساد برپا کیا تھا گورنر جنرل نے اُس کو آصف الدولہ کی مان اور دادی پر ڈالنا چاہا  
 اس فساد کو بگمکون کے فتنے لگا دینا آسان تھا مگر اس الزام کے لیے کوئی شہادت موجود  
 نہ تھی لیکن بان مقلع اس امر کی شہادت بڑی تھی کہ نیل ہینی بگمکون پر جرم بغاوت ثابت کرنے  
 میں بڑے سرگرم تھے کہ نیل صاحب بھی غضب کے پتے تھے انھوں نے ایک نیاٹے میں فواب  
 آصف الدولہ کے تھنہ میں تیرے رکھا تھا فواب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ خدا کے واسطے  
 اس کو یہاں سے بٹوایے اور میری جان کے پیچھے سے جنجال چڑھے نہیں تو میں فوابی سے



## خواجہ سرکی بے دماغی سے ملال اٹھانا

۱۔ نواب آصف الدولہ نے لکھنؤ میں پہونچکر حسن رضا خان سے ارشاد کیا کہ جناب والدہ صاحبہ نے چند مرتبہ تمکو یاد فرمایا تھا اُن کے سلام کو تمھارا جانا مصلحتاً ضرور ہے انھوں نے فیض آباد کا قصد کیا مقصود ایک توجنا بعالیہ کا سلام تھا دوسرے شجاع الدولہ کی برسی میں کہ ۲۳ ذیقعدہ معین و مقرر تھی شرکت منظور تھی۔ رخصت کے وقت حیدر بیگ خان نے حسن رضا خان کو صلاح دی اور کہا کہ آپ سے اور نواب کی دادی کے مقرب الخدمت مطبوع علی خان خواجہ سر سے اتحاد اور مناسبت دلی قدیم سے ہے اور آپس میں راز و نیاز ہوتے ہیں مجھ کو یقین ہے کہ والدہ شجاع الدولہ کے خواجہ سر نواب آصف الدولہ کے خواجہ سراؤں سے بوجہ اُن کی شان و محل کے اُنہما کے دل میں صاف نہوں گے ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ جو مقدمہ ہم کو منظور خاطر ہے اُس میں دونوں سبکدین اتفاق کر سکیں کیونکہ اگر دونوں ایک راے اور ایک دل ہو جائیگی تو ہمارا نقش مراد کرسی نشین ہونے کا جب حسن رضا خان فیض آباد پہونچکے تو اول والدہ شجاع الدولہ کی ڈیوڑھی پر حجرے کو حاضر ہوے بعد اس کے والدہ آصف الدولہ کی ڈیوڑھی پر گئے اس ڈیوڑھی پر آداب و تسلیم کے مناسک ادا کر کے اور اندرین بھیجنے کے بعد ویر تک بیٹھے اور ڈیوڑھی کے چمکون طیبون اور دوسرے حاضرین سے اختلاط میں مصروف رہے جو مائین اور کنیزین محل کے دروازے تک آنے کی مجاز تھیں اور قدیم سے خان موصوف کے ساتھ تعارف رکھتی تھیں اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ بقدر مراتب استفسار خیریت حالات و اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور جو اہر علیخان کے آنے کا



خیال کی تصدیق اور تائید ہو گئی گورنر جنرل نے پھر کہا کہ اگر نوکر با غلام سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو قاعدے کی رو سے مواخذہ اُس کا مالک سے مناسب نہیں اس معاملے میں بیگم صاحبہ اور اُن کے توابعین سے علانیہ تدارک عمل میں لانا روا ہے حیدر بیگ خان نے جواب میں عرض کیا کہ جب بالاجمال اس قدر معلوم ہو گیا کہ شمشیر خان سے یہ جرات عمل میں آئی ہے تو اسی قصور کو خاطر اشرف میں جاگزیں رکھنا چاہیے اور اس حرکت کے مقابلے میں نواب آصف الدولہ سے عرض کر کے تدارک کرواؤنگا لیکن بشرطیکہ اندرونی طور پر جناب مدد میں اور صورت اس کی یہ ہے کہ اگر بیگم صاحبہ اس مقدمے میں بیٹے کی شکایت آپ کو لکھیں تو جناب کی طرف سے یہی جواب دیا جائے کہ تم جانو اور بیٹا جانے ہم اُن کے خفا نگہی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے اور مد لٹن صاحب ریڈنٹ کو کہہ دیں کہ ہر باب میں میری معاونت کریں جب یہ بات طے پا چکی تو آصف الدولہ کی ملاقات گورنر جنرل سے ہوئی اور پہلی ہی ملاقات میں رخصت بھی جانیں سے عمل میں آگئی کہ رین یا لکھنؤ کو چلے گئے اور آصف الدولہ ہیڈسٹنگز صاحب کے بنارس سے رخصت ہو جانیکے بعد خود سلطانپور کی راہ سے فیض آباد کو روانہ ہوئے کیونکہ اُن کی والدہ نے شقہ بھیجا تھا کہ اُس نور چشم کے دیکھنے کی مشتاق ہوں یہاں آکر دیدار فرحت آثار سے چشم دل کو سنو کرین فیض آباد پہونچ کر چند روز وہاں رہے بعد اس کے لکھنؤ کو روانگی کی اجازت حاصل کی رخصت کے وقت بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ اس مرتبہ حسن رضا خان تمھارے ساتھ کیون نہ آئے نواب نے عرض کی کہ غلام لکھنؤ پہونچ کر بھیج دیا۔

حسن رضا خان کا فیض آباد کو جانا اور وہاں جو علی خان



جواہر علی خان خواجہ سرا کو مزاج پر سی کے لیے بھیجا نواب نے مان کی پاسداری سے اس خواجہ سرا کی بہت دلجوئی کی اراکین لکھنؤ بھی ملے حسن رضا خان نے حسب ظاہر بہت کچھ اظہار غلوص کیا اور سالن کے چند دیکھے اپنے باورچی خانے سے روڑا نہ بھجواتے رہے لیکن دعوت نہیں کی۔

اب اس خواجہ سرا کی رعوت کا حال حیدر بیگ خان کے ساتھ بھی سننے کے قابل ہے باوجودیکہ یہ اُس وقت میں تمام ریاست کے امورات مالی و ملکی پر حاوی تھے اور اتنا استقلال حاصل کر لیا تھا کہ کسی کو اپنا ہمسرا اور ہم پہلو نہیں سمجھتے تھے زمانہ سابق میں شجاع الدولہ کے عہد میں ایک فوجدار سے زیادہ نہ تھے اس لیے یہ خواجہ سرا لوگ انکو خیال میں نہ لاتے تھے تو اضع و تکریم تو بہت دور ہے جواب سلام میں بھی انداز تکبر رکھتے تھے دربار آصفی میں حیدر بیگ خان اور جواہر علی خان کا سامنا ہوا حیدر بیگ خان نے سبقت کر کے سلام کیا اور معافی کو بیٹھے جواہر علی خان نے معافی سے اعراض کیا صرف جواب سلام کے لیے سر پر ہاتھ رکھ کر زبانی خیر و عافیت دریافت کر لی اور بالکل اخلاق ظاہری اور تلقین دنیاداری کا برتاؤ نہ کیا۔

اسی زمانے میں کہ جواہر علی خان لکھنؤ میں موجود تھا ایک دوسرا واقعہ ظہور میں آگیا وہ یہ ہے کہ بھوانی سنگھ نام ایک شخص سلون کے علاقے کا رہنے والا گاؤں کا زمیندار تھا اس کے پاس دو تین گاؤں دوسرے جواہر علی خان کی سرکار سے آٹھ ہزار روپے میں اجارہ تھے جنکی جمع کامل اٹھارہ ہزار روپے تک پہنچ گئی تھی چونکہ شخص نواب صف الدولہ کا مصاحب تھا فوج اس کے ماتحت تھی جواہر علی خان کا نائب اخوند احمد علی جمیع دیہات کی افزونی اور اُس کی طلبی سے اعراض کرتا تھا اتفاقاً اسی سال



انتظار کرنے لگے جو دولت سر امین موجود تھا لیکن جواہر علی خان کو حسن رضا خان سے  
 باطناً کدورت تھی جبکی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ایک شخص مرزا ابراہیم بیگ نام کی حسن رضا خان  
 سے سفارش کی تھی حسن رضا خان نے اُس کو ٹال دیا تھا اور چٹھی کی کوئی پروا نہ لی تھی  
 اور حسن رضا خان کو یہ واقعہ یاد بھی نہ تھا اس لیے جواہر علی خان محل سے نہیں نکلتا تھا  
 اور اس بات کا منتظر تھا کہ جب ڈیوڈھی سے حسن رضا خان اُٹھ جائیں تو اپنے مکان کو  
 جھانے اور خان موصوف یہاں تک جواہر علی خان کے انتظار میں بیٹھ رہے کہ آفتاب  
 زوال کی طرف مائل ہو گیا۔ مجبور ہو کر جواہر علی خان نکلا اور سیدھا پانکی مین سوار ہونے  
 کو متوجہ ہوا حسن رضا خان نے سلام کیا اور اُٹھ کر ارادہ معافی کا کیا جواہر علی خان نے  
 نہایت بے اعتنائی کے ساتھ جواب سلام کو سر پر ہاتھ رکھا اور فوراً اُٹھ کر اپنے گھر کا راستہ لیا حسن رضا خان اس حرکت سے شرمندہ ہوا اور کچھ نہ پوچھا کہ اس  
 حرکت خلاف معمول اور اس قدر شدید کی خاطر کا سبب کیا ہے اور اُٹھ کر اپنی فرود گاہ کو  
 چلے گئے جب اس امر کی خبر والدہ اصف الدولہ کو ہوئی تو دو وزن کو بٹو کر گلے لٹوایا اگرچہ  
 حسب ظاہر صفائی ہو گئی اور سلام و کلام کا شہرہ جاری ہو گیا لیکن دلون مین غبار  
 ویسے ہی باقی رہا ایک ہفتے کے بعد حسن رضا خان نے لکھنؤ کو رخصت حاصل کی اور خلعت لیکر  
 واپس آگئے۔

والدہ اصف الدولہ کی جاگیر کے بعض دیہات مین یاست کا

داخلت کرنا لیکن مقابلے اور خون ریزی کے خیال سے طرہ دنیا

اُسی زمانے مین نواب اصف الدولہ کی گردن پر دانہ نکل آیا اُن کی مان نے مضطر ہو کر

خداوند عالم اور جناب بیگم صاحبہ مالک ہین غلام کو کیا قدرت ہے کہ حضور یا اُن کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرے اُن نواب کے دل میں تھوڑا سا تکدر پیدا ہو گیا۔ دو دن کے بعد جواہر علی خان رخصت کا خلعت پا کر فیض آباد کو واپس ہوا یہ بات جب بیگم صاحبہ سے عرض کی تو اُنھوں نے کہا کہ خبردار ہماری جاگیر کے علاقے میں اُخت ندیوں مولوی نے دوبارہ آصف الدولہ سے حقیقت حال ظاہر کی تو اب نے تلنگون کی پلٹن اُن گانوں پر قبضہ کر دینے کو بھیجی جب وہ پلٹن بھوانی سنگھ کے علاقے میں داخل ہوئی اور یہ خبر فیض آباد آئی تو بیگم صاحبہ نے حکم دیا کہ پلٹن نکال دی جائے اُن کے حکم کے بموجب مرزا احمد علی بیگ کپتان دوسو سوار اور نیمپون کے تو مَن جنمیں ایک ہزار جوانوں سے زیادہ تھے اور دو توپیں لے کر روانہ ہوا ستر کے قریب پہلی پہلے سے سلون میں متعین تھے اور کچھ علاقے کے گنوار اور زمیندار فراہم ہو گئے اس طرح تین چار ہزار آدمیوں کے ہجوم نے پلٹن کو جا گھیرا پلٹن کے افسر نے یہ حال نواب کو لکھا جو کہ عنقریب تمام جاگیر بیگم صاحبہ کا ضبط کرنا اور خواجہ سراپوں کا گرفتار کرنا منظور خاطر تھا اس لیے حیدر بیگ خان نے عرض کیا کہ بالفعل یہ مصلحت ہے کہ پلٹن واپس کھلی جائے چند روز کے بعد اسکی تدبیر دوسری طرح کی جائے گی جب پلٹن واپس چلی گئی تو فیض آباد میں یہ خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ گنواروں اور دوسرے آدمیوں کے ہجوم سے نواب کی فوج ڈر کر چلی گئی مقابلے کی تاب نہ لائی۔

ہو بیگم اور اُنکے بیٹے نواب آصف الدولہ میں ناچاقی کا آغاز ہوتا

جب پلٹن کی واپسی کو علاقہ بھوانی سنگھ سے دس بارہ روز کا عرصہ گزر چکا



نواب کی مصاحبت کے درجے سے گر گیا اور نہ وہ مرتبہ باقی رہا نہ حضوری بلکہ قید کر دیا گیا۔ مولوی فضل عظیم صفی پوری حسن رضا خان کی جانب سے باور چھانے اور دیون خانے کا نائب تھا اور یہ خدمت عہد شجاع الدولہ سے اُس سے تعلق رکھتی تھی ان کا خاٹون کے حاکم اصلی خود حسن رضا خان تھے۔ اس زمانے میں مولوی مذکور بھی بھوانی سنگھ کا طرفدار تھا اور نواب کے سامنے اُسکی طرف سے سوال و جواب کیا کرتا تھا اسکو خبر تھی کہ بھوانی سنگھ کے دیہات متاجری میں دس ہزار روپے کی گنجائش ہے مولوی نے جواہر علی خان سے سوال کیا کہ آخر بھوانی سنگھ ایک ہندو شخص کے ہاتھ میں یہ گائون تھے اگر اُسکی جگہ مجھے دیدیے جائیں تو مہربانی ہوگی میں جس طرح نواب سرفراز الدولہ حسن رضا خان کا مطیع و منقاد ہوں اسی طرح آپ کا فرمان بردار ہوں جس قدر روپیہ بھوانی سنگھ سرکار میں داخل کرتا تھا میں بھی قسط بہ قسط داخل کرتا ہوں گا چونکہ اخوند احمد علی نے جواہر علی سے قبل سے یہ بات کہدی تھی کہ ان گائون میں دس ہزار روپے کی گنجائش ہے مولوی چاہتا ہے کہ بالابالا یہ منافع حاصل کرے آپ کسی حیلے سے اُس کی خواہش سے اعراض کر دیں جواہر علی خان نے اپنے نائب کے کہے کے بموجب مولوی کو یہ جواب دیا کہ فیض آباد پہونچنے کے بعد بیگم صاحبہ سے عرض کر کے گائون تھکے حوالے کر دیے جائینگے اُن کی اطلاع کے بغیر ایک گائون دینے کا مقدور نہیں مولوی نے جب دیکھا کہ اس معاملے میں لیت و عمل کرتے ہیں تو نواب آصف الدولہ سے عرض کر کے سفارش چاہی نواب نے جواہر علی خان سے فرمایا کہ ہماری پاس خاطر سے یہ علاقہ مولوی کے حوالے کر دو اور والدہ ماجدہ کو ہرگز اطلاع نہ ہو اگر اس معاملے میں کوئی حیلہ کر دے گا تو ہم تنگنوں کی پٹن بھیج کر مولوی کا قبضہ کرا دیں گے۔ جواہر علی خان نے عرض کیا کہ



کا محاصرہ کر لیا اُس نے عرضی حضور کو لکھی چونکہ بیان دوسری تدبیر سوچی ہوئی تھی حکم ہوا کہ وہاں سے واپس آجائے اس بات سے کسی قدر اہل فیض آباد کو دلچسپی ہو گئی جب ایسی ایسی باتیں ظاہر ہوئے لیکن اور بیگم صاحبہ کو کھٹکا ہوا اور نواب مالاجنگ کی جاگیر بھی ضبطی میں آگئی اور انھوں نے دم نہ مارا تو اب بیگم صاحبہ نے جواہر علی خان کو حکم دیا کہ علیحدہ علیحدہ شقہ آصف الدولہ اور مدللٹن صاحب ریڈنٹ اور حیدر بیگ خان اور مولوی فضل عظیم خان کو بیگم کی طرف سے لکھے ہم ان شقوں کو ان کی عبارتوں میں نقل کرتے ہیں۔

شقہ بنام آصف الدولہ از جانب والدہ اوشان آصف الدولہ معلوم نمایند کہ بہ ترغیب نک کو ران خانہ برانداز مابعد ولت کہ قبیلہ قوایم دامو رائے آن انواع پرورش سر او علانیہ در حق تو کردہ ایم کہ تو خود ازان خوب اطلاع آگاہی داری باوصف این ہمہ مدایح بحرکات ناساز بے ادبانہ می خواہی کہ عند امد ما خود و عند تو رسوا و بدنام شوی و از حین وفات والد خود کہ بر مندریاست جا کردہ ما رسوای ضرر و خسارت از تو بیچز سیدہ و حقوق شرعی و عرفی آن قدر کہ برگردن تست بر ذمہ شجاع الدولہ بنود و او کہ چند ہزار زن منکوحہ و غیر منکوحہ و متعہ و غیر متعہ در سرے خودے داشت باوصف آن اطاعت و انقیاد و خاطر داری و ول جوئی مارا کہے کرد تو خوب می دانی در قلمرو او شہرت ست و تو کہ از بطن من پیدا شدہ و تحت جگر منی بر تو اطاعت فرمانبرداری من ہزار چندان واجب ست و آنچه از تقویر و اجناس و محالات جاگیر و غیرہ کہ با خود دایم ہمہ بدولت آن مرحوم ست از دولت تو آلودہ یک دام نہ شدہ ام بالفعل آنچه ہمیدہ وارادہ داری غلط ست قطرے کہ بر محالات جاگیر من دوختہ ازین خیال خام ست بردار



توحید ریگ خان نے ہر طرف سے اطلاعاتیں بہم پہنچا کر اور ہر طرح کی رخنہ بندی کر کے  
 اودو ووزن بیگمات (یعنی آصف الدولہ کی ماں اور وادی) کے باہمی نفاق سے فائدہ  
 اٹھاکر اگلے حساب کے کاغذات کو دوبارہ نواب کے ملاحظے میں پیش کیا اور کسی قدر مخفی و چھپی بھی  
 دی اور نواب کی فضول خرچیوں کو لمبی لمبی تقریریں میں ذکر کیا اور حسن تقریر سے  
 نواب کو ان کی جاگیر کے ضبط کرنے اور ان سے روپیہ بطور قرض کے لینے کی طرف آمادہ کیا  
 لیکن نواب ایسے بدنامی کے کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلو بچاتے تھے۔ جب حیدر بیگ خان  
 نے خیالی تحریف سے نواب کو بہت تنگ کیا تو انھوں نے بدحواس ہو کر ان کے مشورے کو  
 مان لیا۔ اب حیدر بیگ خان نے دکھانے کو اولاً اپنی اور حسن رضا خان کی جاگیریں  
 ضبط کیں بعدہ عنبر علی خان اور آفرین علی خان اور محبوب علی خان خواجہ سراؤں  
 اور مدار الدولہ وغیرہ کی جاگیروں کو ضبط کیا اور یہ مشہور کر دیا کہ نواب سالار جنگ  
 کی جاگیر کی ضبطی کے لیے بھی نواب وزیر کا ارشاد ہے اور قرآن سے پایا جاتا ہے کہ جنابا  
 سے بھی روپیہ مانگا جائے گا اس قسم کی خبریں مشہور ہوتے ہوتے فیض آباد میں پہنچیں  
 اور وہاں ان کا عام طور پر چرچا ہونے لگا خواجہ سراؤں نے بیگمات سے عرض کیا لیکن  
 بظاہر عقل سلیم نے اس بات کو قبول نہ کیا اس لیے اس پر کچھ توجہ اور اعتنائو نہیں  
 کہ میر ناصر علی نام ایک شخص جو شجاع الدولہ کے عہد سے علاقہ قون پر عامل رہتا آتا تھا  
 ریاست کی طرف سے بیگم صاحبہ والدہ آصف الدولہ کی جاگیر پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا گیا  
 جب یہ خبر بیگم صاحبہ کو فیض آباد پہنچی تو حکم دیا کہ اس کو ایک شب بھی نہ مان ٹھہرنے  
 دین فوراً کمالدین بیگم کی فوج ۱۹ سو آدمی کے قریب موجود تھی اور ان کی مدد کو  
 کھانوں کے آدمی بھی جمع ہو گئے یہاں تک کہ پانچ چھ ہزار کے قریب جمعیت نے زیر علی



بنام مولوی فضل عظیم خان مگر تو خود را فراموش کردہ کہ از جادہ راستی  
انحراف داری سخن چند روز ست کہ با کنیزان مابدولت کہ بیچ رتبہ نہ شتند بہ خوش آمد  
و چا پلوسی پیش آمدہ ہر یک را ہبشیر مے خواندی و بران مہابات مے کردی موز بلطع  
دہ ہزار روپیہ گنجائش علاقہ بھوانی سنگھ موجب فساد و فتنہ مے نشوی و مگر بنگھرا می ست  
فیما بین مابدولت و تخت جگر باغوا پر وازی آخراین آتش کو کنار نیست کہ بالا بالا  
خواہد رفت۔

جب یہ خط لکھنؤ میں ہر ایک مکتوب الیہ کے پاس پہونچے سب نے متفق اللفظ و المعنی  
آصف الدولہ سے کہا کہ بیگم صاحبہ نہ لکھی ہیں نہ بڑھی یہ جو کچھ عبارت آرائی ہے جو علی  
کی طرف سے ہے اُسے اُن کی اطلاع کے بغیر جو کچھ دل میں آیا ہے باکانہ لکھوا بھیجا ہے اور  
نہایت آزادی سے ایسی جبارتیں کرتا ہے صلاح یہ ہے کہ آخر حضور کے والد کا غلام  
ہے اگر اُس کو تھوڑی سی گوشمالی حضور کے ہاتھ سے ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ آئندہ احتیاط  
رکھے نواب نہایت سادہ مزاج تھے اس بات پر مستعد ہو گئے اور فیض آباد کو روانگی  
کا ارادہ کیا۔

## نواب آصف الدولہ کی فیض آباد کو روانگی

نواب نے اپنی روانگی سے قبل اپنی ماں کو تحریر بھیجی کہ غلام خود حضور کی خدمت  
میں حاضر ہونے والا ہے جو کچھ حضور کو ارشاد فرماتا اور غلام کو عرض کرنا ہوگا! مواجہ  
یہ کام ہو جائے گا اس عریضے کے فیض آباد پہونچنے سے ایک طرح سے اطمینان خاطر  
حاصل ہوا لیکن بعضے ٹکڑے توڑنے والے ننگ حرام جو خانہ خرابی پر آمادہ تھے اور



والا نتیجہ آن در دنیا و عقبے نیک نخواہد شد۔

شہنشاہ بیگم بنام حیدر بیگ خان رفت پناہ حیدر بیگ خان محفوظ باسند  
ہنگامیکہ عوض باقیات زرہائے سولہ و دریا با و برادر بزرگ تو نور بیگ در شدادت  
تہارت آفتاب مرداد کمال صعوبت جاندا کہ متصل برادر از گرمی خورشید و بے آبی مانند  
مُرغ نیم بسل بر زمین سنگین سے غلطیدی و قریب بود کہ ابرادر لحق شوی دران حال شفیع  
تو گشتہ وزرہا از خزینہ خود رساندہ جان بخشی کردہ در حفظ و حمایت خویش نگاہداشت  
وران وقت سر غلامی و فدویت بر آستانہ مائے الیدی و حالاً ہم کہ رتبہ نیابت ملک  
سے داری بدولت فرزندان جہند من ست نہ از جای دیگر برسانیدہ مگر مقصاص خون برادر  
از غلامان مائے خواہی کہ مصدر این ہمہ شوخی و فتنہ و فساد گشتہ مگر سبب این ست کہ  
آصف الدولہ سادہ مزاج واقع است در اموریات مشغول ہر چیز تعلیم میکنی اواز آل کار  
اندریشیدہ ہمان سے کند خدائے منتقم جزای اعمال تو خواہ داد۔

بنام ملٹن صاحب رزیدنٹ ضابطہ و آئین سلاطین و ملازمان انگریزی چنان  
ست کہ از قول و فعل خود برنے گردند ہر چہ سے گویند و بامے نویسند بران راسخ و ثابت  
سے باشند و سابق چند کاغذ مہری جان برسٹو و غیرہ صاحبان پیش خود موجود سے دارم  
چنان نوشتہ اند کہ بعد ازین مامردم متعلقین سرکار کمپنی را و نواب آصف الدولہ را  
از نقد و اجناس و محالات جاگیر و جمیع متعلقان حضور از ملازمان و عہدید و خدم و غیرہ  
ہیچ گونه تعرض و سرکار نماندہ بطور خود ہر چہ دانند و توانند بکنند ہر گاہ این چنین ملٹن  
مضبوط نوشتہ دادہ اند پس این ہنگامہ آرائی کہ مشہرت دارو و متواتر مسمی سے گردو  
و معلوم سے شود کہ عنقریب سمت فہور سے گیر و چگونہ و از چہ راہ است۔

احمد علی بیگ کپتان کی ماتحتی میں تھے اور اٹھارہ ٹومن نجیبون کے جواہر علیخان کے ساتھ تھے اور ایک کمپنی تملگون کی عقلند خواجہ سر کے پاس تھی اور ایک ٹومن نجیبون کا بہار علی خان کے ہمراہ تھا اور بسو جوان شگون علی خان خواجہ سر کے ساتھ تھے اور دو چار سفید پوش یکہ جوان ان کے سوا تھے۔ بیگم کی طرف نہ کسی کا نواب سے لڑنے کا ارادہ تھا نہ کوئی دوسرا خیال۔

ریاست کی جب تمام سپاہ جمع ہو گئی اور توپخانہ آراستہ ہو چکا تو نواب آصف الدولہ مع ٹلٹن صاحب رزیدنٹ کے فیض آباد کو روانہ ہوئے۔ حیدر بیگ خان نے اس موقع پر عرض کیا کہ فذوسی اور دو تین دن تک افواج متفرق و باقی ماندہ کو جمع کر کے اور ساتھ لے کر یہاں سے روانہ ہو گا جب تک میں حاضر نہ ہو جاؤں حضور اس وقت تک کسی امر میں جلدی اور شبانی نکرین ان کے دیر سے روانہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ شخص منجمین کے کہنے میں تھا اور انھوں نے بالاتفاق کہا تھا کہ ابھی لچکی روانگی کی ساعت نہیں آئی ہے اس لیے سپاہ کے جمع کرنے کے حیلے سے نواب کے ساتھ نہ گئے آصف الدولہ کا یہ قول قدیم سے تھا کہ جب فیض آباد کا ارادہ کرتے تو پہلے سے حکم پرانے مکانات کی درستگی کا جو موتی محل کے پاس تھے جہاں نواب کی والدہ رہتی ہیں بجھ دیتے تھے اور فرار و کار پر دازان کو سجا دیتے تھے ابھی مرتبہ فیض آباد کا قصد کیا تو مکانات کی تیاری کا حکم کسی اہلکار کو نہیں بھیجا اور جب فیض آباد میں داخل ہوئے تو آصف باغ میں اترے۔ یہ باغ شجاع الدولہ نے آصف الدولہ کے نام پر تیار کرایا تھا اور چوک سے جہاں موتی محل تھا ناکہ لکھنؤ کی سمت ایک کوس جریبی کا فاصلہ رکھتا تھا جب ایسا واقع ہوا تو اگلی دن نے جواہر علیخان اور بہار علی خان کو ان کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ ہم سے ایک کوس کے



جواہر علی خان اور بہار علی خان کا جاہ و حشم ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے تھے وہ حسد کی راہ سے انکی سیدھی باتیں اور جھوٹے سچے حالات بیگم صاحبہ کے ہان کے اپنے دل سے تراش کر حسن رضا خان اور حیدر بیگ خان کو لکھتے رہتے تھے اور اس میں اپنی بہتری و بہبودی سمجھ کر اقسامِ رعایات نقد و جنس کے نواب آصف الدولہ کی سرکار اور ارکانِ سرکار سے متوقع تھے اور ان میں سے بعض خود بیگم صاحبہ کے خواجہ سرا تھے جب انھوں نے دیکھا کہ نواب خود تشریف لانے والے ہیں اور ممکن ہے کہ ان بیٹے باہم مل جائیں اور صفائی ہو جائے اور یہ تحقیق ہو جائے کہ فلان فلان امر کا فلان فلان شخص بانی ہے اور ان دونوں کو اس وقت معلوم ہو جائے کہ فلان غلام نے ایسا لکھا تھا اور فلان نے ویسا تو مٹی پلید ہو۔ یا سرتن سے جدا ہو یا منہ کالا کر کے آگ سے پر سوار کر کے تشہیر کیے جائیں اس لیے ان لوگوں نے فیض آباد سے لکھا کہ تو میں گوکہ بارود کے ساتھ اور دوسرا سامان جنگی اور تین چار ہزار پیادہ و سوار اور سیکڑوں ایکہ جوان لڑنے مرنے والے یہاں مستعد و آمادہ لڑائی کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ نواب کی خدمت میں عرض کر دیا جائے کہ اگر تشریف لاتے ہیں تو بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے آدین۔ نواب صاحب نے اس جھوٹی بات کو سچ سمجھ کر تمام سپاہ متفرق کو جاہِ جا سے جمع کیا اور عاملوں کو لکھ دیا کہ اس باقاعدہ فوج کے عوض دوسرے سہ ہندی کے جوان بھرتی کر کے جا بجا گھاٹوں اور پرگنوں میں بھیج دو اور یہ کل سپاہ لکھنؤ کو روانہ کرو چنانچہ تمام پلٹنیں تنگوں کی سرخ وردی والی اور تمام نجیب سپاہ وردی والے اور تمام رسالے سواروں کے رکاب ہمایون میں جمع ہو گئے۔

اب بیگم صاحبہ کی سپاہ کی تفصیل سنئے جو ان کے پاس فیض آباد میں تھی دوسو سوار

## ناخوش ہو کر اپنی جائے سکونت کو بدل دینا

میں نے حیدر بیگ خان پہونچے اُس دن آصف الدولہ خود تو مان کے پاس گئے  
 سالار جنگ کو بھیج کر ان کی زبانی پیام دیا کہ غلام کو کر دڑ روپے انگریزوں کے مینے  
 میں امیدوار ہوں کہ حضور سے مرحمت ہو جائیں بیگم صاحبہ نے یہ بات سُن کر سالار جنگ  
 سے فرمایا کہ کیا پھر مزاج آصف الدولہ کا اعتدال طبعی سے منحرف ہو گیا ہے یا غلبہ خفقان  
 کی وجہ سے ایسی غافلانہ باتیں سُنے سے نکلتا ہے اور آپ میرے بزرگ ہیں اس لیے میں آپ  
 سے کیا کمون ایسے پیغام بے محل اور بے کار آپ لاتے ہیں بھلا اُس سے پوچھو تو کہ تمام  
 صوبہ اودھ والدہ آباد اور دوسرے ممالک وہ اپنے قبض و تصرف میں رکھتا ہے لیکن  
 کبھی ایک کر دڑ روپوں کی صورت اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے یا اُس کے باپ نے  
 کبھی اتنے روپے جمع کیے تھے اگر اُس کے دل میں یہ بات ہو کہ شجاع الدولہ کی دولت  
 میرے پاس جمع ہے تو وہ تو پہلے ہی مجھ سے لے گیا ہے میری جاگیر سے چار لاکھ روپے کی  
 آمدنی ہے اسی قدر خرچ بھی پھر میں نے کر دڑ روپے کہاں سے جمع کر لیے دوسرے دن صبح  
 کو خود نواب آصف الدولہ اپنے ماموں کو ساتھ لیکر بیگم صاحبہ کے پاس آئے انکے بیٹھ جانے  
 کے بعد بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایک کر دڑ روپے کی درخواست کی ہے سچ کہو کہ اب  
 کے عہد میں اس قدر روپیہ کبھی ایک جگہ دیکھا تھا یا تھے اس قدر عرصے میں کبھی جمع کیا ہے  
 جیسے تو خواب میں بھی اتنا روپیہ نہیں دیکھا یہ کیا باتیں ہیں کہ غالباً نہ زبان پر لاتے ہو  
 نواب نے قطعی انکار کیا کہ غلام نے کبھی ایسی درخواست نہیں کی ہے اُس وقت بیگم صاحبہ  
 نے نواب سالار جنگ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ واہ بھائی صاحب عجیب پیغام خلاف واقع



فاصلے پر ٹھہرنے کا سبب کیا ہے نواب نے جواب میں کہلایا کہ ان دونوں خفقان کی ایسی شدت ہے کہ بدون مکان وسیع و خوش فضا کے دل پر پریشانی رہتی ہے لکھنؤ میں بھی زیادہ تر صحرا کی سیر میں کٹتی تھی یہ مکان بارہ درہمے قدیم کے مقابلے میں بہت وسیع ہے رفیع وحشت خاطر کے لیے یہیں کی سکونت کو اہلخانے تجویز کیا خاکسار شام کے وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہو گا اور دونوں خواجہ سراؤں کو ایک ایک دو شالہ ایک ایک گپڑی ایک ایک رومال اور ایک ایک گوشتوارہ بطریق خلعت کے بخشا خوشی خوشی دونوں شخص بیگم صاحبہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ نواب شام کے وقت خود بھی آویں گے اسی دن نہایت تنگ وقت پر کہ بعض جگہ چراغ بھی جل گئے تھے۔ نواب صاحب اپنے حقیقی مامون نواب سالار جنگ کو ساتھ لے کر ان سے ملنے کو آئے اور ضابطہ قدیم کے مطابق ایک سو ایک اشرفی کی نذر دے کر بہت تھوڑی دیر بیٹھ کر نماز مغرب ادا کرنے اور باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بہانے سے جلد اٹھ گئے اور گلاب باڑی میں جا کر اسی طرح ہاتھی پر بیٹھے ہوئے فاتحہ پڑھ کر آصف باغ کو چلے گئے دوسرے دن سے یہ دستور رکھا کہ روز صبح کو مامون کے ساتھ آتے سلام کر کے بہت تھوڑی دیر بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کر کے چلے جاتے مان اور بیٹے کے دونوں میں انقباض رہا چوتھے دن حیدر بیگ خان بھی فوج اور توپخانے کے ساتھ آگئے اس مرتبہ حسن رضا خان اور حیدر بیگ خان سلام اور نذر کو حاضر ہوئے اس سے زیادہ کبیدگی خاطر رہی

آصف الدولہ کا اپنی ان سے کر وڑ روپے طلب کرنا دونوں طرف سے بہت سازگار و اصرار پیش آنا بیگم کا

جو کچھ روپیہ ان کے امکان میں ہو گا بے در دوسری کے ہاتھ آجائے گا جناب عالیہ سے  
کاوش اور رد و بدل کرنا ادب کے خلاف ہے اور یہ پھر کام کسی طرح قرین مصلحت نہیں  
نواب صاحب نے اس رے کو پسند کیا اور دونوں خواجہ سراؤں کی گرفتاری کی تدبیر کرنے  
لگے نواب نے آفرین علی خان خواجہ سرا کو اپنی ماں کے پاس بھیجا کہ بخوشی دیکھ کے لیے  
جو امر علی خان اور بہار علی خان کو میرے پاس بھیجا دیا جائے کہ ایک بات ان سے کہنی ہے  
یگم کے آدمی اس پیام سے ڈر گئے اور وہ دونوں خواجہ سرا بھی دریائے فکر و حیرت میں  
ڈوب گئے انھوں نے محل سرے ٹکڑا کر اپنے مکانوں کو جانا چھوڑ دیا مجلس سرے محل کرمان  
آتش خانہ میں کہ ڈیوڑھی پر پتھا آجاتے اور یہاں حوالے ضروریہ سے فاسخ ہو کر پھر  
مجلس امین چلے جاتے۔ یگم صاحب نے آفرین علی خان کو جواب کسلا بھیجا کہ اپنے اقلے جا کر  
کمدے کہ تھک مجھ سے کونسی پردہ داری ہے خود کیوں نہیں میرے پاس آکر جو کچھ منظور  
خاطر ہے کہتا خواجہ سراؤں سے کیا سروکار وہ کبھی نہیں آئیگی یہ بات مشہور ہونے سے  
بچھوٹے بٹے پھر متوحش ہوے اور سمجھے کہ ہنگامہ طول کھینچے گا جب خواجہ سراؤں کا آسانی  
سے ہاتھ آنا میرا تو آفرین علی خان کی زبانی نواب نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ اب ارادہ  
فدوی کا ایسا قرار پایا ہے کہ آپ کے متصل بارہ درہی قدیم میں اگر رہوں لیکن شاگرد پیشہ  
اور مردم ہر اہی کے سہنے کے لیے وسیع مکان درکار ہیں اگر دو تین دن کے لیے ایسا ہو کہ  
آپ کے پیائے جنگے مکان فیض آباد میں ہیں اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کر اپنے اپنے گھر ویر  
چلے جائیں تو بہتر ہے تاکہ میرے آدمی ان جگہوں میں اتر جائیں۔ اس پیغام سے  
یگم صاحب نہایت برا فردختہ ہوئے اور کہنے لگیں کہ خیریت ہے باطن کا حال معلوم ہوا  
اگر ایسی حالت ہے تو مجھے اپنا رہنا بھی قلعہ میں گوارا نہیں جب آفرین علی خان یگم کے



دل سے ترس کر لائے تھے آپ کو ایسی باتوں سے کو نسا فائدہ ہے وہ بے چارے دم بخود ہو گئے نہ اقرار کرتے بنتی تھی نہ انکار کر کے تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد خود نواب آصف الدولہ ہی نے اس بات کی یوں تفسیر کی کہ انگریزوں کو دینے کے لیے کروڑ روپے مجھے چاہئیں یہی پیام دیا تھا میں نے طلب نہیں کیے تھے مومن صاحب یہ سمجھ گئے کہ میں طلب کرتا ہوں اگر ان میں سے کچھ حضور بھی مرحمت کر دیں تو غلام کی مشکل آسان ہو جائے بیگم نے جواب دیا کہ کروڑ اور آدھے کروڑ روپے تو میں نہیں جانتی اگر تم کو مطلوب ہیں تو پانچ چھ لاکھ روپے سے سکتی ہوں لیکن اول یہ بتا دینا چاہیے کہ روپے قرض لینے ہو یا بطور ثواب کے نواب نے عرض کی کہ بطور قرض کے چاہتا ہوں اسی قدر سوال و جواب پر مجلس ختم ہو گئی نواب آصف الدولہ باغ کو چلے گئے اور خواجہ سرا اپنے مکانوں میں آکر کھانے پینے میں مشغول ہوئے جب یہ حکایت حیدر بیگ خان کے کانوں میں پہنچی تو نواب سے عرض کیا کہ جناب عالی نے ایک کروڑ روپے کے لیے اتنی تکلیف اٹھائی ہے لکھنؤ سے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ فیض آباد تک سفر کیا ہے دور دور تک لوگوں نے یہ بات سنی ہے کہ نواب نے اپنی مان سے زر کشیر پایا ہے اس قدر تھوڑے روپے لینے پر جو خود حضور نے رضا مندی ظاہر کر دی ہے تو اس سے کیا کام بھل سکتا ہے۔ بدنامی علاوہ رہی کہ مان سے بلا رضا مندی کے روپیہ لیا پھر کس لیے بہت سارے روپیہ نہ لیا جائے جس سے کام نکل جائے اس کی تدبیر نک خوار کے ذہن میں یوں ہے کہ جواہر علی خان اور بہار علی خان دونوں حضور کے باپ کے غلام ہیں اور جناب عالیہ کے یہی مدار المہام ہیں ان کا تمام اند وختہ ان کی تحویل میں ہے یہی سیاہ و سفید کے مالک ہیں کسی طرح ان دونوں کو بیگم صاحبہ سے جدا کر کے تھوڑی دیر قید رکھ کر کسی قدر چشم ثانی کی جائے

کو دو پہر کے بعد جناب عالیہ سوار ہوئیں تمام فوج جو دو ہزار کے قریب تھی اور تمام خواجہ سرا  
 اور ان کے آدمی ساتھ ہوئے اور سامان ضروری بھی ہمراہ لیا بڑی بیگم موٹی بلغمین کہ  
 قلعہ سے زیادہ مسافت نہیں رکھتا تھا رہتی تھیں رستے میں اتنی بھیڑ بھاڑ تھی کہ  
 سپاہیوں کا سواری کے ساتھ چلنا دشوار تھا قلعہ کے دروازے سے موٹی بلغمین سب سے  
 دور وہ یہ صف باندھ لی سواری ان صفوں کے درمیان سے گزری تمام شریف آدمی اور  
 یکہ جوان کہ بیگم صاحبہ کے نوکر اور خواجہ سراؤں کے مصاحب تھے اور جن کا معمول سواری  
 کے ساتھ رہنے کا نہ تھا اس وقت مسلح ہو کر سواری کے ساتھ ہے اور سپاہیانہ نجیب  
 جنگی وردی سیاہ تھی اور تنگے جنگی وردی سرخ تھی اپنے افسروں کے حکم کے بغیر اور  
 بدون اجازت مالکوں کے بند و قون کے ٹوٹے ٹکڑے کر کھڑے ہو گئے جب سواری قلعہ  
 سے نکلی تو مولوی فضل عظیم خان نے سلام کیے کے نزدیک کی جو نا منظور ہوئی جب یہ خبر  
 نواب آصف الدولہ کے کان میں پہنچی تو ان کا دل بھرا آیا گودل و دماغ ان کا کیسا ہی  
 اوباشی اور شراب نوشی نے خراب کر دیا تھا گرامس وقت ان کا دل زہہ سکا اٹھون  
 نے ارادہ کیا کہ تیزی سے پہنچ کر معذرت کر کے منت و سماجت کے ساتھ سواری کو  
 پھر قلعہ میں لوٹائیں لیکن حیدر بیگ خان نے عرض کیا کہ اگر روپیہ لینا منظور خاطر ہے  
 تو تھوڑی دیر توقف فرمانا چاہیے آخر داوی صاحب کے دولٹھانے میں جا رہی ہیں کبھی  
 اپنا مکان ہے اور وہاں ہمیشہ جاتی رہتی ہیں کوئی نئی بات نہیں اُسی وقت مولوی  
 فضل عظیم خان نے پہونچ کر عرض کیا کہ حضور کا اس وقت معذرت کے لیے تشریف لیجنا  
 مسلمات کے خلاف ہے وہاں تمام مادہ تیار ہے سپاہیانہ پیادہ و سوار ہندو قون کے  
 توٹے ٹکڑے ہیں مستعد کھڑے ہیں اور نفس الامریہ ہے کہ بیگم صاحبہ کو ان آدمیوں



پاس سے رخصت ہو کر باہر نکلا تو دیکھا کہ نقار خانے کے دروازے سے قلعہ کے دروازے تک کہ یک پولیہ کھلتا تھا دونوں طرف ہر ایک دو کافین دس دس میں بیس سپاہیان نجیب بیگم صاحبہ کے ملازم جو باہر علی خان کی ماتحتی میں تھے بیٹھے ہیں اور اس وقت دوسری بات یہ ہوئی تھی کہ پہلے سے مرزا احمد علی بیگ کپتان کے رسالے اور غفلت خواجہ سرکاری کسپنی میں جو آدمی کم تھے اور ان کے ناموں کی جگہ دوسرے آدمی بھرتی کرنے کے لیے حکم ہوا تھا ایسے موقع پر ان دونوں شخصوں نے بھی بھرتی شروع کر دی تھی اور ایک ایک کی جگہ دس دس اور دس دس کی جگہ سو سو آدمی نوکری کے لیے حاضر تھے اس لیے ہتھیار بند من کا ہجوم عام ہو گیا تھا اس اثر و حام میں آفرین علی خان میلے میں سوار آیا اور بلند آواز سے کہا کہ سپاہیان مکانوں سے اٹھ جائیں اور اپنے اسباب لیجائیں حضور نواب صاحب کے آدمی یہاں قیام کرینگے جب سپاہیوں کے کافون میں یہ آواز پہونچی تو آفرین علی خان کو گالیان دینے لگے اور کہنے لگے کہ جناب عالیہ کے بغیر یہاں سے نہیں لینگے آصف الدولہ تو کیا حقیقت رکھتے ہیں اگر شجاع الدولہ اور صفدر جنگ اور برہان الملک اپنی قبروں سے اٹھ کر یہاں آدین اور اس بات کی درخواست کریں تو یہ امر ناممکن ہے۔ آفرین علی خان نے نواب آصف الدولہ کے پاس پہونچ کر تمام حال کو بڑی آب و تاب کے ساتھ عرض کیا اس ہنگامے میں نواب آصف الدولہ کی دادی کے جاسوس بھی موجود تھے انھوں نے جا کر اپنی بیگم سے حال بیان کیا انھوں نے اپنی بہو کو کہلا بھیجا کہ یہ کیا خلاف توقع اور بے قاعدہ باتیں سننے میں آرہی ہیں میں ہمارے پاس اگر مفصل حال معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ والدہ آصف الدولہ نے جواب میں عرض کر لیا کہ آپ بزرگ ہیں سواری کا قصد یہ مناسب نہیں میں خود آپ کے پاس آتی ہوں۔ جمعہ کے دن ۲۵ محرم ۹۶ھ ہجری

خواجہ سراؤن کے ممتاز اور شریف نوکر بھی تیار تھے یہ بھلے آدمی رات کو بھی حفاظت کے لیے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر جمے ہوئے۔

انگریزی پلیٹن کا قلعہ اور جواہر علی خان و بہار علیخان  
کے مکان پر قبضہ کر لینا۔ حکمت عملی سے بیگم کے  
آدمیوں کو منتشر کر دینا

شب شنبہ ۲۶ محرم ۱۱۹۶ ہجری کو پہر رات گئے انگریزی پلیٹن ایک انگریز کی ماتحتی میں تیار ہو کر مغرب کی طرف سے دلی دروازے کی راہ ہو کر قلعہ میں داخل ہوئی اور بہو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی اور جواہر علی خان و بہار علی خان کی حویلیوں اور قلعہ کے قنوں دروازوں پر پہرے کھڑے کر دیے اور قلعہ کی شمالی طرف کا بھی جو دریا کی سمت واقع ہے انتظام کر لیا اور ایک ایک فٹ پ ہر ایک دروازے پر کھڑی کر دی اس کارروائی سے بیگم صاحبہ کے طرفداروں کو بالکل مایوسی پیدا ہو گئی نواب نے ذرا پاس و لحاظ نہ کیا اور یہ خیال کیا کہ تھوڑی سی چشم پوشی سے مدعا حاصل ہو جائے گا والدہ صاحبہ اور اُن کے مشیر سمجھ لینگے کہ نواب اس مرتبہ بیرونی پر کمر باندھ رہے ہیں اپنی درخوست پوری کر کے چھوڑینگے اور جس طرح بن سکے گا روپیہ سیبے بغیر نہ مانینگے۔ بیگم صاحبہ اور اُن کے طرفدار مایوس ہو جائینگے اسی وجہ سے پلیٹن کو قلعہ میں داخل کر دیا پہلے بھی نواب نے مان سے روپیہ لیا تھا لیکن اتنی سختی نہیں کی تھی اب جانہن سے آمد و رفت آدمیوں کی بند ہو گئی اور اعتبار و اعتماد ایک کو دوسرے کا نہ رہا عنبر علی خان و یوسف علی خان خواجہ سرا کے جواہر علی خان کے بھائی کہلاتے تھے پہر رات گئے نواب کی طرف سے اُن کی دادی کے



کے کھڑے ہونے اور توڑے سنگا لینے کی بالکل خبر نہ تھی نواب صاحب نے ان دو باتوں کی وجہ سے عزیمت سواری روک دی بیگم صاحبہ کے ساتھ چالیس بھٹوں میں مغلانیان اور کنیز بن سوار ہو کر گئیں جب سواری موتی بلغم میں داخل ہوئی تو جواہر علی خان اور بہار علی خان مطبوع علی خان کی حویلی میں اترے یہ حویلی بڑی بیگم صاحبہ کی دیوڑھی سے متصل تھی اور یہ شخص ان کا خواجہ سرا تھا۔

بیگم صاحبہ کو قلعہ سے نکل کر ساس کے پاس چلے جانے کی صلاح خواجہ سرا نے دی تھی ان کا مقصود یہ تھا کہ جب بیگم صاحبہ مکان چھوڑے گی تو آصف الدولہ اپنی بڑائی کے خیال سے روپے کا سوال بند کر دیں گے اور محبت مامری سے جوش مار کر معذرت کو چلا آئیں گے۔

بیگم صاحبہ کی جاگیر میں بڑے بڑے آٹھ محال تھے جنہر آٹھ عامل مقرر تھے ان کے سوا چھوٹے سلعون پر بھی فرجدار متعین تھے اخوند احمد علی تمام محالات جاگیر کا افسر اعلیٰ تھا اس نے چند روز قبل ہولے زمانہ دیکھ کر دور اندیشی کی راہ سے تمام محالات کے عاملوں کو حکم لکھ دیا تھا کہ اپنی تمام جمعیتوں کے ساتھ فیض آباد میں چلے آئیں۔ تمام ملازمان بیگ صاحبہ اور عاملوں کے تمام آدمی و شاگرد پیشہ اور اکثر زمینداران دیہات جو حسن معاملہ کی وجہ سے راضی تھے جمع ہو کر اسی فیض آباد پہنچ گئے جس میں بیگم صاحبہ قلعہ سے نکل کر ساس کے پاس آگئی تھیں یہ جمعیت بھی دو ہزار سے کم نہ تھی یہ تمام آدمی فیض آباد کے جنوبی ناکہ تک جہاں کہ آباد کہا جاتا ہے اور قلعہ سے ایک کوس حیر بی کی مسافت رکھتا ہے دور یہ نصف ہانڈھکر کھڑے ہو گئے بازار کے دو کاندروں نے لوٹ مار کے خوف سے دوکانیں بند کر دیں اور تلاش کیلئے کھڑے ہو گئے تاشا نیو بھائی اور پانچ چھ ہزار سپاہیوں کا مجمع شہر میں ہونے سے اژدہا ہو گیا شہر کے عجیب و غریب آدمی بیگ صاحبہ اور

کون ہے اگر معلوم ہو تو میں بھی اُن کی فوج کے ساتھ شریک ہو کر اُن کے دشمن سے لڑوں  
 یہ بات سن کر نواب کی دادی نے انگلی بان سے کہا کہ بی بی اپنے بیٹے کا پیغام سن لیا  
 کیا جواب دیا جائے بیگم نے سانس کو جواب دیا کہ بھکوا بالکل اسکی خبر نہیں کہ کس نے فوج کو  
 تیار اور لڑائی کے لیے مستعد کیا ہے پھر جو اہر علی خان اور بہار علی خان کی طرف مخاطب  
 ہو کر کہا کہ شاید تم نے یہ جسارت کی ہوگی یہ دونوں شخص صبح سے سامنے کھڑے تھے  
 عرض کرنے لگے کہ یہ غلام حضور میں حاضر ہیں باہر کے حالات کی کچھ خبر نہیں اور حضور کے  
 حکم کے بغیر کیا مقدور تھا کہ اپنے صاحبزادے اور پیر و مرشد کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کرتے  
 بھکوا بالکل خبر نہیں۔ عنبر علی خان نے عرض کیا کہ تو بین انگریزی پٹن کے سامنے جو قلعہ  
 میں داخل ہو گئی ہے تیار کھڑی ہیں بیگم نے کہا کہ تو بین آصف الدولہ کے آدمیوں کے  
 حوالے کر دو یہ حکم ہوتے ہی نواب کے مغل بچے بیگم کے گولہ اندازوں سے توہین لے کر  
 اپنے ہاتھوں سے کھینچتے ہوئے لشکر میں لے گئے بیگم کے تو پچانے کے مغل بچے بے تکلف  
 چلا چلا کر اہانت کے الفاظ کہنے لگے کہتے تھے کہ کاش کسی مرد کے نوکر ہوتے یا مالدار  
 سے اس سرکار کے نوکر تھے ماہ باہ تخواہ پانے تھے عرصہ دراز سے آرزو تھی کہ آقا کے  
 سامنے اپنے چچہ خون کو نثار کر دین آج کا دن جان نثاری کا تھا اس بی بی اور خواجہ مراد  
 نے جان فدا کرنے کی نوبت نہ پہونچنے دی ٹف ایسی نوکری پر یہ عبارت کسی قدر  
 ادب سے درست کر کے لکھی ہے ورنہ انھوں نے تو کھلی کھلی اور بہت فحش گالیاں  
 دی تھیں جب توہین ہاتھ سے نکل گئیں تو بیگم کے آدمیوں کا مظنہ کسی قدر  
 ہو گیا لیکن بدستور کھڑے تھے۔ عنبر علی خان نے نواب کے پاس پہونچ کر سب حال  
 عرض کیا۔



مکان پر آئے اور چند باتیں عرض کر کے جواہر علی خان کو نواب کی طرف سے بہت دھمکایا اور رخصت ہو کر لوٹ آئے۔

دوسرے دن کہ شنبہ کی صبح اور محرم کی ۲۶ تاریخ بھتی بغیر اس کے کہ بیگم صاحبہ کو کوئی خبر ہو یا جواہر علی خان کو اطلاع دین مرزا احمد علی کپتان اور عقلند خواجہ سر کمال طلعت کے ساتھ قلعہ میں آئے اور پانچ چھ توپیں جو قلعہ میں رکھی ہوئی تھیں ان کو اپنے ہتھیاروں سے کچھ اکڑا کر باہر لے آئے انگریز جو قلعہ میں پلٹن کے ساتھ تھا اس کو لڑائی کی اجازت دیتی اس لیے خاموش رہا منع نہ کیا ان چھوٹے توپوں کو چوک میں لے جا کر ترپولہ کے دروازوں میں کھڑا کر دیا ایسے مقام پر جہاں قریب تر انگریزی توپ قلعہ کے دروازے پر دھکن روہ کھڑی تھی انھوں نے اس کے بالمقابل اپنی توپیں شمال روہ کھڑی کیں اور سواروں کو حکم دیا کہ گھوڑے چھوڑ کر با پیادہ ترپولہ پر چڑھ جائیں سوار جو دوسو آدمیوں سے زیادہ تھے بند و تون کے توڑے سلگا کر چڑھ گئے منظور یہ تھا کہ اگر نواب وزیر کی فوج لڑائی کے لیے ادھر سے آئے تو تلے سے تلے کے آدمی اور اوپر سے اوپر کے آدمی ان کو بھون مین۔

۲۶ محرم روز شنبہ کو پہر دن چڑھے غنبر علی خان آصف الدولہ کے لشکر سے انکی آدمی کے محل میں پہونچا اور ان کی والدہ کے سامنے کھڑے ہو کر دادی سے عرض کیا کہ نواب صاحب آپ کی خدمت میں گذارش کیا ہے کہ غلام سلام کا ارادہ رکھتا ہے لیکن جاسوسوں کی زبانی معلوم ہوا کہ والدہ صاحبہ کے آدمی تو پنجانہ لے کر سردارہ ہیں اس اندیشے سے غلام نے حاضر ہونے کی جرأت نہیں کی اگر والدہ باجہ دے میرے مقابلے کے لیے یہ سپاہ آگہستہ کی ہے تو بھگو مقابلے کی قدرت نہیں اور اگر کسی دوسرے کے لیے ہے تو وہ آخر

برابر بر آدمی کھڑے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے کندھا چھلتا ہے ڈیوڑھی پر جب قدر آدمی  
 ہیں اُن سب کو ملا کر دس ہزار کے قریب معلوم ہوتے ہیں نواب کے مصاحبوں نے  
 یہ مشورہ دیا کہ جس طرح ہو سکے اس ہجوم کو بھی متفرق کر دینا چاہیے تب خواجہ سرا  
 احمد آویٹے چنانچہ پھر عنبر علی خان کو بھیج کر بیگم صاحبہ سے نواب نے عرض کرایا کہ اگر  
 سپاہی لوگ بازار سے چلے جائیں تو میں آجاؤں۔ بیگم نے حکم دیا کہ سب یہاں سے  
 ہٹ کر اس میدان میں ٹھہر جائیں جو شہر سے جنوب کی طرف واقع ہے جہاں شجاع الدولہ  
 کے عہد میں پرشاد سنگھ کی دونوں پلٹون کی چھاؤنی تھی اور اب وہاں چھوٹی سی  
 کوٹھی داراب علی خان نے بنالی تھی چنانچہ خود عنبر علی خان بیگم صاحبہ کی اجازت  
 سے اُن کو ساتھ لے گیا اور اس جگہ ٹھہرا دیا جب یہ آدمی چلے گئے تو چوک کا بازار بلکہ  
 یون کو کہ تمام شہر خالی ہو گیا خرید و فروخت اور شہر والوں کے دوسرے کام بند ہو گئے  
 تمام آدمی گلی کو چون مین کھڑے ہوئے تھے کہ اس ہنگامے کا انجام کیا ہو گا لیکن جو لوگ  
 کہ ڈیوڑھی پر بیٹھے ہوئے تھے اور قریب پانسو آدمیوں کے تھے وہ جگہ سے نہ ہلے۔  
 ہو بیگم کے موتی محل سے ٹکڑے موتی باغ میں آنے کے وقت جس قدر فوج دور ویہ کھڑی تھی  
 اُس کی کوئی حقیقت نواب کی فوج کے سامنے نہ تھی لیکن چونکہ یہ آدمی شہر میں تھے  
 اس واسطے بہت معلوم ہوتے تھے اس لیے نواب کے ارکان دولت کو اندیشہ تھا کہ اگر  
 لڑائی ہو گئی تو یہ کوئی صدف جنگ میدان تو ہے نہیں کہ توپ و گولہ ہندو کا کرے  
 یہ خانہ جنگی کی وضع ہے اور عوام یہ کہتے تھے کہ اگر دونوں یگمین لڑائی کو سوار ہو جائیں  
 تو نواب کی طرف شجاع الدولہ کے وقت کی جو سپاہ ہے مبادا وہ پاس اوب کا لٹا کرے  
 اور بلوا پیدا ہو جائے اور علاقے کے گنوار بھی آکر شریک ہو جائیں تو اس سے قباحت



محمد فیض نجش کہتا ہے کہ جس وقت عنبر علی خان محل میں آصف الدولہ کا پیغام آئی  
 دادی سے بیان کر رہا تھا اُس وقت بعضے خواجہ سرا اندر سے باہر آئے اور اخذ احمدی  
 اور میرے اور دوسرے حضار مجلس کے سامنے کھڑے ہوئے کہ اس نے کہا کہ اگر لڑائی  
 کا ارادہ ہے تو بسم اللہ ہم تم دونوں سوار ہوتے ہیں اس صورت میں احتمال ہے کہ  
 تمھارے بیٹے کو کوئی نقصان پہنچ جائے یا نہ پہنچے کیونکہ شجاع الدولہ کی فوج خراب  
 ہو چکی ہے چند سالہ وار جو باقی رہ گئے ہیں وہ ہماری اور تمھاری شرکت سے مطلع  
 ہو گئے اور تمھارے بیٹے سے ناراض ہیں غالب کہ معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ ہونے  
 جواب دیا کہ استغفر اللہ یہ کیا کلام ہے اس طول عمر میں یہی ایک لڑکا خانہ دل کا چراغ  
 ہے مجھ کو یہ کب منظور ہے کہ اُس کو صدمہ پہنچے۔ اور ایک بار جو اہر علی خان بہار علیخان  
 کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ سارا فساد اور ہنگامہ آرائی صرف تمھارے لیے ہے اگر  
 ہو سکے تو آصف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ تم اُس کے باپ کے غلام ہو اگر  
 چاہے گا سزا دے گا تم اپنے نفوس پر گوارا کر لے جو کہ غیرت و ننگ کا موقع نہیں ہے اور  
 اگر اُس کی چشم نمائی سے عار ہے تو جہان پناہ مل سکے چلے جاؤ اور مجھ سے کچھ توقع نہ کرو  
 چونکہ ان بیٹے کا معاملہ تھا اور یہ خانہ زاد تھے ان کو اگر کچھ ناز تھا تو اسی قدر تھا کہ  
 بیگم صاحبہ کی خدمت گزاری اور حاضر باشی میں رہتے تھے جب روبرو جواب صاف  
 پالیا تو حیرت سے چھٹکے چھوٹ گئے سولے سکوت کے ایک بات منھ سے نہ نکل سکی۔

القصہ عنبر علی خان نے یہاں کا تمام حال نواب آصف الدولہ سے عرض کیا نواب  
 کے اہل دربار نے اُس سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے آخر کس قدر آدمی  
 ہوئے اُسے جواب دیا کہ اگرچہ میرا تخمینہ یقین کے قابل نہیں لیکن قلعہ کے دروازے شہر کے دروازے تک

جاؤں گا تو یکایک بغیر لڑے بھڑے کسی کے ہاتھ نہ آسکوں گا اگر مارا جاؤں گا تو پردہ  
 ڈھک جائیگا اور اس سے بہتر ہو گا کہ ہم چشموں میں رسوائی حاصل ہو اس بات  
 کو دل میں نہ پختہ کر کے گھوڑے پر سوار ہو کر موتی باغ کے پیچھے ایک ہاتھ کے پیرتے آکر  
 کھڑا ہوا ساتھ ایک گٹھری تھی اس میں چند دوشالے اور شالی کر بند اور دوسرے  
 چند کپڑے تھے اور سوا شرفیان اگر کھے کی ایک طرف کی جیب میں اور سو دو سری طرف  
 کی جیب میں پڑی ہوئی تھیں اور اب یہ ارادہ تھا کہ بیگم صاحبہ کی سپاہ کے مجمع میں  
 پہنچ جائے کہ اس درمیان میں حسن رضا خان کا خدمت گار اس کے پاس آکر کہنے  
 لگا کہ اس وقت کوئی تدبیر فائدہ نہ بخشنے گی اگرچہ تم مجھ کو اپنا دشمن جانتے ہو لیکن میں  
 وہی پرانا دوست ہوں میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ اپنے آپ ہر دن طلب نواب کے  
 پاس چلے جاؤ وہ تمہارے صاحبزادے ہیں جو کچھ کر نیچے اس میں ننگ وغیرت کا مقام  
 نہیں اس وقت ہمارے علی خان نے بلند آواز سے کہا کہ اول میں خود جاتا ہوں اور  
 حاضر ہوتا ہوں نواب میرے مالک ہیں جو کچھ ان کی مرضی ہوگی ہمسرہ چشم اطاعت  
 کروں گا جو ابراہیم علی خان نے دیکھا کہ حسن رضا خان نے یہ مشورہ دیا ہے اور ہمارے علی خان  
 جانے کو تیار ہے اگر میں اصرار کروں گا تو تمام ہنگامہ آرائی میرے سر پر پڑے گی تو بقدر  
 چلنا چاہیے جب یہ دونوں خواجہ سرا مستعد روانگی ہوئے اور بیگم صاحبہ سے اجازت  
 مانگی تو اس وقت آصف الدولہ کی دادی نے اپنے خواجہ سرا مطبوع علی خان کو ہمراہ  
 کر کے اُسکی زبانی آصف الدولہ کو نصیحت کے یہ کلمات کہلائے کہ تمہارے پاس خاطر  
 سے ان دونوں شخصوں کو بھیجا جاتا ہے ظاہران کا کوئی مقصود معلوم نہیں ہوتا مگر  
 تمہارے زعم میں خلاف واقع یہ تصویر دار ہیں تو ایسا ہی سہی تم انکی خطا کو معاف



پیدا ہو جائے گی۔

## جواہر علی خان اور بہار علی خان خواجہ سراؤن کی گرفتاری

حیدر بیگ خان کی مرضی یہ تھی کہ فریب و فنون سے جیسے ہو سکے خواجہ سرا  
باتھ آجائیں اگرچہ مقدم روپے کا لینا تھا لیکن بہار علی خان کے کلکتے جانے اور کاشی راج  
وکیل کے سامنے کلمات سخت کہنے کا دلغ دل سے نہیں مٹتا تھا اس لیے اس کی بادشاہی بھی  
دل سے چاہتے تھے اس لیے خواجہ سراؤن کے پکڑنے میں بڑا اصرار تھا نواب آصف الدولہ  
کو جب یہ خبر پہونچی کہ عنبر علی خان نے نہایت دانائی کے ساتھ بیگم کو راضی کر کے تمام سپاہ  
کو شہر سے نکال کر باہر بٹھرا دیا ان کے بعض بے ادبی ولے مصاحب عرض کرنے لگے کہ  
اگر اس وقت تنگوں کی ایک کمپنی بھیج دی جائے تو بے تکلف خواجہ سراؤن کو قید کر لے  
ہر کارون نے عرض کیا کہ خواجہ سرا دولت سر کے اندر حضور کی والدہ صاحبہ اور  
وادسی صاحبہ کے سامنے کھڑے ہیں اور ایک ہزار کے قریب بڑی بیگم صاحبہ کے سپاہی اور  
شہر کے شریف زادوں میں سے یکے جو انان صاحب غیرت دیورمی پر حاضر ہیں اس طرح  
خواجہ سراؤن کا ہاتھ آنا ناممکن ہے۔

اس کشمکش میں جواہر علی خان کی غیرت نے اس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ نواب  
کے سامنے جانے اور بے عزتی کا نشانہ بننے سے یہ بہتر ہے کہ جو آدمی شہر کے باہر مسلح اور  
لڑنے مرنے پر آمادہ بیٹھے ہیں اور برسوں سے ان کی پرورش میں نے کی ہے ان میں چلکر  
شریک ہو جانا چاہیے غالب یہ ہے کہ وہ رفاقت سے منہ نہ موڑینگے جب انہیں پہونچ

ہے پس مین اُن کی تقصیر معاف کر کے چھوڑے دیتا ہوں حیدر بیگ خان نے عرض کیا کہ یہ تمام سُن کی محنت مُفت رائگانہ جالے گی اور دہلی سے جو کھلتے تھک اس بات کی شہرت ہو گئی ہے سب عبت اور بے فائدہ ہو جالے گی اور بدنامی علاوہ رہے گی حضور ان کو تھوڑے دن تک قید رکھیں ابھی کر دڑ روپے وصول مجھے جاتے ہیں یہ سونے کے چڑے ہیں جال مین پھنس گئے ہیں نواب نے رزیڈنٹ کی طرف توجہ کی اُس نے بھی حیدر بیگ خان کے ایام سے انھیں کے قول کی تائید کی نواب نے اس مشورے پر کار بند ہو کر اپنے قیام گاہ کو مراجعت کی اور اُن خواجہ سراؤں سے کہا کہ ہم رزیڈنٹ سے تمھاری سفارش کر لے ہیں اس وقت معذرت کے لیے مختار اخود جانا مناسب ہے مولوی فضل عظیم خان کو فرمایا کہ تم صاحب کے خیمے تک انکے ساتھ جاؤ خلاصہ یہ ہے کہ مولوی ان کے ساتھ روانہ ہوا جب ان کی سواری رزیڈنٹ کے خیمے کے پاس پہنچی تو مولوی نے اپنی سواری کے ہاتھی کو تیزی سے آگے بڑھایا چند ترک سواریوں نے اس کی اردلی میں چل رہے تھے وہ اُسکے ساتھ تو نہ ہوئے بلکہ خواجہ سراؤں کی سواری کو گھیر کر چلنے لگے اس لیے خواجہ سراؤں کے دل میں دغ و غم پیدا ہوا لیکن مجبوراً چلتے تھے جب رزیڈنٹ کے خیمے کے سامنے پہنچے تو سواریوں سے اتر گئے رزیڈنٹ اپنے خیمے سے باہر آیا اور سلام کر کے کہنے لگا کہ مین اس وقت چالے پی رہا ہوں آپ اس برابر کے خیمے میں ٹھہریے فراغت پا کر آنا ہوں پہلے سے وہ خیمہ انکے قید کرنے کے لیے تجویز ہوا تھا اور اس پاس پلیٹن کی بند و قین لٹا دی تھیں ان کا پہونچنا تھا کہ چار دن طرف پہرہ قائم ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد میرنثار علی جو بہار علی خان کا بھائی مشہور تھا آصف الدولہ کی دادی صاحبہ کی ڈیوڑھی پر گیا تو ایک آہ کا نعرہ مار کر بیہوش ہو کر



کر کے ہمارے پاس واپس بھیج دو جواہر علی خان اور بہار علی خان و مطبوع علی خان  
گھوڑوں پر سوار ہو کر آصف الدولہ کے پاس روانہ ہوئے اور ساتھ صرف ایک ایک  
خدمتگار تھا۔ جب یہ آصف باغ میں پہنچے اُس وقت نواب بیت الخلا میں تھے دونوں  
نے اپنے ہاتھ باندھ لیے بہار علی خان نے دونوں ہاتھ رومال سے لپیٹ لیے تھے اور  
جواہر علی خان نے دو شالے سے جو کندھے پر ڈالے ہوئے تھے جب نواب پاخانے سے  
نکلے تو دونوں نے اس ہیئت سے سلام کیا نواب نے مہربانی فرما کر دونوں کے ہاتھ اپنے  
ہاتھ سے کھول لئے اور بنگلے میں کہ خواجگاہ کا مکان تھا اپنے ساتھ لے جا کر بیٹھنے کو حکم دیا  
مطبوع علی خان نے دادی کا پیغام نواب سے بیان کیا نواب کی ارولی کے آدمی کمظنی  
اور شوخی سے تلوارین میان سے نکال کر ایک دوسرے کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ  
کیا اصل تلوار ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ تلوار کمان کی ہے کبھی کوئی شخص نئی تلوار نواب  
کے ہاتھ میں دیدیتا تھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا تھا کہ تم لوگ اُس وقت  
میں لڑنے اور مقابلے کا دعویٰ کرتے تھے اب تنہا ہمارے دام میں آپ پھنسے ہو اب تم تو  
بے استعداد ہو اور ہم تمہیں ارکھتے ہیں نواب نے دونوں خواجہ سراؤں سے کہا کہ  
تم یہاں موجود رہو میں رزیدنٹ کے پاس جاتا ہوں شاید وہ اس وجہ سے تم سے  
ناراض ہو گئے ہوں گے کہ جب انگریزی پٹن قلعہ میں داخل ہوئی تو اُس وقت تمہارا  
سپاہی بندوقوں کے توڑے سلگائے ہوئے تھے میں اُن سے تمہاری طرف سے معذرت  
کر کے آتا ہوں اور نواب سوار ہو کے شجاع الدولہ کے بنائے ہوئے رمنے میں جو ایک  
بڑا میدان ہے اور جہان رزیدنٹ اور حیدر بیگ خان ٹھہرے ہوئے تھے آئے  
اور بیان کیا کہ دادی صاحبہ نے اُن دونوں گناہگاروں کو بھیجا ہے اور یہ پیام دیا



## بیگم کی جاگیر کا ضبط کیا جانا

اب جواہر علی خان اور بہار علی خان کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا اور نواب کی طرف سے ان پر روپے کا تقاضا ہونے لگا جواہر علی خان نے جواب دیا کہ میں جاگیر سے روپیہ تحصیل کرنے کا مختار تھا جو کچھ آمدنی کا روپیہ وصول ہوتا وہ قسط بہ قسط پہنچا دیتا تھا وہ روپیہ بہار علی خان کے مکان پر جمع ہوتا تھا مجھے اس کی خبر نہیں کہ کہاں ہے جب بہار علی خان سے طلب کی نویت پہنچی تو اس نے جواب دیا کہ تمام روپیہ ہوتی محل میں جو جناب بیگم صاحبہ کے رہنے کی جگہ ہے جمع ہوتا تھا حکم ہوا کہ بہار علی خان ایفون بہت کھاتا ہے ایفم بند کر دی جائے کہ بیتاب و بیقرار ہو کر روپے کا بتا دیگا ایسا ہوتے سے بہار علی خان تڑپنے لگا ایک خدمتگار تھوڑی سی ایفم آفتاب کے سرپوش میں چپکا کر پاخانے میں رکھ گیا بڑی دقت سے گولی بنا کر نگلی کیونکہ یہ گولی لکڑی پینے کے عادی تھے اب کچھ تسکین ہوئی اس وقت جواہر علی خان کو یہ خبر پہنچی کہ سپاہ اخوند خاں پر تنخواہ کا تقاضا کر رہی ہے کہلا بھیجا کہ آخر وہ ملازمت تک کی تنخواہ تمام و کمال یہاں کر دی جائے اس وقت خزانہ دوسروں کے قبضے میں تھا مہاجنون نے قرض لیکر ادا کیا جب بہار علی خان پر ایفون بند ہونے سے سخت تکلیف واقع ہوئی جان کنی کی نویت پہنچی تو اقرار کیا کہ جو کچھ میرے مکان میں موجود ہے دید و نگاہ حکم ہوا کہ لکھے پچیس لاکھ روپیہ قرار پایا فرد لکھ کر پیش کی یہ کاغذ جواہر علی خان کے پاس مہر لگانے کو بھیجا انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں بیگم صاحبہ کا خزانچی نہیں ہوں اصرار ہوا تو مجبور ہو کر مہر لگا دی۔ دوسرے دن دو لون خواجہ سراؤں کو سبکروان پر بٹھا کر



گر گیا اس کے بعد مطبوع علی خان نے حاضر ہو کر تمام حال بیان کیا نواب کی وادی نے  
اُس پر خفگی کی اور بہت سخت الفاظ کے دس بیس ڈھنڈورے والے بیگم کے لشکر  
میں اور نواب وزیر کے لشکر میں یہ منادی کرتے پھرتے تھے کہ اگر کوئی نوکر جواہر علی خان  
کا یا بہار علی خان کا ہتھیار بند نظر آئیگا تو قید کر دیا جائیگا اور زراعت کا اس شہرت سے بیگم صاحبہ  
کی سپاہ کے حواس جاتے ہے اور سب آدمی دھڑ دھڑھپنے اور بھاگنے لگے ملنے کے حال لوگ  
جو شریف اور نجیب آدمی تھے اور برسوں سے آرام و سکون میں بسر کی تھی حکومت  
کرتے تھے سولے گھوڑے اور بالی کی سواری کے ایک قدم پیادہ پا چلنے کے عادی  
نہ تھے وہ پیادہ بالباس بدل بدل کر شہر کو آنے لگے جس کسی دوست کے گھر پر جاتے  
وہ مٹے سے گریز کرتا اور بے مروتی و ناآشنائی سے پیش آتا اس خوف سے کہ مبادا  
میرا مکان تاراج ہو جائے وہ لوگ کوشش کرتے تھے کہ ہم ان کے مکان پر اثر جائیں اور  
صاحب مکان نے مروتی کر کے بزور مکان سے رخصت کرتے تھے اور وہ بے شرمی کر کے  
جتے تھے اٹھتے نہ تھے اور جانتے تھے کہ کوئی ہمارے پیچھے آتا ہو گا ہر روز بیگم صاحبہ کے  
اہلکاروں پر آفت پر آفت اور مصیبت پر مصیبت نازل تھی نوکر چڑھی ہوئی تنخواہ  
کی طلب میں اہلکاروں کو تنگ کرتے تھے قید خانے میں جواہر علی خان کے معرے میں  
بیچ کا غلبہ ہو کر رہا ہو گیا کچھ کھانا نہ کھایا تیسرے دن تسکین ہوئی کھانا حسن بھٹا خان  
کے باورچی خانے سے آتا تھا اس طرح باغ دن اور گزرے بارش کا جو زور تھا  
وہ بھی گھٹا۔

خواجہ سراؤن پر روپے کے واسطے تشدد ہونا۔

## اُن کی رفاقت کو ترک کرنا

نواب وہ تمام روپیہ لینے کے بعد آٹھویں دن ماہ صفر ۹۶ھ ہجری کو مان اور داوی سے رخصت ہوئے بغیر لکھنؤ کو چلے گئے دوبارہ خواجہ سراؤن کے بانو و نین بیڑیاں پڑھنا حکم ہوا اور ایک کے ہر ایک کے دونوں بانوؤں میں پڑھیں اگرچہ ملکی تھیں لیکن ایسے آرام طلبوں کی تکلیف تو ظاہر ہے جگ صاحب اور بون صاحب و ہیڈ صاحب وغیرہ کسی انگریز پلٹن کے ساتھ قلعہ اور خواجہ سراؤن کی محافظت کو موجود رہے ابھی تک جواہر علی خان اور بہار علی خان اپنی اپنی حویلیوں میں رہتے تھے بہار علی خان کی حویلی موتی محل سے ملی ہوئی تھی دونوں کی دیواریں باہم بلا فصل جڑی ہوئی تھیں جگ صاحب کو اندیشہ مفروسی کا پیدا ہوا اس لیے اس کو بھی جواہر علی خان کی حویلی میں لا کر رکھا قید پوری تھی۔ نواب کی مان اپنی ساس کے پاس موتی بلغمین رہتی تھیں۔

عقل مند خواجہ سرا جواہر علی خان کا نہایت عزیز بچکا نہ تھا بائیس اور بالائی نشینی کا رہتا تھا وہ اول دن ہی اٹھ کر حسن رضا خان کے پاس چلا گیا۔ نشاط علی خان نے بھی اپنا خیمہ وزیر کے لشکر میں کھڑا کر لیا۔ چند روز کے بعد بدیع خرم اور سہیل اور زکرت فلاح کی امید پر بے رخصت لکھنؤ کو چلے گئے۔ اخوند احمد علی ان لوگوں کو بہت سمجھاتا اور منع کرتا اور تنخواہ کے نہ ملنے اور تنگدستی اور تکلیف اخراجات کا جو عذر کرتے اُس کو رفع کر دیتا اسپر بھی یہ لوگ چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہشتی۔ حمام دھوبی پیشگی تنخواہ لیتے اور سامان کی درستی کر کے لکھنؤ کو چلے جاتے سب سے بڑھکر



اور محافظت کے لیے کمپنی ہمراہ کر کے روانہ کیا دونوں قیدی چوک کے بازار میں  
 پہنچے موتی باغ میں جانے کا حکم نہ ملا وہاں کھڑے رہ کر والدہ آصف الدولہ سے  
 اجازت طلب کی حکم آیا کہ دیدوبہار علی خان کی حویلی میں گئے وہاں سکڑحالی کے  
 سولہ لاکھ روپے نکلے اور سوا لاکھ اسٹرفیان پائی گئیں یہ سب زر نقد حوالے کر دیا  
 اور لاکھ روپے آصف الدولہ کی دادی کے مکان سے قرض لے کر دیے گئے اور  
 بعض چیزیں جو اہرات کی قسم سے جوٹھے کی چلون میں لگی ہوئی تھیں یہ بھی دیدی  
 گئیں اور یہ تمام سرمایہ لکھنؤ کو روانہ ہوا۔ اب حکم ہوا کہ ان خواجہ سراؤں کے ایک  
 ایک پیر میں بیڑی ڈالی جائے۔ تعمیل ہوئی ایک دن حیدر بیگ خان جو تمام ان کاموں  
 کے بانی مہمانی تھے قیدیوں کے پاس عیادت کو مجلس میں آئے غنوار سی سے جو مکاری  
 سے خالی نہ تھی ان کی حالت بغور دیکھ کر کہا کہ مجھ کو یہ حال معلوم نہ تھا نواب صاحب  
 سے عرض کر کے بیڑیاں تنھارے پاتوں سے نکلوا دو گنگا مان کا یہ تھا کہ ان کو جہاں  
 کہ تھے میری معزولی پر جو کرنا مذہبی تھی اُسکے بدلے میں آج تم کو ان مصائب میں  
 پھانسا ہے بعد اس کے خواجہ سراؤں سے کہا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر سرکار انگریزی نے  
 ضبط کر لی ہے اگر تم چاہو تو مستاجری کے طور پر اپنے پاس رکھ سکتے ہو اس وقت  
 جواہر علی خان نے اخوند احمد علی کو بلایا اُس نے انکار کیا اب حیدر بیگ خان اپنے خیمے کے چلے  
 گئے اور دو گھنٹے کے بعد دونوں کے پاتوں کی بیڑیاں کٹوا دیں۔

نواب آصف الدولہ کی فیض آباد سے لکھنؤ  
 سوز و انگلی بہو بیگم کے نکلنے اور ان اور رفیقوں کا

انگریزی کتب و تاریخ کی سند پر لکھی ہے صحیح ہے قویہ منتقم حقیقی کی طرف سے دہلا ہے  
شجاع الدولہ کی اہل بیرونی کا جو انھوں نے انگریزی فوج کی مدد سے حافظ رحمت خان  
دو دہے خان اور دوسرے علما و فضلا و امراء روہیلا کی بیوی بچوں کے ساتھ  
مسئلہ ہجری مین کی تھی۔

اولیٰ ربیع الاول ۱۱۹۶ ہجری مین حیدر بیگ خان کا عریضہ بیگم صاحبہ  
کے پاس اس مضمون کا پہونچا کہ اپنے کسی مقصدی و اہلکار کو روانہ فرما دین تاکہ  
اس کے سامنے قیمت جواہرات و اشرفیوں کی منقح ہو جائے اخذ احمد علی کی تجویز  
سے چیت رام مقصدی لکھنؤ کو بھیجا گیا اس کے سامنے لکھنؤ کے پرکھے بلانے گئے  
ان کو پہلے سے سکھا دیا گیا تھا انھوں نے پچاس ہزار روپے کی چیز کے دس ہزار  
روپے کوئے اور ایک ایک اشرفی کی قیمت پندرہ پندرہ روپے مقرر کی حالانکہ ہر اشرفی  
سولہ روپے قیمت رکھتی تھی اس وقت چیت رام کو منٹھ سے لفظ نکالنے کا یارا نہ تھا  
اس حساب سے ساڑھے چھ لاکھ روپے پچپن لاکھ روپے مین سے گٹھے جن کا اقرار  
ہمار علی خان نے کیا تھا یہ روپے اس کے فٹے نکال کر تقاضا کرنے لگے اور اس حیلے سے  
قید رکھا جواہر علی خان سے ملنے کے لیے ایک داراب علی خان دوسرے فرج بخش کے  
مصنف محمد فیض بخش کو اجازت تھی ان دو کے سوا کسی شخص کے پاس جا نہیں سکتا  
تھا یہاں تک کہ اس طرح چار مہینے بسر ہوئے۔

نواب آصف الدولہ اور حیدر بیگ خان کا راجہ بلہدر  
کی شکایت بیگم صاحبہ کو لکھنا اور انکا جواب معقول دینا  
اس حال کے درمیان ایک عریضہ نواب کا اور ایک عرضی حیدر بیگ خان کی



یہ بات ہے کہ والدہ آصف الدولہ کے حقیقی بھائی سالار جنگ کا یہ حال ہوا کہ بیگم نے ان کو ملاقات کے لیے بلایا اور جو دیکھ بیگم کی بدولت المارت کے مرتبے کو پہنچے تھے لیکن اب ان کے پاس جانے سے گریز کرتے تھے بہت سی تاکید و تقید و ہزار جبر ثقیل کے بعد بیگم کے پاس گئے آصف الدولہ کی دادی کی ڈیوڑھی پر تھوڑی دیر بہن کے پاس بیٹھے بیگم ان سے اپنی آواز سے جوابتین کرتی تھیں وہ دوسرے ان آدمیوں کے کاؤن میں پہنچتی تھیں جو ڈیوڑھی کے پاس تھے نواب سالار جنگ کسی کا جواب نہیں دیتے تھے چپ بیٹھے ہوئے تھے تھوڑی دیر کے بعد خائف و لرزان وہاں سے اٹھ گئے بیگم نے کہا خیر اٹھ کر چلے جائیے تم سے جو مجھے امید ہے اس کی توقع خدا سے ہے۔ خدا ہمارا حافظ و معین و ناصر ہے اسطبل فیصل خانے اور گاؤ خانے کے دار و غہر روز ڈیوڑھی پر آتے اور فریاد کرتے کہ جانور واد چارہ نہ ملنے سے مرے جاتے ہیں بیگم جواب میں یہی کہتیں کہ مرین تو مرین ہمارے پاس خود روپیہ نہیں ہے۔

مولوی ذکاۃ اللہ نے ہندوستان کی تاریخ میں لکھا ہے کہ بیگم اپنے گھر میں قید تھیں کھانے کو ان کے پاس اتنا پہنچتا تھا کہ ان کی ملازم عورتوں کا پیٹ نہ بھرتا تھا اور وہ بھوک کے مارے مرنے کے قریب ہو گئی تھیں غرض ان نیک بخت بی بیوں پر محرم کے ہونے گزر گئے۔ اس لقا میں یہ سراسر غلطی ہے کہ بیگم کو قید کر دیا تھا ان کے مکان پر پہرے کھڑے ہونے کا حال فیض بخش نے بالکل نہیں لکھا بیگم اپنی ساس کے مکان پر رہتی تھیں اور ساس کی کسی چیز پر ریاست نے قبضہ نہیں کیا تھا اور وہ بھی سید الممدار تھیں خرچ کرنے کے مواقع اور ہانے تلاش کرنی ہوتی تھیں تو کیا وہ گمانداری کے مراسم نہ ادا کرتی ہوں گی اگر یہ بات مولوی ذکاۃ اللہ کی جو



اور ہیشمار دولت اور بہت وسیع ملک پر قدرت حاصل ہونے اور کسی چیز کی طرف  
احتیاج باقی نہ رہنے کے باوجود اپنی ایسی مادر مہربان کے ساتھ بغیر صدور کسی مقصور  
ظاہری و باطنی کے محض نمک حرام نوکر دن کے بہکانے سے عداوت پر آمادہ ہو جائے  
اور اسکی تھوڑی سی جاگیر اور زر نقد کو جو اسکے باپ کے دیے ہوئے ہیں اور ان  
دو زر نقد بیٹے کے کسی سخت اور بے حد ضرورت کے وقت پر کام آنے کے لیے رکھ چھوڑا  
ہے نہایت سختی اور بے مروتی کے ساتھ چھین لے اور ان کے غلاموں اور کنیزوں  
کو قید کر دے اور اسکے متعلقین کی خبر گیری سے غفلت کر کے تمام عالم میں اپنے آپ کو  
بدنام اور ان کو ہلکان کرے اور اعدا پاک کے اس حکم سے دلائل لہاؤں (یعنی ان  
باپ کو ہون بھی نہ کہنا چاہیے) باوصف دعویٰ اسلام کے غافل ہو۔

عہد قدیم سے اب تک ایسا تو ہوا ہے کہ بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے اور بیٹا  
باپ سے حکومت و ریاست کے لیے لڑا ہے اور مخالفت پر آمادہ ہوا ہے لیکن ان کے ساتھ  
کسی بیٹے نے جبکہ وہ رئیس اعظم ہو کبھی تھوڑی سی چیز پر اپنی سختی کر کے اس کی بے عزتی  
نہیں کی ہے۔ قیامت میں خدا کو کیا جواب دو گے موتی سنگھ۔ بھوانی سنگھ اور نواز سنگھ  
وغیرہ نہایت شکستہ حال لنگوٹی بند گنوار تمھارے ملک سے لاکھوں روپے حاصل کر کے  
امیر کبیر بن گئے۔ تمھنے ان سے کبھی باز پرس کی۔ شان دین داری و ریاست و دعویٰ  
فہم و فراست کے بھی معنی میں جن سے تم متصف ہو۔

بلبھدر کو بہکانے کی تمت جواہر علی خان پر تمھارے آدمیوں نے رکھی اور تمھنے  
اس بات کو باور کر کے مجھ کو شکایت لکھی۔ جب تک جواہر علی خان ہمارے حکم سے کام کرتا  
تھا تمام اسکے محکوم تھے۔ تمھاری سرکار میں بھی بہت سے عاملان معزول موجود ہیں۔ ان



ہو بیگم کے پاس آئی نواب لکھتے ہیں کہ راجہ بلجدر نے آپ کی جاگیر کے محالات میں گنواروں کی جمعیت کثیر کے ساتھ ہنگامہ آرائی کی ہے غالب ہے کہ یہ کام اُس کا جواہر علی خان کے ایہا سے ہوا ہو گا آپ اُس کو چشم ثانی کر دین ورنہ یہاں سے سزا دی جائیگی۔

حیدر بیگ خان کی عرضی کا مضمون یہ تھا کہ سارے چھ لاکھ روپے سرکار کے خواجہ سراؤں کے ذمے باقی ہیں چونکہ یہ روپیہ سرکار انگریزی کا ہے امیدوار ہیں کہ اُن کو حکم ہو جائے کہ ادا کر دین وہ اس قدر روپے کی وجہ سے قید ہیں یہ فدیہ اور نواب سرفراز الدولہ جناب کے غلام ہیں اس معاملے میں ہماری کوئی مداخلت نہیں ہے ورنہ خدمت گزار سی میں کوتاہی نہ کی جاتی۔

بیگم نے آصف الدولہ کو جواب لکھا۔ بر خوردار نور چشم طول عمرہ۔ تمھارا عزیزہ نظر سے گذرا حال معلوم ہوا سنا جا تا ہے کہ تم کتب سیر و توائیخ کے مطالعہ کا شوق زیلہ رکھتے ہو پس کسی کتاب میں تم نے یہ مضمون دیکھا ہے کہ حضرت آدم کے عہد سے ہر وقت تک کسی مان کا فرزند (جو اُس کے بطن سے عالم وجود میں آیا ہوا اور ان نے اسکی ہر طرح سے پرورش اور تعلیم میں دل سے کوشش کی ہو اور اپنی تمام عمر اسکی دلبولی میں بسر کر دی ہو اور اُس کے سوا کوئی دوسرا فرزند نہ رکھتی ہو اور اپنی زندگی کے تمام مزون کو اُس کی ذات میں منحصر سمجھا ہو۔ اور اُس کے باپ کے مرنے کے بعد بہت سے لائق فائز اُس کے بھائی و دوسری ماؤں سے موجود ہوں اور اُس کی داوی کی اور باپ کی تمام سپاہ و سرداروں کی یہ رائے ہو کہ باپ کی ریاست پر کسی دوسرے بھائی کو بٹھا کر ملک وال اور فوج اُس کے حوالے کی جائے لیکن اسکی مان کی کوشش اور اصرار اور خدا کے فضل سے وہی بیٹا مسند پر بیٹھ کر حکومت اور سلطنت کو پہونچے

کبین کبین الفاظ بگاڑ دیے مگر اس سے آصف الدولہ کی طبیعت کی خوب تصویر کھینچ جاتی ہے یہ خطا ان کا بیٹے کے نام قیامت تک یادگار رہے گا۔

بیکم صاحبہ نے حیدر بیگ خان کے عریضے کے جواب میں یہ مضمون لکھایا کہ میرے نوکر چاکر فاقون سے مرتے ہیں جانور ہلاک ہو رہے ہیں جاگیرین ضبط کر لی ہیں جو کچھ روپیہ موجود تھا وہ خواجہ سراؤن کو قید کر کے زبردستی لے لیا ہے اب میرے پاس روپیہ کہاں اگر تم دونوں میرے غلام با وفا تھے تو کس واسطے میری ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر خواجہ سراؤن کے ذریعہ سے بھلائی کی باتیں عرض نہ کرائیں اور اس خاص معاملے میں ان اور بیٹے کو صلاح نیک مذی اور سب سے طرفہ اور عجیب بات یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ خواجہ سراؤن کا روپیہ ادا نہیں کرتے یہ بات تو دیوانوں اور مجنوں کی سی ہے دُور دور پتیا بچ بھی ایسی بات سن کر ہنس دیگا۔ کیا ان خواجہ سراؤن نے کوئی علاقہ بنگلے یا عظیم آباد کا ٹھیکے میں لیا تھا۔ یا کہنی سے کسی ضرورت کے وقت زر نقد قرض لیا تھا کہ جو روپیہ ان کے ذمے ایسا نکلتا ہے کہ اُسکی پاداش میں قید کر دیے گئے ہیں بات سوچ کر کہنی چاہیے۔

جب خواجہ سراؤن کو دو مہینے سختیوں کو جھیلنے ہو گئے وہ بیچارے بیمار و زار ہو گئے اسیلئے انھوں نے افسر محبس سے اجازت چاہی کہ ہم باغ میں کچھ شہل لیا کریں افسر محبس نے ان کو اجازت اس سبب سے مذی کہ اس کو اندیشہ تھا کہ وہ کبیں بھاگ نہ جائیں۔ لوہے کی پڑیاں ان کے پابند رکھنے کے لیے کافی نہیں تھیں۔ کچھ عرصے کے بعد آصف الدولہ کی دادی کے کانوں بھی ضبطی میں آ گئے انھوں نے مرزا بخش خان کو جو دربار دہلی کا امیر الامرا ہو گیا تھا لکھا لیکن وہ اُسی زمانے میں رہ گئے ملک آخرت



میں سے کسی سے یہ کہنا چاہیے کہ ایسی حالت میں اپنے ساتھ حکومت کے زمیندار یا رعایا کو جمع کر کے فساد برپا کر دے اگر وہ ایسا کر سکتا ہے تو جواہر علی خان بھی تقصیر وار ہے تمکو یہ بھی خبر نہیں کہ بلبھدر پڑانا مقصد ہے یا نیا۔

راجہ موہن سنگھ نے نواب بڑبان الملک کے ساتھ کس قدر شرارتیں کیں اور بلبھدر کے باپ بیہ سنگھ اور اسکے چیلے نول سنگھ نے بارہا نواب صفدر جنگ سے مقابلہ کیا اور خود بلبھدر نواب شجاع الدولہ اور نواب محمد علی خان و مہنی بہادر و غلام حسین خان کرور و زین العابدین خان کے ساتھ جنگ و جدال سے پیش آیا۔ سات مرتبہ ہماری جاگیر میں ہمارے آدمیوں سے لڑائی جھگڑا کیا۔

اس سے قطع نظر اُمراء ذی شوکت و جاہ کو ادنیٰ آدمیوں کے کاموں سے شکوہ و شکایت اور ضعف نالی کرنا بے حد نازیبا ہے اور درجہ امارت و ریاست سے بعید ہے اپنے برابر والے کی شکایت البتہ معمول ہے خدا کے فضل سے مختاری سرکار میں ایک بڑی فوج اور کافی توپخانہ موجود ہے اور انگریز بھی ہتھکے مردگار ہیں یہ سب چیزیں کس دن کام آئیں گی جس شخص کی یہ حقیقت ہو کہ وہ ایک ادنیٰ فوجدار کے مقابلے کی تاب نہ رکھتا ہو اُمراء عالی قدراؤں کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے سے عار کرتے ہیں تمہارا ایک رسالہ دار بلبھدر کی گوشمالی اور نکال دینے کو کافی ہے آئندہ توفیق رزق ہو جیو۔

فرح بخش کے مولف نے بیگم صاحبہ کے حکم سے یہ خط لکھا تھا اور اُسی دن سے تین برس تک بیگم صاحبہ کی طرف سے یہی شخص خط لکھتا رہا اُس نے اپنی کتاب میں اس کو نقل کیا ہے میں نے حالات پر روشنی پڑنے کے لیے زیادہ تر لفظی ترجمہ کیا ہے کاتبوں نے

ایسے سخت وقت میں اپنے مزا جون پر ہم کو قابو رکھنے کا اعتماد نہیں خدا جانے کہ  
جان کی حفاظت کے لیے کونسی بات ہمارے منہ سے نکل جائے ایسی تدبیر فرمائیے کہ  
ہمارا لکھنؤ کو جانا رک جائے یہ ایسا اس بات کی طرف تھا کہ جو کچھ ہمارے ہاتھوں میں تھا  
وہ دیر یا گیا اور جو کچھ والدہ آصف الدولہ کے پاس ہے اور انھوں نے چھپا دیا ہے  
اُس کا نشان مصیبت عظیم کے وقت ہم دیر نیگے اور وہ سارے کا سارا خزانہ برباد  
ہو جائیگا اس لیے اگر تھوڑا سا دیکر ہکوراہ سے لوٹا لیا جائے تو وہ بڑا خزانہ محفوظ  
رہے۔ (تلف کنیز و غلام کی ذات پر کہ بیگم کی بدولت عمر بھر عیش کیا شاہزادوں  
کی طرح رہے لاکھوں روپے کے مالک بنے اور تھوڑی سی سختی میں اپنی جان کی  
حفاظت کے لیے ایسی نمک حرامی کا مقصد دل میں ٹھان لیا اگر سو جان عزیز دولت  
خواری اور صعوبت وزاری کے ساتھ تلف ہو جائیں تو گوارا کر لیا ہوتا لیکن ایسی  
ہر خواہی کا خیال دل میں نہ آنے دیا ہوتا) غرض کہ صبح کو وہ عریضہ نواب آصف الدولہ  
کی ان نے پڑھ کر سانس کو مٹایا آصف الدولہ کی دادی نے بطور مشورے کے کہا  
کہ ان دونوں خواجہ سراؤں کا لکھنؤ کو جانا قباحت سے خالی نہیں ایسی تدبیر ہو  
چاہیے کہ راستے سے لوٹ آئیں۔ بہو بیگم (والدہ آصف الدولہ) نے کہا کہ اگر  
یہ لوٹ آئیں تو میں لاکھ روپے دیتی ہوں اس شرط پر کہ آپ یہ فرما دیں کہ بفضل  
میں اپنے خزانے سے بطور فرض کے دے رہی ہوں ان کے عریضے کے جواب میں بھی حضور  
لکھ کر بھیجا دیا جائے کہ اگر بزور روپے کے لوٹ آئیں۔ اُس دن قیدی چل کر  
محمد پور تک پہنچ گئے تھے بیگم صاحبہ کا جواب دہن پہنچا اس وقت جواہر علی خان  
اور محمد فیض بخش مولف فرح بخش یہ دو ہی شخص موجود تھے انھوں نے مشورہ کر کے



ہوا اور کوئی صورت کشود کار کی نہ نکلی۔

خواجہ سراؤن کی لکھنؤ کو روانگی۔ وہاں اُن پر جبر و  
تشد ہونا اور فیض آباد کو اُن کی واپسی کے بعد  
کسی قدر زبردت اور سامان کا ہاتھ آنا

جب چھ ماہ اور چند روز گزر گئے اور برسات سر پر آگئی تو ماہ رجب ۹۶ھ  
ہجری میں لکھنؤ سے حکم فیض آباد کو پہنچا کہ قیدی خواجہ سراؤن کو لکھنؤ بھیجا جائے  
وہاں باقی روپیہ نہیں دینے یہاں جس طرح بے گاشکنجہ فرسائی کر کے اُن سے وصول  
کیا جائے گا یہ خبر آنے سے عجیب تلام پیدا ہو گیا۔ اس وقت جواہر علی خان کے پاس  
کر و فر کا سامان اس قدر تھا بارہ ہاتھی تیس گھوڑے سو سپاہی اسی قدر سامان ملا علی  
کے پاس تھا۔ رجب ۹۶ھ ہجری کو دونوں خواجہ سراؤنوں کی دو کمپنی اور ایک  
انگریز کی حراست میں لکھنؤ کو روانہ ہوئے۔ جب نیمہ شہر فیض آباد سے دو کوس کے  
فاصلے پر ممتاز نگر میں برپا ہوا تو پہر رات گئے جواہر علی خان نے محمد فیض بخش مؤلف  
فرح بخش کو اپنے پاس بلا کر ایک عریضہ آصف الدولہ کی دادی صاحبہ کو اور ایک خط  
اُن کے خواجہ سرا مطبوع علی خان کو لکھا کہ اُسی وقت اُن کے پاس بھجوا دیا اور  
دار اب علی خان کو ایک شقہ لکھا کہ تم خود اپنے ہاتھ سے یہ تحریرین پہنچانا  
دادی صاحبہ کی عرضی کا مضمون یہ تھا کہ ہم غلاموں کو لکھنؤ لیے جاتے ہیں خدا جانے  
وہاں کس قدر برائی اور روحانی تکلیفیں ہو کر دی جائیں اور ہم پر ظلم و ستم ہو

چشم نامی کرین۔ دیوان ہولاس رائے دو خلاصی اور سزا کا سامان لیکر خواجہ سرمدین کے بنگلے میں آیا اور بہار علی خان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا جو ابہر علی خان از خود اٹھ کر بنگلے کی غلام گردش میں آکر کھڑے ہو گئے بہار علی خان نے جہت کر کے وہ رسی جو لکڑی میں لٹک رہی تھی اپنی گردن میں ڈال کر قوت کے ساتھ کھینچی تاکہ بدن سے جان نکل جائے اور بیباکانہ گالیاں دینے لگے سرداروں میں سے کسی کو اپنی گالیوں سے باقی نہ چھوڑا حالانکہ ان کو ڈرانے کے لیے یہ کارروائی کی تھی جب دیکھا کہ یہ مرنے پر آمادہ ہیں تو ہاتھ پکڑ کر ہلاکت سے روکا اور ولد ہی کر کے بٹھا دیا۔

پارلیمنٹ کے کاغذات میں وہ چھپی موجود ہے جو رزیڈنٹ نے ان قیدیوں کے افسر کو لکھی تھی کہ صاحب من نواب نے یہ مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جو خواجہ سرمدین قیدی ہیں ان کو سزاے جسمانی دی جائے اس لیے جو افسر نواب کے آئین انھیں قیدیوں کے پاس جانے دو اور جو ان کا بھی چاہے وہ قیدیوں کے ساتھ کرے۔

مجنور میں مولوی علم الہدی نامی ایک کامل رہتے تھے جو شاہ بدر عالم درویش کے مرید تھے بہار علی خان نے شیخ فیض بخش کو ان کے پاس بھیجا کہ استدعاے دعا کی وہ فاضل عارف تو ہوتا تھا نہ لگے مگر ان کے چھوٹے بھائی کہ بعض امور میں اپنے بڑے بھائی سے بہتر تھے نام ان کا شاہ حبیب الدین تھا انھوں نے چار نقش لکھ کر حوالے کیے اور کہا کہ ایک ایک کو دو نوٹن صاحب سیدھے کانکی لو کے تے رکھیں اور ایک ایک کو ہاتھ میں نظر کے سامنے رکھیں انشاء اللہ تین دن میں تاثیر بخشینگے اور زیادہ سے زیادہ آٹھ دن کا عرصہ لگے گا دیوان سے واپس آکر وہ توفیق دونوں



یہ قرار دیا کہ مصلحت وقت یہ ہے کہ فی الحال یہ روپیہ نہ دیا جائے اگر اتنی جلدی  
 دیا جائے گا تو لکھنؤ میں رزیڈنٹ اور فیض آباد میں منہجر کلغنی (جو جگ صاحب  
 کی جگہ مقرر ہو کر آیا تھا) دونوں یہ خیال کریں گے کہ بیگم صاحبہ! خواجہ سراؤں کے  
 پاس روپیہ بہت ہے کہ اتنی سی تکلیف پر کہ محمد پور تک آئے ہیں ایک لاکھ روپے  
 دیتے ہیں اگر ان کو کوئی سخت تکلیف دی جائے گی تو یقین ہے کہ تمام دو کمال  
 ساڑھے چھ لاکھ روپیہ یک مشت ہاتھ آجائے گا اب کہ فیض آباد سے نکل کھڑے ہو  
 چار و ناچار لکھنؤ کو جانا چاہیے آخر کار وہاں بہت سی کشمکش کے بعد معاملہ راہ پر  
 آجائے گا وہیں یہ لاکھ روپے طلب کر کے دیدئے جائیں گے نواب اصف الدولہ کی ہادی  
 کاشفہ اور خط مہری مطبوع علی خان کا سنداً محفوظ رکھنا چاہیے۔ اس مشورے کو  
 بہار علیخان نے بھی پسند کیا اور یہاں سے آگے جھلک لکھنؤ پہنچ گئے۔

رزیڈنٹ نے دونوں خواجہ سراؤں کو اپنی چھاؤنی کے ایک بنگلے میں جیل کر دیا  
 بڑا احاطہ تھا بٹھرایا مولوی ذکار احمد صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رزیڈنٹ  
 کو کہ اس لیے تھی کہ ہیڈنگز صاحب گورنر جنرل نے نہایت سختی سے لکھا تھا کہ نواب  
 سے عہد نامے کے موافق تعمیل جلد کراؤ اگر اس میں تم ڈھیل کرو گے تو میں خود ہی  
 لکھنؤ میں آؤں گا اور وہ کام جو بڑے دنوں سے نہیں ہو سکتے خود کروں گا رزیڈنٹ  
 اس دھمکی سے ڈر گیا اس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ چناں گزشتہ کے عہد نامے کی تعمیل بھی  
 حضور ہوئی جاتی ہے لیکن محمد فیض بخش کتاب ہے کہ تمام سختیوں کے محسوس  
 حیدر بیگ خان تھے چنانچہ دو ماہ کے بعد آخر ماہ رمضان میں یکایک حیدر بیگ خان  
 رزیڈنٹ کی کوٹھی پر آئے جو مجلس سے قریب تھی اور ان کو ترغیب دی کہ خواجہ سراؤں کو

جمع ہو گئے یہ حالت جب اُس انگریز نے دیکھی تو فوراً لوٹ گیا اور یہ جھگڑا خیریت کے ساتھ طے ہو گیا اُسی مَن یہ خبر لکھنؤ جا پہنچی۔ میجر کلن صاحب جس کے ہاتھ میں فیض آباد کا اہتمام تھا ایک عہدہ تدبیر سوچ کر ڈیوڑھی پر آیا اور نہایت ادب کے ساتھ ہو بیگم کی خدمت میں عرض کرایا کہ حضور عالم و عالمیان کی قبلہ و کعبہ ہیں جناب کا ایک نوکر ہوں جو کچھ ارشاد ہو بجالاؤں جناب عرصہ نو ماہ سے برٹشی بیگم صاحبہ کے مکان پر مقیم ہیں دونوں بیگم صاحبہ کے نوکروں کو قلت مکان کی وجہ سے تکلیف ہے امیدوار ہوں کہ قلعہ کے محل خاص میں تشریف لے چلین میں رکاب سعادت میں رہوں گا اور جو خدمت ارشاد ہوگی بجالاؤں گا اور اس باب میں اتنا مبالغہ کیا کہ بیگم صاحبہ کو سوار ہونا پڑا میجر خود اردلی میں چلا۔ بیگم صاحبہ کو قلعہ میں لیجا کر موتی محل میں اتار دیا اور ہر روز ڈیوڑھی پر آتا اور نوکروں کی طرح سلام و منجرا کرتا اور بیگم صاحبہ کو اپنی طرف سے بہت کچھ راضی کر لیا چند روز کے بعد عرض کرایا کہ ساڑھے چھ لاکھ روپیہ اس قدر مالیت نہیں رکھتا کہ اس زر قلیل کی وجہ سے جناب کے اور صاحبزادہ والا جاہ یعنی نواب کے درمیان کشیدگی خاطر رہے اور جناب کے ذمی عزت و اعتبار خواجہ سرا فقید رہ کر ہر طرح کی تکالیف اٹھائیں اس خیر طلب کے دل میں آسان طریق اس کا یہ گذرا ہے کہ چار لاکھ روپے تو آپ حسب طرح بھی ممکن ہو جمع کروادیں اور ایک لاکھ روپے بین اپنے پاس سے شامل کر دوں گا اور ڈیڑھ لاکھ روپے کا متسک لاکھ دین کہ جس سال جاگیر کے محالات قبضے میں آئیں آپ کے نوکر پہونچا دیں اس صورت میں میں ضامن ہوتا ہوں کہ دونوں خواجہ سرا اور جاگیر کو ایک ساتھ چھڑوا دوں گا بیگم نے جواب دیا کہ زر نقد کا ہم سے سرانجام



خواجہ سراؤن کو دیے حقیقت میں ایسا ہی ہوا کہ تین روز کے بعد لکھنؤ سے فیض آباد  
 کی طرف روانہ کیے گئے جب مقام سرا میں جو ٹھاکر دوارے کے نام سے مشہور ہے  
 پہنچے تو ایک ایک بڑی ایک ایک پائون کی کاٹ دیکھی آٹھویں دن فیض آباد میں پہنچے  
 یہاں دوسرے پائون کی ٹیری بھی کاٹ کر ہو بیگم والدہ آصف الدولہ کے پاس بھیجے گئے۔  
 اس جملہ معترضہ کے بعد کہتا ہوں کہ جواہر علی خان و بہار علی خان کی فیض آباد  
 سے روانگی کے بعد انگریزی پٹن میں سے جو قلعہ میں متعین تھی ایک انگریز ایک تپ  
 اور ایک کمپنی لے کر بڑی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر آیا تو پ کو بیرونی دروازے پر  
 اندرونی دروازے کے مقابل جو ڈیوڑھی خاص تھی بھر کر کھڑا کر دیا اور بتی روشن  
 کر کے گولہ انداز کے ہاتھ میں دیدی اور کمپنی سے موتی باغ کا محاصرہ کر دیا اور کہا  
 کہ ہمسکو بڑی بیگم صاحبہ سے کوئی عرض نہیں اور نہ اُنکے آدمیوں سے مطلب ہے  
 لیکن جناب عالیہ جو یہاں آکر رہی ہیں اُن کی تکلیف دہی اور امن کے متعلقین پر  
 کھانا اور پانی بند کرنے کے لیے آئے ہیں اگر بڑی بیگم صاحبہ کے آدمی ہم کو اس کام سے  
 منع ہونگے تو البتہ اُنکے مقابلے میں کارروائی کریں گے جب یہ جسارت حد سے گذر گئی  
 اور نوبت اس حد تک پہنچی تو بڑی بیگم صاحبہ کے خواجہ سرا در سپاہی بھی لٹنے مرنے  
 کو آمادہ ہوئے۔ محرم علی خان ناظر کا دیوان پیم راج جلد کانوؤن کو چلا گیا اور وہاں  
 خبر کر کے ایک ہزار شمشیر زن راجپوت جمع کر کے اپنے ساتھ لے آیا اور تین سو میوانی  
 جو پرنے ملازم تھے مسلح اور آمادہ ہو کر آگئے اور مطبوع علی خان بذات خود توپ  
 کے پانس کھٹھ ہو کر اُس انگریز سے لٹنے لگا اور باہم دست بازی اور کشتی کی  
 نوبت پہنچی یہ حال دیکھ کر شہر کے چھوٹے بڑے آدمی بھی غضبناک ہو کر وہاں

چنانچہ ایک گٹھر روزانہ نکالا جاتا اور بارہ دری میں جودریا کی جانب تھی کھا جاتا  
سات دن تک روزانہ ایک گٹھر نکلتا آٹھویں دن سے کھولنا شروع کیا ایک گٹھر  
کھولا گیا تو اس میں سفید ٹل کے تھان نکلے انکی قیمت کی اور بدستور باندھ دیا  
دوسرے دن دوسرا کھولا ایک گٹھر کے باندھنے اور کھولنے میں صبح سے سیرا پہر ہو جاتا  
ایک ایک گٹھر کے ٹل کے تھان کی قیمت چوراسی ہزار روپے مقرر ہوئی جب کئی  
گٹھروں کی قیمت تین لاکھ سے بھی بڑھ گئی تو میجر کلن نے درخواست کی کہ ایک لاکھ روپے  
نقد دیے جائیں۔ ہو بیگم نے فرمایا کہ قیدیوں نے اپنے پاس سے ایک کوڑی نہیں لی ہے  
یہ لاکھ روپے وہ اپنے پاس سے دین یہ لوگ روپیہ فراہم کرنے کی فکر میں ہوے  
لیکن تملگوں کے چوکی پرے کی وجہ سے چھپے ہوے روپے کو نکال نہ سکتے تھے کیونکہ  
اخفا منظور تھا۔ انھوں نے بڑی بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ حضور نے سابق میں  
لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا وہ اب عطا کیے جائیں انھوں نے جواب دیا کہ یہ  
روپیہ ہو بیگم نے اپنی سرکار سے اس خیال سے قبول کیا تھا کہ خواجہ سرالکھو بیجانے  
سے رُک جائیں۔ ہزار وقت کے ساتھ داراب علی خان کے ذریعہ سے پندرہ ہزار روپے  
ہاتھ آئے ان میں سے کچھ سکڑہالی کے روپے تھے اور کچھ سکڑہالی کے ہو بیگم نے منکر  
یہ روپے واپس کرادیے اسکے بعد خواجہ سراؤں نے اپنے پاس سے پچاس ہزار روپے  
دیے جب میجر کلن کا قبضہ کپڑے کے گٹھر دن اور پچاس ہزار روپوں پر ہو گیا تو  
اُس نے اس مضمون کی ایک تحریر دی کہ میں خدا نے پاک اور حضرت عیسیٰ کو صاف  
و بتا ہوں کہ اس سامان اور روپے کو کھنڈ بیجاؤں گا اور وہاں پہنچتے ہی خواجہ سراؤں  
کو رہا اور جاگیر کو واگذاشت کرادوں گا مگر جانے کے بعد کچھ ظہور میں نہ آیا چوکی پر



نہیں ہو سکتا مگر چار پانچ لاکھ روپے کا کپڑا ہمارے سرکار میں ہے وہ دیر یا جائیگا  
تولیدار وہی دونوں خواجہ سرا ہیں جب وہ لکھنؤ سے آجائیں گے اور ان کی بیڑیاں  
کٹ جائیں گی تو ان کے ہاتھ سے یہ کپڑا پہنچ جائے گا۔ مہجر مذکور نے رزیدینٹ لکھنؤ  
اور عیدر بیگ خان دونوں کو لکھا کہ ہر طرح سے دشمنی دی گئی اور دق کرنے میں  
کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا لیکن بیگم صاحبہ ایک روپیہ دینا قبول نہیں کرتیں میں  
نے بڑی کوشش اور خوشامد سے ان کو زر نقد کی جگہ اسباب دینے پر آمادہ کیا  
ہے اب جو کچھ ہاتھ لگے اُسے مفت اور غنیمت سمجھنا چاہیے ان دونوں خواجہ سراؤں  
کو فیض آباد پہنچا دینا بہتر ہے۔ جس دن فیض بخش نے اس درویش سے  
چار نقش لا کر دیے تھے اُسکے دوسرے دن یہ خط لکھنؤ پہنچا۔ ایک انگریز دونوں  
خواجہ سراؤں کے پاس آیا اور کہا کہ تم کو فیض آباد لے چلیں گے آج سفر کا سامان دست  
کر لو دو سکون لکھنؤ سے روانہ ہوئے انھوں نے فیض آباد پہنچنے اول جاہر علی خان  
کی حویلی میں دونوں خواجہ سرا آئے گئے اور بالکل بیڑیاں پاؤں سے نکال کر بیگم صاحبہ  
کے پاس جانے کی اجازت دی لیکن انگریزی تنگنوں کا کار و سواری کے ساتھ ہوا  
اور لیٹن کا بندوبست بھی قائم تھا جب بیگم صاحبہ کے سامنے آٹھ ماہ اور چند روز  
کے بعد دونوں خواجہ سرا پہنچے تو بے اختیار زار زار رونے لگے اور سرور کو  
دیر تک زمین سے نہ اٹھایا

ماہ رمضان تھا خواجہ سراؤں کے آنے سے دو روز کے بعد بیگم نے حکم دیا  
کہ اجناس کا کوٹھا جو شجاع الدولہ کے عہد سے بند تھا کھولیں اور اس میں سے  
کپڑوں کے وہ گٹھر جو نواب قاسم علی خان کے یہاں سے ضبط ہوئے تھے نکالیں

جنرل پام صاحب شوکت جنگ رزیدنٹ ہو کر آیا تھا یہ صحیح نہیں۔ ڈلٹن صاحب  
 کے تقرر سے پہلے جو لٹل مین ہوا تھا سالانہ خرچ نواب سے ستر لاکھ روپے سالانہ  
 سے ایک کروڑ بیس لاکھ روپے تک مانگا جاتا تھا اور رزیدنٹ اس روپے میں  
 سے ساٹھ لاکھ روپے سے لے کر اتنی لاکھ روپے تک وصول کر کے بھیجا کرتا تھا اس  
 لیے ہر سال قرض زیادہ ہوتا جاتا تھا جس وقت چنار گڑھ میں نواب آصف الدلہ  
 اور گورنر جنرل کی ملاقات ہوئی تو یہ قرض چالیس لاکھ روپے کا تھا رزیدنٹ  
 نے بجائے اسی لاکھ روپے کے جو سب سے زیادہ وصول ہونے کی امید تھی ایک کروڑ  
 اور چالیس لاکھ روپہ وصول کیا تھا مگر نواب پر اس سال حسابوں کی بچ بچ  
 لگا کر اڑھائی کروڑ روپہ لگایا گیا جو ملک کی سالانہ آمدنی سے پورا دو چند تھا۔  
 ڈلٹن صاحب نے اپنے عذرات پیش کیے کہ ہکو بیگم سے روپہ لینا تھا اور بیگم دہتی  
 جو نواب کی مان تھی یوں ہی لوگ ہکو بدنام کرتے تھے کہ اپنے فائدے کیلئے بیٹے کو ان  
 کے واسطے قصاب بنا دیا ہے اگر ہم زمانے میں گھس جاتے اور پردے کا لحاظ نہیں رکھتے  
 تو اور زیادہ نواب کی تفضیح ہوتی غرض یہ کام ہی ایسا تھا جس میں توقف ہونا لازم  
 تھا میدان جنگ کے دشمن سے کام نکالنا ایسا دشوار نہ تھا جیسا کہ دشمن مستور سے  
 عہدہ برآ ہونا مشکل نکلا اس کا جواب گورنر جنرل نے یہ دیا کہ میرا حکم یہ نہ تھا کہ تم  
 زمانے کا پاس نہ کرو اور گھر میں دیر نہ گھس جاؤ مگر تم نے کچھ اور ہی شئی کی اور جھل میں  
 شکار کھیلا ہے میں اسے جانتا ہوں غرض گورنر جنرل کو رزیدنٹ پر رشوت ستانی  
 کا شبہ ہوا اس لیے اسکو موقوف کیا۔



برستور خواجہ سراؤن کے دروازے اور بیگم کی ڈیوڑھی پر اور قلعہ میں قائم رہا جو کچھ تھا وہ فریب تھا اس امید میں ماہ فہجہ گذر کر محرم ۱۱۹۰ ہجری شروع ہو گیا پورا ایک سال اس کشاکشی میں گذرا۔

لکھنؤ کی رزیدنسی سے ڈلٹن صاحب کا موقوف ہونا  
اور جان برستو صاحب کا دوبارہ اُن کی جگہ مقرر ہونا  
جس قدر روپیہ ہو بیگم سے نہایت سنگدلی کے ساتھ  
لیا گیا سرکار کمپنی نے اُس سے بہت زیادہ نواب  
کی جیب سے نکال لیا

برستو صاحب اور ڈلٹن صاحب کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں اب تازہ حال یہ ہے کہ عرصہ دراز تک جب بیگم سے روپیہ ڈلٹن صاحب زبردستی نہ چھڑا سکے اور احکام گورنر جنرل جو اُن کے پاس اس باب خاص میں آئے اُن کی تعمیل میں بھی اُنھوں نے التوا کے لیے معقول جہتیں پیش کیں تو گورنر جنرل رزیدنٹ سے خفا ہو گئے اور ۲۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو اُنھوں نے اس الزام میں کہ اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح ادا نہیں کیا معزول کر دیا اور برستو صاحب کو جس کی بحالی کا حکم کورٹ ڈائریکٹر نے بھیج چکی تھی اُسکی جگہ مقرر کر دیا اور ۶ مئی کو میجر ہارم کو اپنا خانگی بیج کا ایجنٹ مقرر کر کے نواب آصف الدولہ کے پاس بھیجا اور اُس کی معرفت اور بہت سی نئی درخواستیں کی گئیں تاریخ شاہیہ میٹا پوریہ میں جو لکھا ہے کہ اعتضاد الدولہ نصیر الملک

تکے مین تیج محلہ قدیم کے مقابل واقع تھی ٹھہرایا یہ دونوں شخص سال بھر تک ان  
سے اور معاملہ لیت و نعل مین پڑا رہا یہ تمام جیلہ بازی اور فیلسوی حیدر بیگ خان کی  
تھی وہ نہیں جانتے تھے کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر واپس ہو۔

ہیڈننگز صاحب گورنر جنرل کا لکھنؤ مین درود۔  
مہاراجہ سیندھیا کی طرف سے اس مقام پر انکے پاس  
سفیر کا آنا

تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے ۱۱۹۰ھ ہجری مین حیدر بیگ خان  
کو کلکتہ مین ہیڈننگز صاحب کے پاس بھیجا جس کام کے لیے وہ بھیجے گئے اُسکو اچھی طرح  
ابخام کو پہونچایا کہ آصف الدولہ نہایت رضامند ہوئے۔ گورنر جنرل برسٹو صاحب  
کے کام سے بھی ایسے ناراض ہو گئے جیسے وہ ملٹن صاحب کے کام سے ہوئے تھے  
شاید وہ یہ کام ہوں جو فیض بخش نے لکھے مین کہ برسٹو صاحب نے حیدر بیگ خان  
کے ساتھ والدہ آصف الدولہ سے زبردستی روپیہ لینے اور خواجہ سراؤں کو قید کرنے  
اور دونوں بیگم کی جاگیرات کو ضبط کر لینے اور پٹن انگریزی کو قلعہ فیض آباد مین  
قائم کرنے کے باب مین اختلاف کیا اور اس کام کو خراب جانا۔ بہر صورت گورنر جنرل  
نے چند مہینے کے بعد ہی برسٹو صاحب کو معزول کرنا چاہا مگر اور ممبران کونسل نے  
گورنر جنرل کی رائے کے ساتھ اتفاق نہ کیا اور وہ بدستور کام کرتے رہے مگر گورنر جنرل  
جس کام کے پیچھے پڑتے تھے اُسے کر کے چھوڑتے تھے اب انھوں نے یہ تجویز پیش کی  
کہ لکھنؤ مین رزیڈنٹ رہے اور جو رزیڈنٹ سے کام لیا جاتا ہے وہ ہندوستانیوں سے



ہو بیگم اور اُن کے آدمیوں پر جو تشدد ہوا اور خزانہ

اُسے چھینا گیا اُس سے لندن میں بڑی ناظمی رکھی گئی

جبکہ لندن میں فیض آباد کے واقعہ کی خبر مشہور ہوئی تو بیگم کے ظلم و ستم پر  
دوران بڑی ہلچل مچ گئی اور تحقیقات ہونے لگی۔ حیدر بیگ خان نے یہ راز  
ہو بیگم پر ظاہر ہونے دیا نواب کو بھی اظہار سے منع کر دیا اور اُس کے تدارک کی  
یہ تدبیر سوچی کہ بیگم کو دوسری صورت سے راضی کر لیا جائے۔ نواب سے عرض کر کے  
آفرین علی خان کو فیض آباد کو بھیجا اور یہ کہلایا کہ غلام نے انگریزوں سے سمجھت  
کر کے لپٹن کے قلعہ فیض آباد سے اٹھ جانے کا حکم لے لیا ہے چنانچہ جان برسٹو صاحب  
نے لپٹن کو وہاں سے بلوایا۔ دوسری تدبیر یہ کی کہ ماہ رمضان ۱۱۹۷ھ ہجری میں  
ایک عریضہ نواب نے اپنی ماں کو لکھا کہ وزیر علی خان میرا فرزند ضلعی ہے میڈلر ہون  
کہ اُسے تبرک مرحمت ہو جائے اور اُس سے پردہ توڑ دیا جائے تاکہ اُس کی آمد  
بڑھ جائے جناب عالی نے جواب میں لکھا کہ تمہارا مکان ہے اجازت کی حاجت کیا  
ہے جب اجازت آگئی تو نواب اُس کو اپنے ساتھ لے کر فیض آباد کو گئے وہاں وہیں  
ٹھہرے بہت سی چالوسی کی اور عرض کیا کہ میں نے انگریزوں سے آپ کی جاگیر  
چھوڑ دینے کے لیے کوشش کی ہے جو اہر علی خان و بہار علی خان کو میرے ہمراہ  
کر دیا جائے گو ہر مقصود ہاتھ آجائے کے بعد انکو رخصت کر دو گا چنانچہ ان دونوں  
خواجہ سراؤں کو ہمراہ لے کر آخر ماہ رمضان اور عین بارش میں لکھنؤ کو روانہ ہو  
اور وہاں پہونچ کر دونوں خواجہ سراؤں کو محرم علی خان کی حویلی میں جو شاہ پیر محمد کے

ہم جانیں اور نواب وزیر جانین دونوں باہم نیت لینگے گورنر جنرل نے کہا کہ وزیر کا دشمن عین ہمارا دشمن ہے بھادو خاموش ہو گیا اور اسکے بعد کہا کہ پٹیل بہادر نے کہا ہے کہ میری خاطر سے چیت سنگھ راجہ بنارس کا تصور معاف کر دیا جائے اور اس کا ملک اس کو واپس کر دیا جائے کیونکہ وہ برہمن ہے گورنر جنرل نے جواب دیا کہ یہ بات اس وقت ہو سکتی ہے کہ پٹیل بہادر رانکے گوہد کا ملک جتیم سے ہمارا دولت خواہ ہے اس کو دیدین بھادو بخشی نے کہا کہ اس ملک کی تمام رعایا انگریزوں کی دولت خواہ ہے پس کس کس کو ملک دیا جائے گورنر جنرل نے جواب دیا کہ برہمن بھی کوچہ و بازار میں بھیکیں مانگتے پھرتے ہیں یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر برہمن کو ملک دیا جائے اس جواب شنائی سے بھادو بخشی خاموش ہو گیا اور رخصت ہو کر گوالیار کو لوٹ گیا۔

اسی زمانے میں لکھنؤ میں مرزا خرم نجات شاہزادہ دہلی بھی آئے تھے۔ تاریخ شاہیہ میں لکھا ہے کہ گورنر جنرل نے رخصت کے وقت ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے کے وہ تمسک جو نواب وزیر پر کپینی کے قرض کی بابت تھے نواب کے سامنے بھاڑ ڈالے جس سلوک مردان چنان سے باشد۔ افسوس اتنی چھوٹی سی معلومات پر یہ لوگ تاریخ کی کتاب لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ الغرض ۲۷ اگست ۱۸۵۷ء کو گورنر جنرل نے لکھنؤ سے مراجعت کی۔

## بگیوں کی جاگیر کا پھر ان پر بحال ہو جانا

نواب وزیر نے اس زمانے میں راجہ جھاؤل لال کو جو مدت سے قید تھا ہار کر کے



لیا جائے اسلئے کہ نواب کو بڑی شکایت ان رزیدنٹوں کے ہاتھ سے رہتی ہے ہمیشہ نواب کے خط انکی شکایت میں آتے رہتے ہیں اس پر کونسل میں کئی روز تک مباحثہ رہا مگر آخر کار ستمبر میں گورنر جنرل کو اپنی رائے میں کامیابی ہوئی اور انھوں نے اب خود لکھنؤ آنے کا ارادہ کیا نواب آصف الدولہ مع اپنے تمام اراکین کے استقبال کی غرض سے آگہ ادا تک تشریف لے گئے اور وہ دونوں خواجہ سرا یعنی جواہر علی خان و بہار علی خان بھی ہر کاب تھے ایک ماہ کے بعد گورنر جنرل کے ساتھ مراجعت کی اور پہلے سے مرزا حسن رضا خان کو شہر کی تزیین اور آرائش کے لیے بھیج دیا تھا۔

۲۷ مایچ ۱۸۵۷ء صوبی کو گورنر جنرل اور نواب لکھنؤ میں آئے گورنر جنرل کا بڑا مطلب یہاں آنے سے یہ تھا کہ نواب وزیر سے سرکار کمپنی کا قرض وصول کریں انھوں نے آصف الدولہ کے نائب سے روپیہ وصول کیا اور مہو بیگم اور بڑی بیگم اور سالار جنگ کی جاگیروں کے واگذاشت کرنے کے لیے بھی کہا۔ گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ سے کہہ دیا کہ بیگم کو جاگیر دینے میں مختار اور مختارے ملک کا بھلا ہے ان سے تمہیں انتظام میں بڑی مدد پہونچے گی اور گورنر جنرل لکھنؤ میں اپنے آئین کا اطلاعی خط بھی مہو بیگم صاحبہ کو لکھا۔

یہاں ایک دلچسپ بات سن رکھنے کے قابل ہے جو تاریخ شاہیہ نیشاپور میں لکھی ہے کہ بھاونجشی نام مہاجی سیندھیہ کا سفیر لکھنؤ میں گورنر جنرل کے پاس ملک و قہر کے سوال و جواب کے لیے جو ریاست لکھنؤ کے تصرف میں تھا ان ایام میں آیا اور کہا کہ پٹیل بہادر وہ اپنا ملک مانگتے ہیں گورنر جنرل نے جواب دیا کہ ہکو اختیار نہیں ہے نواب وزیر اس ملک کے مالک ہیں بھاونے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ بیچ میں مصل زمین



مؤلف فرح بخش فیض آباد پہنچے تو جواہر علی خان نے تال و کمال حال اخوند صاحب سے بیان کیا انھوں نے جواب دیا کہ اس قدر کا واپس ہو جانا بھی غنیمت سمجھنا چاہیے اس عرصے تک جو قرق رکھا تو اُن کا کیا کر سکے بہار علی خان کو کہہ دینا کہ وہ بھی ان محالات میں شریک ہو جائیں۔ ٹانڈہ اور نواب گنج دوبارہ مل جائیں تو پھر ان پر قبضہ کر لیں جواہر علی خان بولے کہ میں اس معاملے میں دخل نہیں دیتا تم خود جا کر اپنی طرف سے سمجھا دو چنانچہ اخوند صاحب نے اُن کو نشیب و فراز بتایا تو خیال میں اُن کے بات آگئی اور بیگم صاحبہ سے عرض کیا کہ اب جو کچھ دیتے ہیں حضور قبول کر لیں باقی محالات کے چھوڑ دینے کے لیے نواب سے وعدہ لے لیں بیگم نے داراب علی خان کو نواب کے پاس بھیج کر اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تم چونکہ خود پر وانا نہ لائے ہو تھکے پاس خاطر سے قبول کرتی ہوں بشرطیکہ باقی محالات کی واپسی کا وعدہ کرو نواب نے قسم کے ساتھ وعدہ فرمایا اور پر وانا نہ حوالے کر کے لکھنؤ کو رخصت ہو گئے۔ جب پر وانا جواہر علی خان کے پاس آیا تو مرزا برہان علی بیگ نائب موہن گنج نے کہ بہت ہوشیار آدمی تھا دیکھ کر کہا کہ مجھ کو محالات جنوبی میں بھی شک واقع ہو گیا اس لیے کہ اس پر وانا نے میں سلون وغیرہ محال جاگیر لکھا ہے جمع کا لفظ یعنی محالات نہیں ہے حالانکہ اُس طرف تین محال ہیں (۱) محال سلون کہ میر گنج وغیرہ ضلع اُس سے متعلق ہیں (۲) محال نصیر آباد کہ روکھا و پرسدی پور و اٹھتہ اس سے تعلق رکھتے ہیں (۳) محال جائس کہ موہن گنج و سمرودہ و سیدھا مشہور گورڈا کٹائی کا اُس سے تعلق ہے اور یہاں فقط محال کا لفظ لکھا ہے اس بات کے سننے سے دوسرے آدمیوں کو بھی شک پیدا ہو گیا۔ اُس وقت فرح بخش کے



اسکا ہاتھ امیر الدولہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اگر کوئی قصور بھی اس سے سرزد ہو جائے تو ہماری خاطر سے معاف کر دیں۔

نواب محالات جاگیر بیگم صاحبات کے والدہ اشرت کرنے کا پر وانیہ توفیق بیگم کے نام تھا کہ فی الحال وہ ان محالات پر حاکم تھا خود لے کر فیض آباد کو گئے اور بیگم صاحبہ کو میرزا انھون نے قبول نہ کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر میں ضبطی سے قبل اتنا علاقہ تھا۔ (۱) جنوب کی طرف سلون جس میں آٹھ محال تھے۔ (۲) شرق کی طرف قصبہ ٹانڈہ (۳) شمال کی جانب دریائے گھاگرہ کے پار نواب گنج (۴) غرب کی طرف لکھنؤ سے ملا ہوا اسماعیل گنج۔ سلون کے محالات کا تعلق جواہر علی خان سے تھا۔ اور قصبہ ٹانڈہ و نواب گنج بہار علی خان کے سپرد تھا اور اسماعیل گنج شگون علی خان کے تفویض تھا اور تمام جاگیر کا کلہ دلغ جواہر علی خان کے حوالے تھا۔

ان میں سے ٹانڈہ اور نواب گنج موقوف کر دیے تھے باوجود گورنر جنرل کی تاکید کے حیدر بیگ خان عناد دلی کی وجہ سے اور بھی چار محالوں کو فیض میں ڈال گئے اور اُس وقت بیگم کی سمجھ میں وہ بات نہ آئی وہ یہی سمجھیں کہ صرف ٹانڈہ اور نواب گنج موقوف رکھے ہیں پر دانے کی عبارت یہ تھی کہ سلون وغیرہ محال جاگیر برستور والدہ صاحبہ کے نذر کیے گئے پس بیگم صاحبہ نے یہ معلوم کر کے کہ ٹانڈہ اور نواب گنج کا نام پر دانے میں نہیں لکھا اور باقی تمام علاقے کا ذکر ہے پر دانے کو مسترد کر دیا۔ بہار علی خاں نے بھی بیگم صاحبہ کو ورغلا دیا تھا نواب وزیر اس وجہ سے دو دن تک مان کے سلام کو بھی نہ آئے جب چار دن کے بعد اخوند احمد علی اور



کہ بیگمات کو راضی کر دینا چاہیے انھوں نے نواب آصف الدولہ کو تحریر کیا لیکن  
بیگم ڈر سی ہوئی تھیں انھوں نے گورنر جنرل یارڈنٹ سے کچھ دریافت  
نہیں کیا۔

ہیسٹنگز صاحب کے دشمن کہتے ہیں کہ انھوں نے بیگمات پر وہ پیر جمعی پیدر می  
کرائی کہ کسی وحشی قوم سے بھی اس وقت تک ظہور میں نہ آئی تھی۔ دوست امن کے  
اس الزام کو یوں مٹاتے ہیں کہ مال آصف الدولہ کے با داکا تھا اس کو بیگمات نے  
ناحق غصب کیا تھا انھوں نے شرع اسلام کے موافق دلایا۔ منصف مزاج اس پر  
اعتراض کرتے ہیں کہ ہیسٹنگز صاحب مفت مال مارنے کے لیے مفتی شرع اسلام بن گئے  
جس وقت انھوں نے بیگمات سے عہد استوار کیا تھا کہ ہم آصف الدولہ کو روپے  
کے لیے ان کو ننگ نہ کرنے دیں گے اس وقت مفتی صاحب کا فتوے معلوم نہیں کہاں  
کیا تھا۔ مگر ہکو اس وقت سراج امپری کے انصاف کی داد دینی چاہیے اس وقت  
وہ مجبور تھے کہ اس معاملے میں اپنا دخل نہیں دے سکتے تھے ان کی تمام حکومت  
بنگال پر ختم ہو جاتی تھی ان کو اودھ کے معاملات میں کسی طرح بولنے کا منصب  
نہ تھا وہ لکھنؤ میں بالکی کی ڈاک پر ان واقعات کو سن کر آئے ایک بھیڑ آدمیوں  
کی انھیں دیکھ کر آسوجو ہوئی اور بیگمات کی شکایت میں اظہار حافی لکھتے ہوئے  
ہاتھ میں لائے وہ صاحب جج کو انھوں نے دیے۔ انھوں نے لے لیے جج صاحب ان  
کو پڑھ نہیں سکتے تھے اور نہ کوئی مترجم ان کے ساتھ تھا غرض وہ ان سب اظہارات  
کو لیے ہوئے کلکتے کو لے چلے گئے اب سوال یہ ہے کہ انھوں نے اتنا لمبا چوڑا سفر  
کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سفر سے انکی غرض یہ تھی کہ جس معاملے میں



مؤلف نے کہا کہ حیدر بیگ خان نے غالباً تقی بیگ خان کو علیحدہ بھی لکھا ہوگا اور  
 اس میں تفصیل دی ہوگی اگر اس نے اپنے عاملوں کو تمام محالات سے اٹھالیا ہوگا  
 تو اس صورت میں مطلب حاصل ہے اور اگر وہ بعض محالات سے قبضہ اٹھائے  
 تو جو کچھ مرزا برہان علی صاحب کہتے ہیں وہی درست ہے دوسرے دن اخوند صاحب  
 اپنے رفقا کو ساتھ لے کر محالات کو روانہ ہوئے گاؤں والے جوق جوق اپنے مکانوں  
 سے ہتھیار بندھل کر استقبال کو آتے تھے جائس میں پہونچکر مقام کیا اور آفا محض  
 کشمیری کو جو جواہر علی خان کا ذکر تھا تقی بیگ خان کے پاس سلون کو بھیجا اس نے  
 صرف اس قدر سنا تھا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر چھوڑ دی گئی ہے اُسکے پاس اب تک  
 کوئی تحریر حیدر بیگ خان کی اس معاملے میں نہیں آئی تھی وہ آدمی نیک اور  
 معقول تھا اس نے وہ پروانہ جو اخوند صاحب ساتھ لے گئے تھے دیکھے ہی آٹھون محل  
 سے اپنے عاملوں کو اٹھالیا اور ان سے کہدیا کہ قبضہ اپنا کر لو یہاں تک کہ حیدر بیگ خان  
 کا حکم اس کے پاس بھی جا پہونچا جس میں بعض محالوں کو چھوڑ دینے اور بعض کو بدستور  
 قبضے میں رہنے دینے کی تفصیل تھی۔ مرزا برہان علی بیگ نے جو کچھ سوچا تھا وہ منہور میں  
 آگیا۔ محال سلون خاص اور ان تین علاقوں کو دکھا۔ دیر سدی پور۔ وایتھیر پور  
 بیگم صاحبہ کے کاگزارون کو قبضہ ملا اور سمر و تہ و موہن گنج و گورا و جائس خاص پر  
 بدستور ریاست متصرف رہی اس صورت میں آدھے محال ضبط ہے اور آدھے چھوڑ دیے  
 گئے اور نہ اسماعیل گنج و کلہ و لغ صوبہ سے بیگم کے آدمیوں کو سرکار ہا دو سال تک  
 بیگم صاحبہ نے چار محالوں پر قناعت کی جب یہ خبر کلکتہ ہوتی ہوئی لندن میں پہونچی  
 تو وہاں سے وارن ہسٹنگز کے جانشین لارڈ کارن والیس کو کورٹ وائر کٹرنے لکھا



باولی میں اُتارا مثل مشہور ہے کہ جب معزول ہو جاتا ہے تو معقول ہو جاتا ہے  
 اب انکار کی مجال مان اور دادی اور اُن کے علے کو نہ ہی سرنگون نواب کے کہنے  
 سے فیض کو حاضر ہو گئیں۔ دونوں بیگمات کے ملازمین اور متعلقین کے لیے  
 دوسرے مکان قریب قریب اپنے مالکوں کے مقرر کر لئے جن میں تمام سامان آسائش  
 تیار تھا بعد اسکے شہر میں منادی کرادی کہ آصف الدولہ اپنی دادی اور مان کے  
 نائب ہین تمام ملک اور ہر ایک شہر و قصبہ اور ہر ایک سامان ریاست کی مالاصلہ  
 یہی دونوں بزرگوار مالک ہین تمام شہر کی رعیت ان کی فرمانبرداری اور محکوم ہے  
 ان کے آدمی کسی کو زخمی کر دین کہیں چوری یا کوئی اور بدعت کریں تو اُن سے  
 باز پرس کی نواب کی ذات سے توقع نہ رکھیں۔ لکھنؤ پہنچنے سے چند رھوین دن  
 بہار علیخان خواجہ سرا مر گیا۔ کیونکہ فیض آباد سے دوسری منزل پر اسکی سواری  
 کے گھوڑے نے شوخی کی وہ پشت زمین سے زمین پر گرا زیر نان چوٹ آکر پیشاب  
 بند ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۱۹۹ھ ہجری کا ہے۔ اس کی لاش فیض آباد کو جو علیخان  
 نے بھجوا دی وہیں دفن ہوا میر نثار علی خان جو بہار علی خان کا بھائی کہلاتا تھا  
 نقش کے دفن ہونے سے قبل حویلی میں تنہا گھس گیا اور کوٹھا کھول لیا حیدر بیگ خان  
 کو جب یہ خبر پہنچی تو اُنھوں نے بیگم صاحبہ کو یہ حال کہلا بھیجا وہ بے حد غمگین  
 ہوئیں۔

شادی میں لڑکی کی طرف کا انتظام الماس علی خان کے حوالے تھا اور لڑکے  
 کی طرف کا سرفراز الدولہ حسن ضاخان کے ہو بیگم صاحبہ نے بھی لکھنؤ میں حسین علیخان  
 کی بیٹی کو جو بی بی عاشوران کے بطن سے تھی مرزا نصیر ولد مرزا امین ابن مرزا یوسف



وہ قانون کے موافق حکم نہیں دے سکتے تھے اُس میں بے قاعدہ کچھ اپنا بھی حکم لگائیں اور اظہارِ حلفی جو اُنھوں نے جمع کیے وہ کچھ کام آئیں۔

آصف الدولہ کا مان اور دادنی کی دجوبی کرنا ان کو ایک شادی کی تقریب میں لکھنؤ کو اپنے ساتھ لے جانا حیدر بیگ خان کا محالات کے باب میں سمجھوتہ کر لینا

آصف الدولہ نے حیدر بیگ خان کی تعلیم سے بیگم صاحبہ کے خوشنود کرنے کا چیلہ کھڑا کیا کہ وہ بہ نفس نفیس فیض آباد آئے اور نہایت درجہ خلوص و اطاعت غلامانہ ظاہر کر کے خواجہ سراؤن کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ میری بیٹی کی شادی تختدائی احمد علی خان شوکت جنگ خلف نواب مرزا علی خان کے بیٹے کے ساتھ درپیش ہے اگر حضور لکھنؤ تک قدم رنجہ فرما کر میرے جھوپڑے کو روثق بخشین تو بندہ نوازی سے بعید نہ ہوگا اُنھوں نے منظور کر لیا اجازت حاصل ہونے کے بعد دونوں سرکاروں کے غلاموں اور کنیزوں کی سواری کے لیے دس دس ہاتھی دس دس ٹانگن گھوڑے دس دس رتھ اور پچاس پچاس ہزار روپے مصارفِ راہ کے لیے بھیجے اور لکھنؤ تک منزل بمنزل عالی شان خیمے کھڑے کرائے اور ہر مقام پر عمدہ عمدہ کھانوں کا انتظام بھی کرایا اور یہ سب اہتمام اپنی سرکار سے کیا اور چند قدم نواب اپنے ہاتھ سے سکھپال کا پایہ کپڑا پہنا دہ چلے لکھنؤ میں پہونچنے کے بعد ان کو بیچ محلہ میں اور دادنی کو مکان

نواب سید فیض الدخان کی سپاہ کی فوج آصفی و  
انگریزی کے ساتھ معبر دارانگر پر تقرری اور نواب  
سید فیض الدخان کی سپاہ کے ساتھ اُن دونوں  
فوجوں کا جھگڑا ہونا

جبکہ سکھوں کی شورش اور تاخت و تاراج کا اثر دریائے گنگا کے کنارے تک  
ظاہر ہونے لگا تو نواب آصف الدولہ نے کچھ سپاہ انگریزی اور اپنی فوج دارانگر پر  
گنگا کے متصل متعین کر دی اور نواب سید فیض الدخان بہادر کو لکھا کہ آپ بھی  
کچھ اپنی فوج وہاں بھیج دیں تاکہ یہ دونوں فوجیں مل کر سکھوں کے ادھر آنے میں مزاحمت  
کریں۔ نواب سید فیض الدخان نے مولوی غلام جیلانی خان کا رسالہ وہاں بھیج دیا  
باوصف اس فوج کے وہاں پہنچ جانے کے اور گنگا کے گھاٹ پر احتیاط رکھنے  
کے بھی سکھوں نے ایک بار یورش کر کے دریائے گنگا کو عبور کیا اور سنبھل کو لوٹ لیا  
اور شرفا کی ننگ و ناموس کو برباد کیا۔ اسی طرح کئی سال یہ فوجیں دارانگر میں  
مقیم رہیں۔ ۱۰ رمضان ۱۲۰۵ھ ہجری میں نواب آصف الدولہ کی اور انگریزی سپاہ  
کے ساتھ نواب سید فیض الدخان کے آدمیوں کی لڑائی ہوئی۔ انگریزی و آصفی سپاہ کو  
ہزیمت ہوئی پٹھانوں نے اُن پٹھانوں کا اسباب اور سامان لوٹ لیا۔ اس فساد  
کے بعد سے سپاہ کی تعیناتی دارانگر کے مقام سے موقوف ہو گئی مگر انگریز اور آصف الدولہ  
اس جھگڑے کا حال سُکر ناراض ہوئے اور لکھنؤ سے پام صاحب اور علامہ فضل سیغان



ہمشیر زادہ برہان الملک کے ساتھ نامزد کیا اور بی بی لطف النساء کی منگنی مرزا محمد تقی خان  
برادر دوم مرزا نصیر کے ساتھ کی۔

جب دو تین دن بیگم کے کوچ کی تاریخ میں باقی رہ گئے تو حیدر بیگ خان  
ڈیوڑھی پہن حاضر ہوئے اور سلون کی طرف کی جاگیر کے محالات (جو فیض آباد سے  
جنوب کی سمت واقع ہیں) چھوڑ دینے کی فریبیگم صاحبہ کے پاس پہنچائی۔ اس  
موقع پر بھی حیدر بیگ خان اپنی صنعت دکھا گئے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ  
جواہر علی خان بیگم کی تحریر کے بموجب تین لاکھ اور پچھتر ہزار روپے جمع سالانہ بیگم  
کے خزانے میں ہمیشہ پہنچایا کرتا تھا اور بہار علی خان ڈیڑھ لاکھ روپے داخل کرتا  
تھا تمام جمع سوا پانچ لاکھ روپے انکے ہاتھوں سے دوامی پہنچتی تھی۔ حیدر بیگ خان  
نے عرض کرایا کہ آپ کو عرض اس قدر روپے سے ہے محالات جنوبی کی جمع خام بنیہ  
مجرائی خرچ سے بندی و تنخواہ تحصیلداران و مشیکاران بیگم صاحبہ کے حضور میں لکھنؤ  
قصبہ ٹانڈہ و نواب گنج کہ دریاے گھاگرہ کے پار شمال کی طرف واقع ہیں ان کا تعلق  
بہار علی خان سے تھا اور تمام جاگیر کا کلہ داغ جواہر علی خان سے تعلق رکھتا تھا  
اور قصبہ اناؤ خاص (کہ جسکے ضلع میں اعلیٰ درجے کے چاول پیدا ہوتے تھے)  
شجاع الدولہ کے عہد سے بیگم صاحبہ کے تصرف میں تھا اب حیدر بیگ خان نے  
سہ بندی کا خرچ اور تحصیلداروں کی تنخواہ وغیرہ ٹانڈہ و نواب گنج و کلہ داغ و اناؤ  
کی آمدنی سے مجرا کر کے بقیہ آمدنی جمع محالات سلون میں شامل کر دی اور بیگم کو  
اس طرح سمجھا کر راضی کر لیا۔ ۲۷ رجب سن ۱۱۰۷ ہجری کو دونوں بیگمات لکھنؤ سے  
فیض آباد پہنچ گئیں۔



مندرجہ عہد نامہ مانگی انھوں نے حسب الطلب انگریزی تین ہزار سپاہ بھیجی مگر وہ مقصد نہ تھی جو ان سے مانگی گئی تھی اس لیے وہ فوج نامنطور کی گئی اور انگریزی گورنر جنرل نے مقام چار گڑھ میں آصف الدولہ سے ملاقات کر کے ان کو نواب سید فیض الدخان کی ریاست چھین لینے کی اجازت دیدی چنانچہ ۱۹ ستمبر ۱۷۸۷ء کو ایک عہد نامہ لکھا گیا جس کی تیسری دفعہ نواب سید فیض الدخان سے متعلق تھی جو کہ نواب سید فیض الدخان نے بسبب شکست کرنے عہد کے حقوق حفاظت و حمایت گورنر کے زیر ضبط کرا دیے اور اپنی خود سری سے نواب آصف الدولہ کو بہت دقت اور تکلیف دیتے ہیں لہذا آصف الدولہ کو اجازت ہے کہ جب موقع وقت ہو ان کی ریاست ضبط کر کے ان کو نقد روپیہ مشروطہ عہد نامہ معرفت رزیدنٹ لکھنؤ کے دیا کریں مگر جس قدر روپیہ اس فوج کا ہوگا جو انھوں نے عہد نامے کی رو سے سرانجام کرنے کی شرط کی تھی وہ روپیہ انکی نقدی میں سے منہا ہو کر حساب کمپنی میں قائم رہنے جنگ حال کے محسوب ہوگا۔ یہ اجازت لارڈ مڈکوک کی سوانح عمری میں ایک مشہور یادگار باقی ہے یہ تہمید صرف نواب سید فیض الدخان کے ڈرانے کے واسطے کی گئی تھی کیونکہ آصف الدولہ کو اس ریاست سے نفع حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی جب مدراس اور بمبئی کے احاطون میں لڑائی کی آگ بھڑک رہی تھی تو لارڈ ہیسٹنگز نے نواب آصف الدولہ سے کہا کہ تم نواب سید فیض الدخان سے پانچزار سوار اپنی خدمت کیلئے مانگو تاکہ انگریزی سپاہ مدراس جانے کے لیے کافی ہو اور گورنر جنرل نے نواب سید فیض الدخان کو بھی پانچزار فوج آصف الدولہ کے واسطے تیار کرانے کی ہدایت کی اس درخواست پر نواب سید فیض الدخان نے لکھا کہ مجھے عہد نامے کے موافق



کشمیری تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ تاوان وصول کرنے کے لیے رام پور آئے اور  
نواب سید فیض السدخان سے بات چیت ہوئی نواب صاحب چونکہ نہایت دوراندیش  
تھے اس لیے پندرہ لاکھ روپیہ دے کر راضی کر دیا۔ یہ بیان حام جہان منسا  
مولفہ مولوی قدرت السدیقی کے مطابق ہے مگر انگریزی کتب تواریخ میں  
ان پندرہ لاکھ روپوں کے دیے جانے کی حقیقت دوسرے طور پر لکھی ہے ممکن ہے  
کہ یہ واقعہ بھی ضمننا اُسمن شامل ہو۔

گورنمنٹ انگریزی کا آصف الدولہ کو ترغیب دینا  
کہ وہ ریاست رام پور ضبط کر لیں اور اس حیلے  
سے پندرہ لاکھ روپے اور بقولے تیس لاکھ روپے  
نواب سید فیض السدخان سے وصول کرنا

عبداللہ لال ڈانگ کے بموجب جس پر مشتمل اء میں انگریزی حکومت کی ضمانت  
لی گئی تھی نواب سید فیض السدخان سے یہ شرط قرار پائی تھی کہ پانچ ہزار سے زیادہ سپاہ  
اپنے پاس رکھیں اور نواب اودھ کی اعانت دو تین ہزار سپاہ سے ہنگام جنگ موافق  
اپنی قابلیت کے کیا کریں جب انگریزوں اور فرانسیسیوں میں لڑائی شروع ہوئی  
تو نواب سید فیض السدخان نے دو ہزار سوار بھیجنے کی درخواست انگریزوں سے  
کی جس پر لارڈ ولبرن ہیسٹنگز گورنر جنرل نے ان کا بہت شکریہ ادا کیا کوئی کتا ہے  
کہ مشتمل اء میں گورنر جنرل نے نواب سید فیض السدخان سے پانچ ہزار سپاہ



ہر جے کار و پیہ دینے پر راضی ہوے چونکہ وہ ایک فسی مقدرت رئیس خیال کیے جاتے تھے تھے ایسے پندرہ لاکھ روپے ہر جے کی بابت طلب کیے اس روپے کے ادا کرنے پر نواب سید فیض اللہ خان راضی ہو گئے اور میجر باو صاحب انگریزوں کی طرف سے رامپور گئے اور وہاں ایک مہینہ رہے اور نواب سید فیض اللہ خان سے پندرہ لاکھ روپے لیے اس طرح کہ پانچ لاکھ روپے فوراً دیے اور پانچ لاکھ فصل خریف میں اور دو لاکھ ربیع ۹۱ء الفضلی میں اور باقی تین لاکھ روپے شروع خریف ۹۲ء الفضلی میں ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اور ۴ ربیع الاول ۹۱ء ہجری مطابق ۱۲ فروری ۱۸۷۳ء کو باو صاحب نے نواب وزیر کی طرف سے اُس شرط کو جس سے اُن پر فرض تھا کہ بروقت ضرورت دو تین ہزار سپاہ سے نواب وزیر کی مدد کریں عہد نامہ سابق سے مسترد کر دیا۔ اور اس تاریخ سے نواب سید فیض اللہ خان فرض مدد دہی سے بری کیے گئے۔

اس کے علاوہ پندرہ لاکھ روپے اور اس بہانے سے وصول کیے کہ یہ راست نواب سید فیض اللہ خان کے حین حیات تھی اب یہ اُن سے عہد کیا گیا کہ نسل انجیل یہ ملک قائم ہے گا۔ گرل کی انگریزی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس دوسری رقم کے دینے سے نواب سید فیض اللہ خان نے انکار کر دیا گورنر جنرل نے کورٹ ڈائرکٹر کو رپورٹ بھیج دی کہ آصف الدولہ کی درخواست نواب سید فیض اللہ خان سے پانچ ہزار روپوں کی بے جا تھی موافق عہد نامے کے دو تین ہزار سپاہ سے خدمت گذاری اُن کے ذمے واجب تھی اور جو افواہیں کہ اُن کی بغاوت کی نسبت مشہور ہوئی تھیں وہ محض بے اصل تھیں۔



پانچ ہزار سپاہ کُل رکھنے کی اجازت ہے جس میں دو ہزار سوار ہیں جو اس وقت سرکاری  
 کی خدمت گذاری میں مصروف ہیں اور تین ہزار پیادے ہیں وہ ملک کی تحصیل آتی  
 کرتے ہیں ان کے بغیر کام مگداری کا نہیں چل سکتا میں سپاہ کمان سے لاؤن گورنر جنرل  
 نے نواب سید فیض اللہ خان کے اس جواب پر جان بردہ سٹو لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو لکھا  
 کہ وہ نواب سید فیض اللہ خان سے تین ہزار سوار مانگے اس پر بھی انھوں نے عذر کیا  
 مگر دو ہزار سوار اور ایک ہزار پیدل بھیج دیے سپر انٹرنیشنل نے نواب آصف الدولہ کو  
 سمجھایا کہ وہ راضی نہوں۔ غرض موافق دفعہ سوم عہد نامہ چار گڑھ نواب  
 آصف الدولہ نے ارادہ کیا کہ نواب سید فیض اللہ خان کی ریاست ضبط کر لیں  
 کیونکہ انگریز اس عہد نامے کے ضامن جب تک تھے کہ کوئی نقص عہد نواب سید  
 فیض اللہ خان کی طرف سے نہ ہو اب یہ بڑی ہٹ دھرمی تھی کہ انگریز اس بہانے  
 سے عہد نامہ لال ڈانگ سے پھرتے تھے اُس میں یہ کمان لکھا ہوا تھا کہ پانچ ہزار  
 سواروں سے نواب اودھ کی استقامت کی جائے گی اُس میں تو دو تین ہزار سپاہ  
 کا بحسب قابلیت وعدہ تھا وہ بھی سواروں کا نہ تھا غرض کمان یہ عہد کہ پانچ ہزار  
 سپاہ سے زیادہ نہ رکھو کمان یہ معنی اُسکے کہ پانچ ہزار سوار نواب اودھ کی خدمت  
 کے لیے بھیج زمین آسمان کا فرق تھا مگر زبردستوں کو اختیار تھا کہ جو چاہیں سو کریں  
 اس وقت تو فقط اس اصول پر ہیٹنگ صاحب کا عمل تھا کہ جس رئیس اور امیر سے  
 جو کچھ اینٹھا جائے وہ ایتھے جو مرغی موٹی ہوئے سے فوج کیجیے ۱۲۷۲ء میں آصف الدولہ  
 کو اصرار ہوا کہ گورنر جنرل اجازت دیدیں کہ وہ نواب سید فیض اللہ خان  
 کی ریاست ضبط کر لیں اور نواب سید فیض اللہ خان اس خدمت کے عوض



یہ قوم شیوہ فتوت و جو اغزدی کے ساتھ متصف ہے خاصکر تم اس قوم میں اپنی  
وانش و فطانت کی وجہ سے نہایت شہرت رکھتے ہو۔ بادشاہ ان بے شرم غلاموں  
کے ہاتھ سے بے حد طول ہیں کیونکہ ان کو مطلقاً آقا ئی و غلامی کا پاس نہیں ہے  
ہر کام میں نافرمانی کرتے ہیں اگر خدائے تعالیٰ تم کو اطاعت کی توفیق بخشے گا تو ہم تم سے  
سے ان نمک حراموں کے ہاتھ سے رہائی حاصل کر کے تمہارے پاس پہنچ جائیں گے اور  
تم اس واردات غیبی کو اپنے اقبال و امارت کا نشان جان کر جانفشانی پر آمادہ ہو جاؤ  
تاکہ تمہاری کوشش سے سلطنت کو انتظام اور خلایق کو رفاہ حاصل ہو اور یہ نیکنامی  
قیامت تک تمہاری یادگار صفحہ روزگار پر باقی رہے۔ شیر علی جب یہ خط لیکر نکلتے پہنچا  
اور گورنر جنرل کو دیا تو انھوں نے اس کا جواب یہ لکھا کہ میں بیٹے کا مون کی دستی  
کے لیے لکھنؤ جانے والا ہوں جبکہ جناب والا کا یہ مصمم ارادہ ہے تو بے تکلف لکھنؤ کی طرف  
تشریف لے آئیے مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا خدمت گذاری کے لوازم اور بندگی کے مراسم  
بجائے لاؤں گا جبکہ شاہزادے کو گورنر جنرل کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو قلعہ  
سے نکلنے کی فکر کرنے لگے ایک دن احمد علی خان قلعہ دار کو جو شاہزادے کے سامنے  
ہمیشہ دم صداقت بھرتا رہتا تھا خلوت میں بلا کر اس مشورے میں شریک کیا  
اُس کم ظرف نے افراسیاب خان کی رضا جوئی کے لالچ سے فوراً مجد الدولہ کو آگاہ  
کر دیا اُس نے بادشاہ کو ان قبائل سے مطلع کر دیا بادشاہ معاملے کے بر ملا ہو جانے  
سے متردد ہوئے اس لیے چند محافظ مقرر کر دیے کہ رات دن شاہزادے کی خدمت  
میں رہ کر ان کی حرکات و سکنات پر نظر رکھیں اوائل ماہ جمادی الاخرے میں  
گورنر جنرل لکھنؤ پہنچ گئے تو شاہزادے نے مکرم الدولہ اکبر علی خان کو جو ان کے ماموں



مل کی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس معاملے میں انگریزی دست اندازی نے صرف اپنا اعتبار ثابت کرنا چاہا مگر اس کے خلاف لوگوں میں یہ مشہور ہوا کہ آصف الدولہ نے اس دست اندازی کی بابت انگریزی حکومت کو کچھ معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

جہاندار شاہ مرزا جو ان نخت کا لکھنؤ میں ور و داور

اُن کے معاملات

تاریخ تیموریہ میں واقعات ۱۱۹۰ھ ہجری میں لکھا ہے کہ مرزا جو ان نخت جہاندار شاہ جو شاہ عالم کے بڑے بیٹے تھے اور دوسرے شاہزادوں سے علو حوصلہ وغیرت و حمیت و شجاعت میں ممتاز تھے انھوں نے افراسیاب خان کی بدسلوکی و بدعہدی بادشاہ کے ساتھ دیکھ کر دل میں یہ بات قرار دی کہ اس بدعہد سے عہد توڑ کر انگریزوں سے جوڑنا چاہیے جو بات کے پابند اور شیوہ صداقت و ارادت میں ثابت قدم تھے خصوصاً وارن ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل ان اوصاف میں سب سے بڑھ کر سمجھے جاتے تھے شاہزادے کا خیال یہ ہوا کہ اگر گورنر جنرل خدمتگذار ہی کر بستہ ہو جائیں تو سلطنت کے مردہ جسم میں جان تازہ پڑ جائے شاہزادے نے گورنر جنرل کے استعراج کے لیے اپنے خواص شیر علی کو کلکتے کی طرف بھیجا اور یہ راہ دہ کیا کہ اگر وہ جادہ ارادت پر ثابت قدم ہوں تو قلعہ دہلی سے کسی طرح نکل کر اُن کے پاس کلکتے کو چلے جائیگی اپنے ہاتھ سے ایک خط بھی لکھ کر شیر علی کو سند کے لیے دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ مجھے یقین ہے کہ انگریز اپنے قول و قرار کا پاس و لحاظ بخوبی کرتے ہیں اور



جمع ہو گئے کہ اُسی شاہزادے کو جو شمشیر زنی۔ تنگ افگنی اسپ تازی و نیزہ بازی کا عادی تھا شاہد پرست اور عیش و عشرت میں محو بنا دیا کئی فاحشہ عورتیں اپنے محل میں داخل کر لیں نواب وزیر کو یہ باتیں ناگوار گذرتیں کبھی حسن تقریر اور لطائف اچھل سے کبھی اشارہ و کنایہ سے کبھی دوسروں کی زبانی صاف طور پر سمجھایا مگر خوشامدیوں نے دولتخواہی کی ان باتوں کو قالب بدخواہی میں ڈھالا اور شاہزادے کے مزاج کو منحرف کر دیا نواب وزیر نے بھی سلوک بندگی و پرستاری اور ارسال پیش کش و ہلایا میں قوافل شروع کر دیا رفتہ رفتہ طرفین کے دلوں میں کہ ورت پیدا ہو گئی اور تاریخ شاہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں ایک لکھنوی طوائف کو بمبش (بقولے کرم بخش) نام سے جوش محبت میں آنکھیں لڑ گئیں اور اُس کو کاشانہ محل بنایا اس سے وزیر کو بہت رنج ہوا۔ بعض دوسری کتب سے ثابت ہوتا ہے کہ بیگم صاحبہ کی پاسداری کی وجہ سے یہ امر نواب وزیر کی ناخوشی کا باعث ہوا تھا۔ یہاں تک کہ وہ شاہزادے سے بے رخصتی لکھنؤ سے فیض آباد کو چلے گئے اب شاہزادے کو لکھنؤ میں ٹھہرنا ناگوار ہوا اور ماہ ذی الحجہ کے عشرہ دوم سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں لکھنؤ سے بنارس کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں جا کر قیام کیا۔ جبکہ دارن میٹنگز اپنے عمدہ گورنر جنرلی سے مستعفی ہو کر کلکتے سے چلے گئے اور لارڈ کارنوالس اُن کی جگہ مقرر ہو کر آئے اور سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں لکھنؤ کو وزیر سے ملنے کے ارادے سے روانہ ہوئے تو راہ میں بنارس کے اندر شاہزادے سے ملاقات ہوئی شاہزادے نے گورنر جنرل کو خلعت عطا کیا دوسرے دن نواب سعادت علی خان گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے اور تھوڑی دیر بات چیت کر کے اپنے مقام کو لوٹ آئے



اور نہایت غمگسار و شریک حال تھے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور عبدالرحمن خان  
 خواص کو اپنے پرگنہ بٹول کو بھیجا اور یہ کہا کہ گوجرون کی جماعت کو راضی کر کے  
 یہاں لے آئے۔ اور امام بخش خان۔ میراعظم۔ شیخ عبدالرحمن۔ شیخ فیض اللہ  
 اللہ بخش خواصون کو جو بھروسے کے آدمی تھے کمندین بنانے کا حکم دیا انھوں نے  
 بڑی بڑی رسیاں چند روز میں جمع کر کے قصر سلاح خانہ کے بالاخانے پر رکھیں  
 اور جو دیوار شاہزادے کے رہنے کے مکان اور مکان سلاح خانہ کے درمیان  
 حائل تھی اُس میں سوراخ کر کے آنے جانے کا راستہ بنا لیا۔ القصہ ۲۶ جمادی الاخرہ  
 کو کہ نکلنے کا وقت مقرر تھا مکرم الدولہ کو حکم دیا کہ سواری کے گھوڑے تیار کر کے  
 پست پر گنج میں موجود رکھیں اور عبدالرحمن خان کو حکم دیا کہ گوجرون کو اپنے ساتھ لیکر  
 مع ایک گھوڑے کے قلعہ کی فصیل سے ایک تیر پرتاب کے فاصلے پر حاضر رہے شیخ  
 عبدالرحمن اور ثابِت خان کو حکم دیا کہ نہر فیض بخش پر جو بلخ حیات بخش کی دیوار پر  
 جاری ہے ہمارے انتظار میں کھڑے رہیں یہ کام شاہزادے کا بغیر ہم رازی حرم خاص  
 تعلق النساءِ یگم کے سرانجام نہیں پاسکتا تھا اسلئے اُس کو بھی اپنے راز میں شریک کیا  
 اور روانگی کی رات سے چند روز پہلے سے خلوت گزینی اختیار کر لی تھی اتفاقاً جس رات  
 چلنے کا انتظام کیا تھا شام سے گرد و غبار اور تاریکی کا زور تھا یہاں تک کہ قریب  
 کا آدمی بھی ممتاز نہیں ہو سکتا تھا آج شام سے شاہزادے نے حکم دیا کہ کوئی آدمی  
 ہماری خوابگاہ میں نہ رہے ہماری نیند خراب ہوتی ہے جب چار گھڑی ات گزر گئی  
 تو وضع بدلی کھلا دو شاہہ بدن پر لپیٹا اور اُس اندھیری رات اور آندھی میں کہ  
 آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں اپنے قصر کی چھت پر چڑھے اور اس چھت سے دوسری چھت

بٹ بٹ گنج



تین چار ہزار پیادہ و سوار اور دس توپین اور پندرہ بیس ہاتھی تھے بنارس میں پہونچکر مادھو داس کے باغ میں قیام کیا گورنر جنرل نے سولہ ہزار روپیہ ہلال مشاہرہ شاہزادے کا سرکار نواب وزیر سے حسابات ملکی سے جداگانہ مقرر کر دیا مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ پانچ لاکھ روپے سال آصف الدولہ کی جانب سے مقرر ہوئے تھے آخر شاہزادے نے ۲۵ شعبان ۱۱۰۲ھ ہجری کو عارضہ ہیضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کیا نواب سعادت علی خان اور رزیدٹ بنارس کے اہتمام سے مدفون ہوئے۔

تنبیہ یہ حال اجمال کے ساتھ دقائق عالم شاہی میں شاہزادہ سلیمان شکوہ کی نسبت لکھا ہے اور واقعات شاہی میں ذکر کیا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ نواب آصف الدولہ کے عہد میں یہ بھی دہلی سے نکل کر لکھنؤ میں آئے تھے اور نواب نے انکے مصارف کے لیے چھ ہزار روپیہ ماہوار مقرر کیا تھا کہ جام جہان نسائین مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے۔

سولخ محمد عباس علی خان میں لکھا ہے کہ جہاندار شاہ مرزا جو انجنت بہادر ولی عہد شاہ عالم بادشاہ جب لکھنؤ کے ارادے سے رام پور میں آئے تو احقر کو انکی خدمت میں باریابی حاصل ہوئی اور وہ ہر طرح کا شرف اختصاص بخش کر اپنے ساتھ لکھنؤ کو لے گئے وہاں سے بنارس کو ہمراہ لے گئے جب بہت دنوں کے بعد ان کا جانا دہلی کو ہوا تو احقر کو پانچ ہزار سوار و پینچ ہزاری منصب اور اقتدار الدولہ عباس علی خان بہادر صمصام جنگ خطاب کے ساتھ سرفرازی بخشی ان کی وفات کے بعد شاہزادہ مرزا احسن نجات بہادر خلف شاہ عالم کی رفاقت حاصل ہوئی۔



گورنر جنرل نے دوسرے دن سعادت علی خان کے قیام گاہ پر رسم بازدید اور اکی  
 نواب نے اُن کی ضیافت کی پھر شاہزادے جوان نجات گورنر جنرل سے ملنے کیلئے  
 اُن کی فرد گاہ پر گئے اور اپنی خواصی میں ہاتھی پر نواب سعادت علی خان کو  
 تونہ بٹھایا ایک خواجہ سرا کو لے گئے وجہ اس کی یہ تھی کہ اُن کو گورنر جنرل سے  
 تنہائی میں کچھ باتیں کرنا تھیں جب یہ حال نواب سعادت علی خان کو معلوم ہوا  
 تو وہ بہت کبیدہ خاطر ہوئے شاہزادے نے گورنر جنرل سے کہا کہ الہ آباد اور  
 کوڑے کے اضلاع جس طرح بادشاہ سلامت کے قبضے میں دیے گئے تھے اُسی طرح  
 ہکومل جانا چاہیے گورنر جنرل نے کہا کہ آپ لکھنؤ کا قصدر کھتے ہیں اور میں بھی  
 وہیں چلتا ہوں وہاں پہونچکر یہ بات دذیر الممالک سے کہی جائے گی غرض کہ  
 گورنر جنرل لکھنؤ کو گئے مکے پیچھے پیچھے شاہزادے بھی لکھنؤ کو روانہ ہوئے گورنر جنرل نے  
 وزیر پر شاہزادے کی خواہش ظاہر کی۔ اصف الدولہ نے لطائف الحیل کے ساتھ  
 اُن اضلاع کے دینے سے انکار کر دیا اور شاہزادے سے ظاہر و باطن میں ایسے  
 کبیدہ ہوئے کہ اُن کو نواب کی عملداری میں رہنا ناگوار گذرنے لگا۔ اس لیے  
 گورنر جنرل کے مشورے سے اکبر آباد کی طرف چلے گئے۔ فرخ آباد کے مقام سے  
 شاہ عالم بادشاہ کو یہ اطلاع گذری کہ مرزا جوان نجات اکبر آباد کی طرف جا رہے  
 ہیں تو بادشاہ نے اُن کو دلی میں بلا لیا کچھ دنوں یہاں رہ کر ۲۲ ربیع الثانی  
 ۱۲۸۰ ہجری کو اکبر آباد پہونچے مگر یہاں اتنی آمدنی نہ تھی کہ اُن کے مصارف کو  
 کٹنی ہوتی اس لیے دوبارہ لکھنؤ کا عزم کیا اور ہا رجب ۱۲۸۰ ہجری کو فرخ آباد  
 کے رستے سے لکھنؤ میں آئے اور وہاں سے بنارس کو روانہ ہوئے۔ اُن کے ساتھ

قدیم سے شاہ عالم بادشاہ کے باور چھپانہ خرد کے مصارف کے لیے بھیجا جاتا تھا اور مرزا سلیمان شکوہ کے لیے چھ ہزار روپیہ اور سکندر شکوہ کے لیے دو ہزار روپیہ دربارہ قرار پایا اگر نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی کے وقت جو عہد نامہ ہوا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جوان بخت کی بیگم و شاہزاؤں کا بنارس کی تنخواہ سالانہ دو لاکھ چار ہزار روپیہ جاتی تھی۔

### نواب آصف الدولہ کی فیض آباد کو روانگی

جہاندار شاہ مرزا جوان بخت کے حال میں لکھ چکا ہوں کہ آصف الدولہ ان سے بغیر رخصت ہوئے فیض آباد کو چلے گئے وجہ اس سفر کی یہ تھی کہ سالانہ بھری میں مرزا نصیر اور مرزا محمد تقی کے بیاہ ہو بیگم صاحبہ نے بڑی دھوم دھام و تزک و احتشام سے فیض آباد میں رچائے آصف الدولہ کو بھی بلایا وہ لکھنؤ سے جا کر شریک ہوئے جب یہاں سے رخصت ہو کر بہرائچ کی طرف میلانہ سالار مسعود فغانی کی سیر کے لیے جانے لگے تو رخصت کے وقت اپنی وادی صاحبہ کے پاس گئے انھوں نے مرزا نصیر کی تنخواہ مقرر کرنے کے لیے درخواست کی دو ہزار روپے ماہانہ کا حکم لکھ کر کاغذ بکیہ صاحبہ کو دیدیا۔ جب ان سے رخصت ہونے آئے تو انھوں نے محمد تقی خان اور بی بی بی نطف النساء کی تنخواہوں کے لیے کہا ان دونوں کے لیے تین ہزار روپے ماہوار مقرر کیے ان میں دو ہزار خاص آقا محمد تقی خان کی ذات کے لیے اور ایک ہزار بی بی بی نطف النساء کے لیے تھے اور یہ تنخواہیں الماس علی خان کے محالالت پر قرار پائیں۔ افضل التواریخ میں لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے مرزا محمد تقی کو خرد سالانہ سے



شاہزادے مرزا اسماعیل بیگ خان کے ساتھ اکبر آباد میں مہاجی سیندھیا کے لشکر سے شکست پا کر جیپور کو چلے گئے احرار نے ان کو ترغیب دی کہ افغانستان کو چلین چنانچہ بیکانیر اور بھادلوپور کی راہ سے کابل پہنچے اور وہاں احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور شاہ سے ملے انھوں نے بہت خاطر کی اور کہا کہ سواران جہاں کا لشکر اپنے بیٹے کی افسری میں ان کے ساتھ ہندوستان کو بھیجوں گا اور غازی الدین خان کے مشورے سے مرزا موصوف کو سلطنت ہندوستان کے تخت پر بٹھاؤں گا اسی زمانے میں شاہزادے کے مزاج میں جنون کی شورش پیدا ہو گئی اس لیے یہ کام ظہور میں نہ آ سکا اور اسی سال تیمور شاہ نے انتقال کیا زمانہ شاہ مالک سلطنت ہوئے اور انھوں نے کہا کہ لگے سال ہم خود ہندوستان کا سفر کریں گے اور تمکو اپنے ہمراہ لے جائیں گے اور جو کچھ شاہ جنت مکان نے تمہارے حق میں تجویز کیا تھا اس سے زیادہ عمل میں لائیں گے مگر شاہزادے کا مزاج زیادہ خراب ہو کر کامل جنون ہو گیا یہاں تک کہ بادشاہ کے ایک سردار کو جس کا نام عباس علی خان تھا اور جو ایک خدمت پر ہندوستان جا رہا تھا اس کے بیٹے کے اُس عباس علی خان کے دعوے میں مرداؤ الا جوان کا رفیق تھا کیونکہ جنون میں وہ اُس کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے اور وہ ان سے علیحدہ ہو گیا تھا مرزا سکندر شکوہ بھی لکھنؤ میں آئے تھے اس زمانے میں نواب آصف الدولہ مرض الموت میں مبتلا تھے کچھ دنوں مراتب خدمت گذاری ادا ہوئے لیکن جیسا کہ ملاحظہ تھا ویسی مہلات ظہور میں نہ آئی کہ نواب موصوف نے انتقال فرمایا مگر مولانا ہزارہی بنارس میں اولاد مرزا آخرم نجات و مرزا جوان نجات کے لیے جاتا رہا اور سات ہزار روپیہ ہوا

کاٹ لی جائے اخوند احمد علی نے عرض کیا کہ ایک آدمی کا گناہ سو پر پڑتا ہے میں اپنی طرف سے زنجیرین درست کرائے دیتا ہوں بیگم نے جواب دیا کہ تخواہ کے کاٹ لینے میں آئندہ کے لیے تنبیہ ہے۔ جب تخواہ کی تقسیم کا وقت آیا تو بیگم سے بغیر اجازت لیے اخوند مذکور نے سب کو تخواہ دیدی۔ اُن بے حیائوں نے پھر وہی حرکت کی ابکی بیگم نے حکم دیا کہ اُن کی تخواہ کا روپیہ ہمارے پاس لائیو وقت پر تین ہزار روپے طلب کر کے بیگم نے اپنے قوشے خانے کے دار و مضے حوالے کر دیے۔ اخوند احمد علی نے سوزنوں کی زنجیرین تو سونے کی بنوا دیں اور شاگر پوش کی تخواہ اپنے گھر سے چکا دی اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص بھی نہایت بے دیانت و خائن تھا اور بیگم کی سرکار سے بے حد روپیہ اڑاتا تھا کہ ایسے مصارف اپنے ذمے گوارا کر لیتا تھا اس شخص پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ حلوائی کی دوکان اور دادا جی کی فاتحہ۔

### سالار مسعود غازی کی حقیقت

نواب آصف الدولہ کانٹے سیلے کو جانا اور پر بیان ہوا ہے اسلئے انکی حقیقت پر یہاں روشنی ڈالتا ہوں۔

ہراج نامی مقام لکھنؤ سے میل اتر کی جانب ہے۔ یہاں سالار مسعود غازی کی درگاہ اور رجب سالار کا مقبرہ ہے۔ سنتے ہیں کہ رجب سالار تغلق شاہ کے بجائی تھے اور سالار مسعود غازی کے حق میں اختلاف ہے۔ مناقب اللہ لیا میں لکھا ہے کہ اولاد محمد بن حنفیہ سے ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے تھے۔ مرآت الاسراء



بطور فرزندوں کے پرورش کیا تھا اس لیے تمام اہل خاندان دارالکین ریاست  
 ان کا ادب کرتے تھے ان کی شادی کے لیے بہو بیگم کے پاس گئے اور ان سے  
 عرض کیا کہ مرزا محمد تقی کی پرورش میں نے بطور فرزندوں کے کی ہے اور یہ لڑکی  
 بی بی لطف النساء جو آپ کے سایہ عاطفت میں پرورش پا رہی ہے میری بہن اور  
 والدہ مغفورہ کی بیٹی ہے جب اس کی مان نے بحالت رضاعت حلت کی تو جناب  
 والدہ ماجدہ نے آپ کی آغوش شفقت میں جگہ دی تاکہ اس کی پرورش بخوبی ہو جائے  
 اور اصل حال اس وجہ سے نہ کھولا کہ مبادا اسکی جانب سے آپ کا میل خاطر  
 کم ہو جائے اور انھوں نے اپنی بیماری کے دنوں میں بسنت علی خان جو اہل خانہ  
 کے سامنے یہ وصیت فرمائی تھی کہ تمھاری والدہ ماجدہ کے سایہ الطاف میں جو خضر  
 آسائش گزین ہے وہ میری بیٹی اور تمھاری بہن ہے ایسا منو کہ بیگم صاحبہ فوتیت  
 سے اسکا بیاہ کسی نامناسب جگہ کر دین بیگم صاحبہ نے دونوں نافرودن کو طلب کر کے  
 تصدیق چاہی تو انھوں نے از روئے قسم نواب صاحب کے بیان کی تصدیق کی جب یہ بات  
 پایہ ثبوت کو پہونچ گئی تو لطف النساء معروف بہ چھوٹی بیگم کا عقد مرزا محمد تقی کے ساتھ  
 ایسے شان و تجل سے کیا کہ عرصے تک یادگار زمانہ رہا۔

بہو بیگم صاحبہ کے نوکروں کو نہ تکلیف سفر کی تھی نہ جنگ و جدال کی نہایت  
 آرام سے بسر کرتے تھے کسی قصور پر بھی تنخواہ وضع نہ ہوتی ماہ بجاہ در ماہ بلکہ پیشگی  
 میتے اور خوش و خرم زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی حالت کا اندازہ اس حکایت سے  
 ہو سکتا ہے کہ ایک بار فرشتوں یا خواصوں نے سرکاری خاص بندہ قون کی سویون  
 کی چاندی کی زنجیریں چرائیں بہو بیگم نے حکم دیا کہ شاگرد پیشہ کی ایک ایک ماہ کی تنخواہ

پر جہان سے راستہ مطلوب نکلتا تھا اور دو وزن مین مین گز کا فاصلہ تھا کو دے  
 ہوا کا زور اور غبار ہر قدم پر چلنے سے مانع تھا لیکن دل پر جبر کر کے چلنے رہے  
 یہاں تک کہ فیض بخش نہر کے کنارے جا پہنچے یہاں شیخ عبدالرحمن اور ثابت خان  
 نہ ملے جنگو موجود رہنے کا حکم تھا تو پھر نوٹے اپنے قصر کی چھت کے پاس ایک سیاہ چیز  
 نظر آئی سمجھے کہ کوئی چوکیدار ہو گا جو ہماری آہٹ منکر تلاش میں آیا ہے شاہزادہ  
 کمال جلالت سے لپکے اور اُس کا گلہا پنجے مین داب لیا کہ مار ڈالیں بے اختیار اُس  
 کی زبان سے نکلا کہ مین ہوں عبدالرحمن اُس کو اپنے ساتھ لے کر فیض بخش نہر پر آئے  
 وہاں بھی کوئی شخص محسوس ہوا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ثابت خان ہے اُسکی قستی کی  
 اور اُس کا ہاتھ شیخ عبدالرحمن کے ہاتھ مین دے کر اُس نقب پر آئے اور اُس مین  
 سے نکل کر برآمدے مین پہنچے جو فضا کے دریا کی سیر کے لیے تھا یہاں چار خواص  
 کندین تیار لیے ہوئے منتظر بیٹھے تھے وہ اس جرات و جلالت پر محو حیرت ہو گئے اس  
 مقام پر فیصل شرقی سے کندون کے ذریعہ سے اُترنا چاہا دیوار کی اونچائی ۳۵ گز  
 سے کم کی نہ ہوگی کند کو اُس سے ٹکرا کر تھک کے ستون سے مضبوط بانہ دیا شاہزادہ  
 نے دل مین سوچا کہ خود پہلے اُتر جاؤں اور اُن کے انتظار مین کھڑا رہوں یا ان کو  
 چھوڑ کر چلا جاؤں مگر یہ نامناسب ہو گا اس لیے اُن سے کہا کہ تم پہلے اُترو بعد اسکے مین اُترو گا سب  
 نے یہ بات پسند کی جس سے پہلے بخش اند جلوار کو اتارا بعد اسکے ثابت خان کو بعد اسکے خود اُتے  
 ان کے بعد ام بخش اُتر پھر میر عظیم و شیخ عبدالرحمن تلے آئے فیض اللہ کو حکم دیا کہ قدموں کے نشان مٹا کر او  
 کندون کو کسی طرف پھینک کر اور سلاح خانے کو منتقل کر کے قلعہ کے دروازے سے نکل چلا آئے انھیں عبدالرحمن خان  
 کو جردن کو ساتھ لے کر نیلہ برج کے قریب پہنچا تھا کہ ہوا کی شدت گرد و غبار کی



مین ان کو سید علوی بتایا ہے۔ محمود غزنوی کے بھانجے تھے ان کی مان کا نام  
 ستر معلیٰ ہے اور باپ کا نام سالار ساہو ہے۔ ۲۱ رجب ۷۸۶ھ ہجری روز یکشنبہ  
 کی صبح صادق کے وقت اجمیر میں پیدا ہوئے مرآت الاسرار میں ان کی ولادت  
 ۲۱ شعبان کی لکھی ہے (تولد ناصر دین) تاریخ ولادت ہے غزنا نامہ مسعود سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ سومات سحر دہ دوار کا زمین گجرات علاقہ جو ناگرہ کی  
 لڑائی میں سلطان محمود کے ساتھ شریک تھے۔ جب سلطان راسہ جیپال کو مغلوب  
 کر کے مع مال غنیمت غزنی کو لوٹ گیا تو مسعود ہندوستان میں رہ گئے بہت سے  
 مقامات فتح کر کے مال اور سپاہ کثیر جمع کی۔ دہلی کے راجہ راسہ جیپال اور اُس  
 کے بیٹے گوپال سے سخت معرکہ پیش آیا گوپال کے ہاتھ سے اُنکی ناک پر زخم آیا اور  
 ایک دانت بھی ٹوٹ گیا لیکن فتح انھیں کے ہاتھ میں رہی سالار مسعود نے  
 سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھا اس کے بعد قنوج کو گئے اور دریائے گنگا کے  
 کنارے مقام کیا جیپال ان کے مقابلے کی تاب نہ لایا اطاعت اختیار کی۔  
 سالار نے اکثر رایان اطراف کو شکست دے کر مطیع کیا۔ ابو محمد چشتی کے مرید تھے۔  
 ہراج میں ایک ہندو فقیر بالار کھ نامی رہتا تھا مسعود نے جہاد کے لیے اس مقام  
 پر چڑھائی کی اور سوچ گند کو جو ہندوؤں کا معبد عظیم تھا مسمار کیا وہاں  
 رابیوں سے سخت لڑائی ہوئی شہر دیو کے ہاتھ سے اُنکی شہرگ پر ایک تیر لگا  
 جس سے روج بن سے پرواز کر گئی وہیں دفن ہوئے ۲۱ رجب ۷۸۶ھ ہجری  
 تاریخ ولادت ہے اٹھارہ سال گیارہ مہینے ۲۴ روز دنیا کی ہوا کھائی انیسویں سال  
 اول وقت عصر روز یکشنبہ ۱۴ رجب ۸۰۰ھ ہجری کو شہادت پائی درگاہ اُنکی

کے پاس پہنچے وہاں کوئی کشتی نہ ملی یہاں سے افراسیاب خان کا لشکر قریب تھا  
 دریا پایاب تھا تھوڑی سی دیر کرم الدولہ کا حال معلوم کرنے کے لیے ٹھہرے جب  
 اُس کا پتہ نہ چلا تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھے راستے میں تین تین جگہ جہنا کا پانی کڑوا  
 عبور کرنا پڑا۔ اور خر بوزون کے کھیتوں سے ہزار مشقت کے ساتھ اُٹھنا و خیزان  
 اور کھیت والوں سے استرا زکٹان نکلے یہاں تک کہ شہر پناہ کے پلہ بروج تک  
 جا پہنچے۔ فرد گاہ سے یہاں تک بوجہ راستے کے خم و پیچ کے تین کوںس جریسی راہ  
 طے کرنی پڑی وہاں بھی کوئی آدمی نہ ملا ساتھیوں کے ہوش و حواس بگڑ گئے  
 اور اب ہر ایک اپنی نجات کی تجویز سوچنے لگا مشورے کے وقت کوئی بولا کہ  
 مجد الدولہ کے پاس چلے چلیے کسی نے کہا کہ افراسیاب خان کے پاس چلنا مصلحت  
 ہے کہ اپنے ایسی حالت میں وہاں چلنے سے یہ لوگ شرمندہ ہوں گے اور پھر کبھی  
 بدخواہی نہ کریں گے کوئی کہتا تھا کہ احمد علی خان کے پاس چلنا بہتر ہے کہ وہ حقوق کی  
 وجہ سے پوشیدہ قلعہ میں داخل کر دے گا شاہزادے نے سب کی باتیں سن کر  
 جواب دیا کہ یہ کیا بودی صلاح ہے جب تک میرے دم میں دم باقی ہے کوشش  
 کو ہاتھ سے نہ دوں گا البتہ کرم الدولہ کا حال معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اپنے مکان پر  
 ہے یا کہیں اور جگہ ہے بخش السد جلودار اور میر اعظم کو تلاش کے لیے بھیجا کہ ناگاہ  
 پائون کی آواز شاہزادے کے کانوں میں آئی چلتے وقت یہ باہم طے ہو گیا تھا  
 کہ سیٹی کے ذریعہ سے آواز اور اُس کا جواب یا جائے چنانچہ دونوں طرف سے سیٹی بھی بخش السد و میر اعظم  
 نے شاہزادے کے پاس آکر بیان کیا کہ کرم الدولہ کو اُن کے مکان سے لے آئے اور آپ کے گھوڑے  
 بھی ہمراہ لائے ہیں شاہزادے نے گوہر خان کو حکم دیا کہ پت پر گنج کے گھاٹ کی طرف پہلے وہاں سے دیا کہ



کثرت بجلی کی کرک دمک اور بادل کی گرج سے گوجر گھبرا گئے آگے قدم نہیں اٹھاتے  
 تھے بلکہ عبدالرحمن خان پر دست درازی کرنے لگے اور اس حالت سے کرم الدولہ تک  
 پہنچے راجس کے ساتھ جمعیت دیکھی تو گوجروں نے اپنا راستہ لیا عبدالرحمن خان  
 انکی تسلی اور دلاسا کرتا ہوا ہمراہ کیا۔ کرم الدولہ اور ارشد خان و گوجر خان وغیرہ  
 باہم مشورہ کرنے اور کہنے لگے کہ ایسے طوفان میں شاہزادے صاحب کا آنا غیر ممکن  
 ہے بہتر یہ ہے کہ مکان کو چلے جائیں شاہزادے انکے چلے جانے کے بعد باچون خواص  
 کے ساتھ قلعہ سے اتر کر خندق میں پہنچے ہر طرف میں تیس تیس قدم کے فاصلے سے شہر بنیاد  
 کے چوکیدار کھڑے تھے اور ان کے سوا منہج وردی والی پلٹن کے سپاہی کون ہے  
 کون ہے کہ انکے ایک دوسرے کو ہوشیار کر رہے تھے ایسے مخصوص میں شاہزادے  
 آہستہ آہستہ قلعہ کی دیوار کے تلے تلے نور گڑھ کے پل کی طرف چلے کتنا ہی پاؤں  
 کی آہٹ کو چھپاتے تھے لیکن سوکھے ہوئے پتوں اور کنکریوں کے بانوون تلے  
 آنے سے آواز پیدا ہوتی تھی اور اس وجہ سے ہمراہی سمجھ جاتے تھے شاہزادے  
 قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھے ہوئے اور رفیق ہمراہ نہایت جانفشانی کے ساتھ چوکیداروں  
 کے پاس سے گذرے اور دل میں یہ ٹھہرا لیا کہ جو کوئی زمین سے ٹوٹے اس کا کام  
 توار سے تمام کر دیا جائے یا تو کسی نے سمجھا نہیں یا دیدہ و دانستہ ڈر کر ان سے اعراض کیا  
 اور صحیح و سلامت اس مجمع سے نکل کر اس مقام پر آئے لہجہ ان عبدالرحمن خان کو گوجروں  
 کے ساتھ کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا شاہزادے کے ساتھیوں نے اشارہ و کنایہ میں آڑی  
 عبدالرحمن خان اور گوجروں کو وہاں نہ پایا آگے چلے یہاں تک کہ نور گڑھ کے پل  
 کے پاس جہنا میں گھسے کمرے بھی زیادہ پانی پایا اس سے گذر کر پت پر گنج کے گھاٹ

کو شاہزادے کے پاس بھیج کر کہلایا کہ افراسیاب خان نے جا بجا حضور کی تلاش کر لی ہے پس حضور قلعہ سرا یہ میں دن بھر رہیں رات کو بین حضور کے ساتھ چلون گا۔  
 شاہزادے نے گھوڑا بڑھایا اور قلعہ میں جا اترے راب معلوم ہوا کہ قلعہ کے محافظ دغا بازی پر آمادہ ہیں نین سکھ نے نہایت خوشامد سے عرض کیا کہ دو تین روز یہاں مقام کرنا چاہیے شاہزادے نے کہا کہ ٹھہرنا کہیں منظور نہیں آج رات کو گنگا کو عبور کر دنگا وہ لوگ بہت سے جمع ہو کر اصرار کرنے لگے شاہزادے نے سمجھ لیا کہ یہاں کوئی فریب و ریش ہے فوراً تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا اور فرمایا کہ یہ کیا گستاخی و نامردی ہے کہ اپنے مالک کے ساتھ دغا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو ابھی تم سے لڑو ن گا اور تم میں سے بہتوں کو فی النار کر کے خود بھی جان و دن کا ابہ لوگ گر گرنے لگے اور منت و سماجت کے ساتھ قول و قسم کیا اور کہا کہ ہم سے کبھی دغا ظہور میں نہ آئے گی یہاں ٹھہرانے میں حضور کی دولت خواہی منظور تھی شاہزادے راضی ہو کر دو پہر تک وہاں ٹھہرے ظہر کی ناز کے بعد وہاں سے آگے کو روانہ ہوئے اور بیس کوس چل کر گنگا کو فرالدین نگر کے گھاٹ سے عبور کیا اور موضع سد امن میں جو دریا سے چار کوس تھا ٹھہرے گرمی کی شدت اور راہ کی کربت سے ایک گھڑی تک غش اور ضعف میں مبتلا رہے تھوڑی دیر کے بعد افاقہ ہوا رات بھر وہاں ہے وہاں کا فوجدار چیت سنگھ گوجر آیا اور ایک گھوڑی نذر کی اور اُس کی خواہش کے مطابق دن بھر وہاں مقام کیا شام کو کوچ کر کے چار کوس چل کر پھر اُون میں پہنچے یہ مقام نواب آصف الدولہ کی عمارت میں تھا صبح کو بلاہ کو س چل کر امر دہ میں پہنچے یہاں کے فوجدار اور دوسرے عمائد سادات نے پیشوائی کر کے



اُترینگے اُس نے کہا کہ مجھ کو اُس کا حال معلوم نہیں البتہ راج گھاٹ کے رستے سے پایاب اتار دوں گا کیونکہ مجھے وہاں کا حال معلوم ہے شاہزادے اُسی طرف چلے یہ گھاٹ قلعہ کے مقابل تھا درمیان میں خربوزوں کی غالبترین تھیں جو کوئی پوچھتا جواب دیتے کہ افراسیاب خان کی سپاہ کے آدمی ہیں سکھوں پر چڑھ کر جارہے ہیں الغرض جس طرف سے گئے تھے اُدھر ہی سے لوٹ کر راج گھاٹ سے جہنا کو پایاب عبور کر کے موضع سوندھ میں پہنچے وہاں شاہزادے نے پوشاک بلی اور الد کا شکر ادا کیا گو جرخان نے عرض کیا کہ تھوڑی دیر توقف کرنا چاہیے میں اس گائون سے کسی واقف کار آدمی کو راہ نمائی کے واسطے لاتا ہوں چنانچہ چیت سنگھ نام اپنے ایک دوست کو لاکر شاہزادے کی ہمراہی کے لیے مقرر کیا اُس نے ہیڈن ندی کو جو دہلی سے دس کوس کے فاصلے پر ہے پایاب عبور کر کے سرورہ نام گائون میں پہنچایا یہاں گوجر رہتے تھے اور یہ بڑے لٹیرے تھے چیت سنگھ سے موافقت رکھتے تھے اُسے گوجرون کو لاکر شاہزادے کے حضور میں پیش کیا اُنھوں نے تدرین دکھائیں اور عرض کیا کہ صبح قریب ہے دن بھر یہاں آرام کیجیے شام کو ہم ہمراہ چلکر دریائے گنگا تک پہنچا دیں گے شاہزادے نے کہا کہ مخالف تعاقب کریں گے اُس وقت تم سے کچھ منہو سکے گا گوجرون نے عرض کیا کہ ہم دوسو جوان ہم قوم ہیں اگر وہ لوگ یہاں آئیں گے تو ہماری توار سے جان بچا کر نہ بچائیں گے شاہزادے نے اُن میں سے ایک کے مکان میں آرام کیا شام کو یہاں سے سوار ہوئے اور تمام رات اس جماعت کے ساتھ چلکر صبح کے قریب اورنگ آباد میں جو سرورہ سے چالیس کوس تھا جا پہنچے یہاں نین سنگھ گوجر نے گائون سے اپنے بیٹے

نافرمانی ہوتی ہے اسلئے بہتر یہ ہے کہ حضرت اودھ کا قصد کر کے اسلئے شاہ آباد میں  
 دو مقام ہوئے۔ گورنر جنرل نے نواب وزیر سے مشورہ کیا کہ بادشاہ کے شقون  
 کا کیا جواب دیا جائے اور شاہزادے کے ساتھ کہ اس قدر تکلیف کر کے مرد کی توقع پر آتے  
 ہیں کس طرح کا سلوک کرنا چاہیے آخر یہ اسے فرار پائی کہ بادشاہ کے ارشاد پر  
 اعتماد نہیں اسلئے کہ مختار ان سلطنت جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور شاہزادے  
 کا آئندہ وہ کرنا محبت سے بعید ہے اس واردات کو غنیمت جانا کر جو کچھ خد متگزار می  
 کا لازم ہے اس میں دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا چاہیے اور بادشاہ کو مصنوعی عذر  
 لکھ دینا چاہیے القصد بادشاہ کو عرضی میں لکھا کہ جو کچھ حضور نے مرشد زادے  
 کے لیے حکم دیا ہے اس کے موافق ان سے عرض کیا جائے گا اگر قبول کر لیا تو بہتر ہے  
 ورنہ لوازم خد متگزار می سے باز رہنا سبکی سلطنت کا موجب ہے آگے اس باب میں  
 حکم مناسب دینا چاہیے بعد اسکے گورنر جنرل نے اپنی طرف سے اپنے ایڈیٹکالنگ  
 مسٹر اسکاٹ کو اور نواب نے راجہ گو بند رام کو استقبال کے لیے بھیجا ان کے ساتھ  
 اتنا سامان کیا تین ہاتھی نقرئی حوضہ دار اور چھالردار بالکی۔ چند گھوڑے تازی ترکی  
 جنیر ساز طلائی و مرصع تھا اور دوسرا سباب امارت و سلطنت بھی دیا میان گنج کے  
 پاس یہ دونوں شخص شاہزادے کے پاس پہنچے اور ان خیموں میں شاہزادے  
 کو اتارا جو خاص ان کے لیے وزیر کے افسر دن نے کھڑے کیے تھے دوسرے دن چلکر  
 قصبہ موہن میں مقام کیا یہاں بھی اس سے زیادہ لوازم موجود تھا یہاں وزیر اور  
 گورنر جنرل کی عرضیاں آئیں کہ اسی مقام پر قیام رہنا چاہیے ہم یہاں حضور کے  
 سلام کو حاضر ہوں گے جب نواب وزیر اور گورنر جنرل کے قریب آجانیکی خبر پہنچی



نذر و کھائی آج یہاں شہرے دوسرے دن روانہ ہو کر مراد آباد میں داخل ہوئے  
فتح اللہ خان خلف دوند خان نے آکر نذر و کھائی اور کافل کی حویلی میں انکارا  
اور اپنی طرف سے ضیافت وغیرہ مہمانی کا سامان مہیا کیا۔ دوسرے دن رامپور  
کی طرف کوچ کیا نواب سید فیض اللہ خان بہادر نے شاہزادے کی آمد کا حال سنا  
تھا تو پیشوائی کو تیار تھے کہ دوسرے رستے سے شاہزادے کی سواری رام پور میں  
داخل ہوئی نواب موصوف نے نہایت ادب کے ساتھ دیوانخانے میں آنا اور  
مسند شاہانہ پر بٹھایا اور ۲۱ اسٹریفیان خود اور بقدر حال اپنے بیٹوں سے نذرین  
دیوائیں دو روز شاہزادے نے توقف کیا کوچ کے وقت نقد دو ہزار روپے  
اور دو ہاتھی اور چند گھوڑے اور عالی شان خیمہ اور دوسرا سامان برداری  
وامارت پیش کیا یہاں مصطفیٰ خان خلف یعقوب علیخان حاضر ہو کر سعادت ملازمت  
سے شرف اندوز ہوا تین منزلیں کر کے بریٹی پہنچے یہاں کے فوجدار راجہ  
صورت سنگھ نے سلام کر کے پانچ ہزار روپے نقد اور ایک ہاتھی پیش کیا شاہزادے  
نے رخصت کے وقت اپنے ملبوس میں سے ایک دوپٹہ بخشا اور اس کے داماد  
راجہ جگناتھ کو دو شالہ دیا اور یہاں سے مصطفیٰ خان کو سفیر بنا کر آصف الدولہ  
اور گورنر جنرل دارن ہسٹنگز کے پاس بھیج کر جگناتھ نگر میں رفیقوں کی آسائش  
کے لیے دو مقام کے شاہ آباد ضلع ہرودئی میں نواب وزیر اور گورنر جنرل کی عرضداشت  
اس مضمون کی پہونچیں کہ ہمارے پاس بادشاہ کا فرمان آیا ہے کہ مرشد زادہ  
بے استرخانہ قادس کے چلا گیا ہے اس صورت میں ہم حیران ہیں اگر حضور کے  
ارشاد کے موافق عمل نہیں کرتے ہیں تو تمام عالم میں بدنامی ہوگی ورنہ بادشاہ کی

اہل عالم کی زیارت گاہ ہے سال میں ایک بار میلہ ہوتا ہے دور دور سے لوگ  
سیدنی کے ہمراہ آتے ہیں اجلات قوم کے آدمی دور و نزدیک سے لال لال نیرون  
کے ساتھ ہزاروں دفائی گاتے بجاتے ساتھ لے کر اپنی اپنی بستیوں سے نکلتے ہیں  
اور یہاں آکر نذر و تحائف گذرانے میں غرضکہ جیتھ کا پہلا اتوار اس میلے کا  
پہلا دن ہے عوام میں جو بالاپیر نام سید مسعود کا مشہور ہے وہ بالارکھ کی رعایت  
سے ہے بالاسے مراد بالارکھ اور پیر سے مقصود سید مسعود ہے۔ مقبرہ سید مسعود میں  
سیدھی طرف ایک گوشے میں چھوٹا سا گول حوض ہے اس کو بالاکنڈ کہتے ہیں کوئی ہندو  
اس کو اگن کُنڈ بالارکھ اور کوئی بالارکھ کی دھونی ظاہر کرتا ہے قبر کی نذر کا مال  
مجاوران درگاہ اور کنڈ کی پوجا کے حاصل پنڈے قوم ہندو پاتے ہیں مجاوردن  
اور پنڈون کے باہم اس آمدنی میں کچھ رسم اور معاہدہ ہے۔

## آصف الدولہ کے بعض اخلاق کا تذکرہ بعض مصنفوں کے قلم سے

خار بڈ ندرین منشی میڈی لال لکھتا ہے کہ آصف الدولہ آٹھ پہر نشہ بھنگ  
میں ترنگ اٹھایا کرتے تھے کھٹلون اور چیونٹوں اور کڑیوں سے شغل رکھتے تھے  
ان حشرات کے نگہبان صمد ہار دیپے کے درابے پاتے تھے راجہ مہراکھار کو کتب خانہ اور  
مولوی فضل عظیم صفی پوری کو عہدہ آبکاری دیا۔ حسن رضا خان نائب حرف نا آشنا  
وامی محض تھاؤں باؤں ہاتھی کی شادی بڑ کیتی ہتھنی کے ساتھ بڑی دھوم دھوم اور  
ترک و احتشام کے ساتھ کی لکھو کھار و پیہ خرچ ہو گیا بارہ سو ہاتھی اس کی برادری کا



قشاہزادے نے مکرم الدولہ کو استقبال کے لیے بھیجا وہ ان دونوں سے ملکر شاہزادے  
 کے پاس لایا دونوں نے سامنے پہونچکر قاعدہ قدیم کے موافق آداب زمین بوس  
 ادا کیا اور نذرین دکھائیں اور دست بستہ کھڑے ہو کر مراتب اشتیاق عرض کیے  
 شاہزادے نے دونوں کو خلعت دیے نواب وزیر نے عمدہ چار با تھی نقرئی سامان اور  
 مکلف عاریوں کے ساتھ اور پانچ عمدہ گھوڑے اور نشان و نقارہ وغیرہ بطور  
 پیش کش کے دیے اور آپ تمام سپاہ اور سرداروں کے ساتھ ہمراہ رہے شاہزادے  
 نے وزیر الممالک کو اپنی خواصی میں بٹھایا۔ اور راستے بھر اختلاط رہا لکھنؤ میں پہونچکر  
 نواب نے شاہزادے کو بلخ باؤلی میں اتارا جس قدر سامان سلطنت ضرورت تھا وہ سب  
 سرکار وزیر سے آگیا اور گورنر جنرل اور وزیر دونوں رخصت ہو کر شہر میں چلے گئے  
 دوسرے دن صبح کو وزیر تمام عائد اور سپاہ اور جلوس کے ساتھ اور گورنر جنرل تمام  
 انگریزوں اور انگریزی فوج کے ساتھ شاہزادے کی فرودگاہ پر گئے اور امن کو  
 سوا کر اگر شہر میں لاکرنگی محل میں کہ عمدہ عمارت ہے اتارا اور تاریخ شاہیہ میں لکھا  
 ہے کہ ٹیڑھی کو ٹھہری میں اتارا تھا وزیر نے پہونچا کہ اسباب اور جواہرات کی کشتیاں  
 اور ہچاس ہزار روپے نقد اور نقرئی پاکلی نذر کی چند روز شاہزادے اس جگہ رہے  
 پھر انکی خواہش سے کرنیل مارٹین کی کوٹھی میں ٹھہرائے گئے نواب وزیر  
 شاہزادے کی بہت خاطر کرتے تھے اور ۲۵ ہزار روپے ماہوار مصارف کارخانجات  
 وغیرہ کے لیے اور ہزار روپے خرچ باورچی خانہ کے لیے مقرر کیے جیسا کہ سلطان حکایات میں ہے  
 بعض قابو طلب لوگوں نے شاہزادے کے مزاج کو عیاشی کی طرف مائل کر دیا اور فحش  
 و ارباب نشاط کی صحبت کی طرف راغب بنا دیا چند روز میں رنڈی بھڑے اتنے

بے فکرے ہیں اپنے ملک متصرف کی تو خبر نہیں رکھتے پہاڑ کی فتوحات ان سے کیا ہوگی  
بنارس جیسا ملک آسانی سے چھوڑ دیا یہ اگر ادھر آتے ہیں تو ان کے آنے سے کوئی  
خرج نہیں ان میں نیپال کے عزم کی کیا ہمت ہے غرض کہ نواب نے ان کے ساتھ  
کوہ بوٹول پر پہونچ کر ایک جنگ لڑوایا اور ہر سال سیر کو جانے لگے۔

افضل التواریخ میں رام سہاس نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ کے ہاتھ  
سے ہر وقت تسبیح جدا نہیں ہوتی تھی شاید یہ حال آخری عمر کا ہوگا کیونکہ اسی کتاب  
میں لکھا ہے کہ نواب کو رقص و سرود سے شوق اس حد تک تھا کہ جب اس میں مصروف  
ہوتے تو دوسری طرف تعلق نہ رکھتے۔ سیما نورا بھانڈو بڑی مصری وغیرہ حضرو مفر  
میں آصف الدولہ کے حضور میں حاضر باش رہتے تھے کہتے ہیں کہ ایک روز جلسہ رقص  
و سرود برپا تھا سیما نورا بھانڈو اپنے مجرے میں حاضرین دربار کو علم و فن موروٹی سے  
خوش کر رہا تھا کہ ناگاہ نواب قاسم علیخان بن نواب سالار جنگ نے جو نواب  
آصف الدولہ کے مامون زاد بھائی و مقرب خاص تھے ایک بندوق خالی سرکردی  
اُس کی آواز کے خوف سے سیما نورا بھانڈو زمین پر گر پڑا اور ہائے کی صدائے  
حاضرین دربار کو منتفض کر دیا آصف الدولہ نے اُسکی اس حرکت بے جا پر نفرت کی اور  
اس گروہ کی بزدلی پسند نہ کی پھر اُس بھانڈو کو لشکر سے محال دیا۔

وحید الدین حکیم محمد سعید الدمد متوطن برائون نے ۱۲۵۶ھ ہجری مطابق  
۱۸۶۹ء میں تذکرہ حکومت المسلمین لکھا ہے اُس میں کہتے ہیں کہ لکھنؤ کی سرکار  
میں نواب آصف الدولہ کے عہد سے احترام و اکرام سادات عظام و شرفائے کرام کا  
زیادہ ہوا جاگیر و املاک سالانہ اس قدر مخلوق کو عطا ہوئیں کہ جیلہ تحریر و تقریر سے



براتی تھا الماس علی خان خواجہ سرا دھندلہ والا اور نواب آصف الدولہ دولہا  
والے تھے۔

محمد فیض بخش نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ ہر سال ایام بہار  
میں کہ ہندو ہولی مناتے ہیں ہندو دن کی کثرت صحبت کی وجہ سے اس قسم  
کے کھیل تماشوں کے بڑے شائق تھے ہولی میں جشن عام کرتے اور بہت سارے وسیع  
صرف میں لاتے ان کی مان بھی ہر سال ہولی کے دنوں میں ان کے بلانے پر لکھنؤ کو  
جایا کرتے اور ایک ماہ تک وہاں رہا کرتے۔ اسی طرح نواب صاحب جاڑوں کے  
موسم میں کوہ بوٹل کی سیر کو جایا کرتے تھے اور کئی مہینے تک اس سفر میں رہتے تھے  
ابتدا میں شجاع الدولہ ایک بار اس پہاڑ کی طرف گئے تھے پہاڑی ڈرے کہ یہ امیر  
صاحب عزم ہے تو پچانہ اور فرج بھی اس کے ساتھ بہت ہے کہیں ایسا نہو کہ ان  
دشوار گزار راہوں سے آگاہ ہو کر ان پہاڑوں پر اپنا قبضہ چالے۔ انھوں نے  
داسن کوہ کی طرف پانی کاٹ دیا نواب کو یہاں مقام کرنے میں تکلیف واقع ہوئی  
اس لیے جلد لوٹ گئے۔ آصف الدولہ باپ کے ساتھ تھے انھوں نے بھی اول اول  
شمال ہجری میں اوھر کا قصد کیا پہلے فیض آباد میں آئے اور ان سے منت و  
ساجت کے ساتھ عرض کیا کہ والد ماجد کی وفات کے بعد سے آپ کو سوائے سفر لکھنؤ کے  
اور کسی جگہ جانے کا اتفاق نہیں ہوا اگر غلام نوازی کر کے میرے ساتھ کوہ بوٹل  
کو چلیں تو تفریح طبع مبارک بھی ہو اور میری سرفرازی بھی ہو جائے نواب نے  
بہت کوشش کی تو بیگم بھی ساتھ ہوئیں پہاڑوں کی سیر کر کے ارٹھائی ماہ کے بعد  
لوٹے پہاڑیوں نے ان کو تکلیف ندی اور مزاحمت نہ کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ

کہ تلوار کے دیکھنے کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگ محتاج و غریب سنتے تھے کہ نواب  
احصاف الدولہ بہادر پارس میں لیکن میری تلوار نواب صاحب کے ہاتھ میں پہنچنے  
کے بعد بھی لوہے کا گولہ ہار ہی سونے کی تلوار کیون نہیں ہو گئی یہ سنتے ہی نواب صاحب  
نے مسکرا کر فرمایا کہ اس کی تلوار کے برابر اشرفیاء نول کر اس کے حوالے کر دو  
آخریش ایسا ہی عمل میں آیا وہ دعا کرتی اپنے گھر کو روانہ ہوئی۔

اسی طرح کی ایک حکایت مولوی محمد حسین آزاد نے دربار اکبری میں خان خانان  
کے ذکر میں لکھی ہے کہ ایک دن دربار میں بیٹھا تھا ابلی و موالی اہل غرض و  
اہل مطلب حاضر تھے ایک غریب شکستہ حال آکر بیٹھا اور جون جون جگہ پاتا گیا  
پاس آتا گیا قریب آیا تو ایک توپ کا گولہ بفل سے نکلا کر ٹھکایا کہ خان خانان کے  
زانو سے آکر لگا نوکر اُس کی طرف بڑھے اُس نے رد کا اور حکم دیا کہ گولے کی برابر  
سونا نول دو مصاحبوں نے پوچھا کہا کہ یہ قول شاعر کا کسویں پر لگتا ہے ۵  
آہن کہ پارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

حکایت سوم ایک روز نواب احصاف الدولہ دولتانے کے برآمدے پر  
بیٹھے ہوئے تھے ہاتھ میں پستول تھا ایک چیل برآمدے کے اد پر اڑ رہی تھی نواب صاحب  
نے پستول اُس کے مقابل کیا وہ چیل دائیں بائیں ہو گئی یہاں تک کہ تین مرتبہ  
ایسا ہی اتفاق ہوا ایک سپاہی برآمدے کے نیچے کھڑا تھا اور بندوق اُسکے ہاتھ میں  
تھی اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ نواب صاحب کو اس چیل کی ہلاکت منظور ہے  
اُس نے بندوق اُسکی طرف چلائی چیل زمین پر آ پڑی نواب صاحب نے جو زیر کمرہ  
جھک کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ اس شخص نے چیل کو مارا ہے تو فی الفور اُسکی طرف



باہر ہے اور اس قدر نقد و جنس محتاج بن اور غریبوں کو مرحمت ہوا کہ بیان سے  
افزون ہے اب چند حکایتیں آصف الدولہ کی سخاوت و دریا دلی کی اس سلسلے  
سے لکھی جاتی ہیں۔

**حکایت اول** بعض چیل خور دن نے آصف الدولہ سے عرض کیا کہ بعض  
آرمیوں نے حضور کی مہربانی ہے اور اُس مہر سے پروا نہ ملک و معاش کے جاری  
کرتے ہیں۔ اور سرکار کا مال اس فریب سے تلف ہوتا ہے جواب میں فرمایا کہ آخر  
وہ لوگ یہ ملک و معاش کس کے نام سے جاری کرتے ہیں عرض کی کہ مہر خاص حضور  
کے نام کی تیار کر لی ہے فرمایا کہ بابا بات کا آل واحد ہے خواہ میں نے اجازت دی  
یا نہ دی دونوں صورتوں میں ہمارے ہی نام سے تو کھاتے ہیں یہ سن کر چیل خور  
منفعل و خجل ہوئے۔

**حکایت دوم** ایک دن نواب آصف الدولہ بالا خانے کے برآمدے پر بیٹھے  
ہوئے تھے اتفاقاً بالا خانے کے لئے نظر جا پڑی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ضعیف عورت  
تواریختوں پر لیے ہوئے نذر گذرنے کی اُمید پر کھڑی ہے نواب صاحب نے  
ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس ضعیف سے یہ توار لے کر ہمارے پاس لاؤ کہ ہم اُس کو  
ملاحظہ کریں گے نوکروں نے فی الفور وہ شمشیر حاضر کی نواب صاحب نے اُس توار کو  
ہاتھ میں لیا اور ساخت اُس کی خام لوہے کی دیکھ کر واپس کرنے کا حکم دیا جب  
وہ توار ضعیف کے پاس واپس آئی تو وہ اُس توار کو اکٹ اکٹ کر بار بار دیکھنے لگی  
نواب نے تعجب سے فرمایا کہ کیا جتنی تیری توار کو بدل لیا ہے یا اس میں سے کچھ چھوٹا لیا  
ہے جو توار بار اُس کو بغور دیکھتی ہے ضعیف نے جو یہ بات سنی تو پکار کر عرض کرنے لگی

کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ ایک جوڑا کو ترکا دو مکے کی مالیت ہوتا ہے لیکن بچے اس طفل کو سید کے نام سے سو روپے دیے ہیں۔

حکایت ششم ایک روز آصف الدولہ کی سواری بازار میں سے نکلی ایک دوکان کوڑہ فروش کی دھبی کہ وہاں صرت چھوٹی کوڑیاں رکھی ہیں یہ ملاحظہ فرماتے ہوئے چلے گئے اتفاقاً بعد ایک ہفتے کے پھر اُسی راستے سے سواری نکلی اور دیکھا کہ اُس دوکان میں وہ سب کوڑیاں بچسہ رکھی ہیں اور غالباً کوئی عدد اُس میں سے فروخت نہیں ہوا ہے ایک نوکر کو حکم ہوا کہ ان کوڑیوں کے نہ بکنے کا سبب استفسار کرے دریافت ہوا کہ عشرہ محرم گزر گیا ہے اور ان کوڑیوں میں اطفال کو سبیل کا شربت پلایا کرتے ہیں اب بحر محرم آئندہ کے کوئی ان کو خرید نہیں کرے گا یہ سنتے ہی نواب آصف الدولہ نے حکم دیا کہ یہ سب کوڑیاں خرید کر کے شربت کی سبیل لگا کے ان میں شہر کے بچوں کو شربت پلا دو اور آئندہ ہمیشہ یہ سبیل جاری رہے ایسا ہی عمل میں آیا اسکا خرچ کئی ہزار روپیہ سال تھا۔

بگم کی جاگیر میں رعایا اور انگریزی سپاہیوں میں

فساد ہونا

اخوند احمد علی کا نسبیتی بھائی محمد بہرام پسر اخوند میر امام الدین ملج آبادی سیلون خاص کا فوجدار تھا اور ملج آباد کا ایک ہندو جس کا نام بھوانی تھا میر گنج کا کووال تھا یہ میر گنج سیلون سے سات کوس کے فاصلے پر جنوب کی جانب گنگا کے کنارے واقع ہے اس ضلع میں انگریزی ڈاک کے ہر کارے رہتے تھے انکی چوکیاں



پستول سر کیا اُس کی ران زخمی ہوئی نواب صاحب نے فرمایا کہ ہمارا شکار لینا  
 سہل نہیں قضا را اُس وقت مرزا حسن رضا خان نائب دربار کو آتے تھے اثنائے راہ  
 میں ہنگامہ دیکھ کر اُس زخمی کا حال دریافت کیا ایک شخص نے کہا کہ یہ مجروح  
 قوم کا سید ہے مرزا حسن رضا خان نے نواب آصف الدولہ کے پاس حاضر ہو کر  
 عرض کہ وہ سپاہی مجروح قوم کا سید ہے یہ سنتے ہی نواب مضطرب ہوئے حواس ہل گئے  
 اور پیادہ پا جا کر اُس سپاہی کو مکان میں اُٹھا لائے اور بہت عذر و معذرت کر کے  
 اُس کا علاج کرایا اُس نے صحت پائی آخر میں اس درجہ اُس کا مرتبہ بڑھایا کہ سوہلہ  
 اُسکی اردلی میں چلتے تھے۔

حکایت چہارم ایک مرتبہ نواب آصف الدولہ ایک باغ میں رونق افروز تھے  
 اتفاقاً وہاں ایک چودہ سال کی عمر کا لڑکا ایک پنجرے میں ایک جوڑا کبوتر کالیے ہوئے  
 دور کھڑا ہوا نظر آیا نواب آصف الدولہ نے اُس لڑکے کو طلب کیا اُس نے وہ جوڑا  
 کبوتر کا نذر کیا نواب صاحب نے اُسکے واسطے ایک روپے کا حکم کیا لڑکا ایک روپے  
 کا نام سن کر آبدیدہ ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں سید زادہ ہوں عرصہ ایک مہینے کا ہوا  
 کہ اس شخص کے باپ نے انتقال کیا ہے کہ بجز چند جفت کبوتر کے کچھ متروکہ اس کا گھر  
 میں نہیں ہے میں دو روز کے فاقے سے یہ جوڑا حضور میں نذر کر لایا تھا سو حضور نے  
 ایک روپیہ دینا تجویز فرمایا ہے یہ سنتے ہی نواب صاحب نے کمال افسوس کیا اور  
 سو روپے اُس کو عنایت فرمائے وہ لڑکا دعا دیتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا اس میں  
 داروغہ باغ کے لڑکے نے ہنس کر کہا کہ زہے قسمت اس لڑکے کی کہ دو ٹکے مال کے  
 سو روپے لے گیا یہ سن کر نواب صاحب نے پسر داروغہ کے کان پر زور دیا اور فرمایا

جو خیر لکھنؤ میں رہتے تھے انھوں نے اس کا سبب یہ لکھا کہ جب حیدر بیگ خان کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے نواب سے عرض کیا نواب اُسی وقت سوار ہو کر ریڈنٹ کے پاس پہنچے اور اُس سے سارا واقعہ بیان کیا ریڈنٹ نے کانپور کی انگریزی فوج کے سپہ سالار کو لکھا کہ فوج واپس کرنی جائے اور کوئی سختی و نقصان جاگیر کے گاؤں میں نہ پہنچنے پائے چنانچہ یہ سپاہ اس لیے لوٹ گئی دو دن کے بعد حیدر بیگ خان کا خط جواہر علی خان کو اس مضمون کا پہنچا کہ ظاہر امتحار سی جاگیر کے آدمیوں نے انگریزی سپاہیوں پر زیادتی کی ہوگی اس لیے فلاں فلاں آدمیوں اور کوئال اور سیلون کے عامل کو لکھنؤ کو روانہ کر دو یہاں اخوند احمد علی نے پہلے ہی پیش بندی کر کے سب کو کپڑ کر پابز بن کر لیا تھا ان سب کو سلون سے بلا کر لکھنؤ کو بھیجا جہاں چھ ماہ تک رو بکاری رہی اور آخر کار انگریزی سپاہیوں کا مقصور ثابت ہوا اور ان بیچاروں نے نجات پائی۔

### نواب سالار جنگ کی وفات

سنہ ہجری میں نواب سالار جنگ کا مزاج علیل ہوا بہو بیگم صاحبہ والدہ آصف الدولہ بھائی کی عیادت کے لیے فیض آباد سے لکھنؤ میں آئیں اور ڈیڑھ مہینہ روزانہ چھی بچوں سے سوار ہو کر اُنکے مکان میں مزاج پر سسی کے لیے جاتیں جب بیمار سی نے طول کھینچا تو فیض آباد کو لوٹ گئیں اور چند روز کے بعد نواب سالار جنگ نے رحلت کی۔



کلکتے سے لکھنؤ تک بیٹھی ہوئی عتین اخوند احمد علی نے ہر عامل کو قوال کو تاکرید  
 کر دی تھی کہ ان ہر کاروں کی حفاظت بخوبی کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کو  
 کسی بات کی تکلیف پہونچے اور حکام بالاتاک شکایت جائے۔ اتفاقات تلنگے  
 دو کشتیان لے کر گنگا کو اتر کر میر گنج میں آئے اور غلہ خریدنے کا قصد کیا باہم  
 خرید و فروخت میں تکرار ہو گئی کئی دوکان داروں کو انھوں نے مار پیٹا بازار یوں  
 کو معلوم نہ تھا کہ یہ انگریزوں کے نوکر ہیں اور کانپور سے آئے ہیں سپاہیوں نے  
 اتنی سختی کی کہ ایک بٹے کو توار سے گھائل بھی کر دیا۔ پینٹھ کا دن تھا ہر قسم کے آدمی  
 بہت سے جمع تھے سب نے ایک کر کے مقابلہ شروع کیا سپاہی گھبرا گئے اور ڈر کر  
 بھاگے اور گھاٹ پر کشتیوں میں بیٹھنے کے لیے آئے قضا ر کشتیوں میں پہلے سے آدمی  
 بیٹھ گئے تھے جس سے یہ سوار نہو سکتے تھے کیونکہ بوجھ سے کشتیان چل نہ سکتی تھیں پیچھے  
 پیچھے بازار یوں کی پکار تھی کشتیوں کا بوجھ چلنے سے مانع تھا۔ جب بہت شور و غل  
 ہوا تو کشتیوں کے آدمی کود کود کر بانی میں جا پڑے اور تلنگوں نے ان میں ہوا ہوا کر  
 کشتیان چلا دیں یہ سپاہی کانپور پہونچے اور وہاں اس واقعہ کی اپنے افسر سے  
 شکایت کی اس نے ایک پلٹن اور نو توپیں تدارک کے لیے بھیجیں جب یہ پلٹن دریا  
 کو عبور کر کے آئی تو ہر طرف خوف سے شور و فساد برپا ہو گیا سادات رسول پور و  
 مصطفیٰ آباد کی عورتیں بے حد خوف کی وجہ سے چادرین اوڑھ اوڑھ کر پیا دہ  
 گھروں سے نکل کھڑی ہوئیں جس کا نون میں جا کر پناہ ڈھونڈھتیں ان اپنی ہی ہستی  
 کا ساحال پاتین جب یہ خبر فیض آباد میں پہونچی تو میان بڑی تشویش پھیلی بعد اس  
 کے دوبارہ فیض آباد میں خبر آئی کہ وہ توپیں اور پلٹن لوٹ گئی۔ بیگم صاحبہ کے



۱۲۲۳۰۰ روپیہ سالانہ کا تھا فقط اجنت کی تنخواہ ۲۲۸۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی  
 ہیستنگز صاحب جب لکھنؤ میں آئے تھے تو ان کا باڈی گارڈ مقرر ہوا تھا وہ  
 برخاست کیا غرض کہ لارڈ کارن والس نے روپے کو گھٹا کر چاس لاکھ روپیہ سالانہ  
 خرچ نواب کے فتنے رکھا مگر باعث ضعف انتظام نواب کم کرنا فوج انگریزی  
 حسب عہد نامہ ۱۸۱۷ء مناسب تصور نہیں ہوا۔ اور گورنر جنرل نے ۱۵ اپریل  
 ۱۸۱۷ء کو نواب کو لکھا کہ جو عہد نامہ انگریزی کمپنی اور نواب شجاع الدولہ کے  
 درمیان ہوا تھا اس میں طرفین کا نفع ملحوظ رکھا گیا ہے اور وہی مطلب آپ کی  
 اور کمپنی کی دوستی اور اتفاق میں ملحوظ رہا ہے پس جو اتفاق طرفین کی بہبودی  
 اور رفاه کے واسطے ہو اس کو پائدار ہونا چاہیئے اس سبب سے جب سے کہ میری  
 تقرری یہاں امورات کے انتظام کے لیے ہوئی ہے میری نیت ہمیشہ اس پر متوجہ  
 رہی ہے کہ یہ اتفاق دوستانہ مضبوط اور مستحکم ہو چونکہ میں کمپنی کے اور آپ کے ملکوں  
 کو یکساں تصور کرتا ہوں تو حفاظت آپ کے ملک کی ضروری ہوئی اس سبب سے کہ  
 وہ سرحدی ملک ہے اور اس میں غیر کا حملہ ممکن ہے اور یہ حفاظت کمپنی کی فوج  
 کی مدد کے بغیر بخوبی نہیں ہو سکتی اس لیے میں آپ کے روپر وہ امور ظاہر کرتا ہوں  
 جو بہت سے غور و تامل کے بعد میرے نزدیک مناسب ہیں۔ فوج مقیم فتح گڑھ کے  
 باب میں جسکی برخاستگی عہد نامہ چار گڑھ ۱۸۱۷ء کے مطابق ہوئی ہے میں صلاح  
 دیتا ہوں کہ وہ برخاست نہ کی جائے بلکہ وہاں مقیم رہے۔ یہ صلاح اس وجہ سے  
 دیتا ہوں کہ آپ کا ملک وسیع ہے اور جو فوج وہاں مقیم ہوگی وہ آپ کے ملک  
 کی حفاظت کے واسطے ضرور کارآمد ہوگی۔ اگرچہ بالفعل کوئی فوج کشی آپ کے ملک پر



لارڈ کارن والس کے پاس کلکتے کو حیدر بیگ خان  
کا آصف الدولہ کی طرف سے جانا کہ سپاہ انگریزی کا بوجھ  
ریاست کے سر سے اُتارین

جبکہ ہیسٹنگز صاحب کی جگہ لارڈ کارن والس گورنر جنرل ہوئے تو آصف الدولہ  
نے حیدر بیگ خان کو کلکتے کو بھیجا۔ حیدر بیگ خان آخر محرم ۱۲۰۰ھ ہجری مطابق نومبر  
۱۸۱۶ء میں براہ خشکی لکھنؤ سے کلکتے کی طرف روانہ ہوئے ۹ ربیع الاول کو عظیم آباد  
کے علاقے میں پہونچے ایک دن وہاں ٹھہر کر آگے کو کوچ کیا۔ کلکتے کو پہونچ کر گورنر جنرل  
سے ملے۔ نواب آصف الدولہ کا اُنکے بھیجنے سے مطلب یہ تھا کہ سپاہ انگریزی کا بوجھ  
اپنی گردن سے ٹالیں۔ اور فتح گڑھ کے برگیدہ کو جس کے بلالینے کا وعدہ ہیسٹنگز صاحب  
کر گئے تھے اپنے ملک سے نکالیں حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نو برس سے  
چوراسی لاکھ روپیہ سالانہ انگریزوں کو دیتے تھے ۱۸۰۰ء کے عہد نامے کے  
مطابق اُن کو ۳۱۲۰۰۰ روپیہ اور ۱۸۰۰ء کے صلح نامے کے موافق ۳۴۲۰۰۰  
روپیہ دینا چاہیئے تھا۔ گورنر جنرل نے جو ملازمان نواب اودھ کا روپیہ بیٹھے  
کھا ہے تھے اُس کا انتظام کر دیا اور بہت خرچ گھٹا کر ایک پورے برگیدہ کا خرچ  
اُنکے ذمے رکھا جو ہمیشہ اُن کی حفاظت کے لیے تیار رہے کیونکہ سکھوں کا خوف اودھ  
کے نیچے لگا ہوا تھا اُسی قدر سپاہ اُن کے ملک کے لیے کافی تھی پھر صاحب کو جو  
گورنر جنرل کے اجنٹ صرف اس لیے لے رہے تھے کہ نواب آصف الدولہ اور گورنر جنرل  
کے خطوط ایک دوسرے کے پاس پہونچائیں موقوف کر دیا اس اجنٹ کا خرچ

تمام ملک ہندوستان میں دیکھو فساد اور خرابی ہو رہی ہے مگر آپ کے ملک میں امن و امان جاری ہے اس صلاح کی تائید میں اور بہت سے دلائل قوی تر بیان ہو سکتے ہیں مگر میری رے میں جس قدر میں نے بیان کیا ہے اُس کا نتیجہ بھی کم نہیں اور اُس سے آپ کی رے میں بھی میری صلاح قرین مصلحت ہوگی۔ اس واسطے زیادہ طول دینا مصلحت نہیں رکھتا میرا مقصد ارادہ یہ ہے کہ آپ کو تکلیف اُس خرچ سے زائد جو کمپنی کا آپ کی دوستی اور آپ کے ملک کی حفاظت کے باعث سے ہوتا ہے نہ دی جائے اور جو حساب میرے پاس ہے اُس سے ظاہر ہے کہ بچاس لاکھ فیض آبادی سکے سولہ سہ نہ کا خرچ ہوتا ہے۔ اسی روپے میں ذاب سعادت علی خان کا وثیقہ اور روسیوں کی تنخواہ اور رزیدنٹ منجانب گورنمنٹ انگریزی کے اخراجات شامل ہیں۔ الفصہ میری تجویز اور نیت یہ ہے کہ اُس عہد نامے کی منظوری کی تاریخ سے آپ سے زیادہ اُس بچاس لاکھ روپے سے نہ لیا جائے گا اور کسی طرح کا مطالبہ نہ ہوگا اگر آپ بعد ازیں کمپنی سے زیادہ فوج طلب کریں گے تو اُس کا خرچہ واجباً اس کے سوا آپ کو دینا ہوگا اور اگر کوئی ہمدرد بر گئیہ یا رسالہ سواران میں سے واپس طلب کیا جائے گا یا فوج میں زیادہ کمی ہوگی اُسی قدر حساب واجباً کر کے آپ کو دلاؤں گا۔ اس نظر سے کہ اس عہد نامے کے مطالب میں کوئی وجہ اختلاف رے کی باقی نہیں میں آپ کو اطلاع دینا ضروری تصور کرتا ہوں کہ اگر کسی ضرورت پر کچھ تبدیلی اس فوج میں واقع ہوخواہ بایزادی یا کمی رسالہ سواران و پیداوگان کی تو یہ شرائط مانع اُسکی نہ ہوں گی اگر کل فوج میں زیادہ کمی واقع نہ ہو اور یہ بھی واضح ہو کہ اس تبدیلی کے عوض کچھ زیادہ آپ سے مطالبہ نہ ہوگا۔ ایک رزیدنٹ جیسا اب ہے



خیال میں نہیں ہے مگر آخر کار آپ کے ملک کی حفاظت فوج موجودہ ملک پر  
 منحصر ہوگی اور جب تک فوج آپ کے ملک میں رہے گی اُس وقت تک کوئی خیال  
 فوج کشی بھی آپ کے اوپر نہ کرے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ فوج کمپنی کی دلاوری  
 اور قوت اگر جھگکا ہون میں آزمانی گئی ہے یہاں تک کہ جب اُسکے دشمن کی فوج  
 اُس سے بیس گنی بھی زیادہ تھی تاہم اُسکی قوت اور طاقت ظاہر ہونی ہے اور  
 خدا کی برکت سے وہ ہمیشہ اپنے دشمن پر زور آور رہے گی اور فتحیاب ہوگی۔  
 مگر چونکہ ہمیشہ واقعات جنگ میں شبہ رہا کرتا ہے تو عقل و احتیاط مقتضی اُسکی  
 ہے کہ ہر ایک تدبیر ممکن الوقوع عمل میں آئے تاکہ یقین فتح ہماری طرف عائد ہو  
 آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ کچھ نسبت کمپنی کی فوج میں اور آپکی فوج میں نہیں ہے  
 اور یہ کہ بغیر مدد کمپنی کی فوج کے آپکی حکومت اور آپ کا ملک محفوظ نہیں رہ سکتا  
 مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میری رائے پر غور کریں گے تو آپ کو راستی میرے بیان کی  
 معلوم ہوگی اور آپ قیام ایسی فوج کا منظور کریں گے جس کی دلاوری اور قواعد پر  
 اعتبار کلی ہے اُنکے مقابلے میں جو قواعد جنگ کچھ نہیں جانتے اور مجھے شک نہیں کہ  
 آپ خرچ زائد اس فوج کا منظور کریں گے کیونکہ اس سے حفاظت ملک مقصود ہے  
 اس واسطے میں بلاتامل صلاح دیتا ہوں کہ آپ اُس قدر اپنی فوج کو برخاست  
 کریں گے جس قدر اس زائد کار آمد فوج کے قیام کے واسطے کفیف ہوگا اور یہ بھی آپ  
 کو معلوم ہو کہ جس قدر وہ یہ اس فوج کے لیے ضروری ہے وہ آپ کے ملک میں  
 صرف ہوتا ہے اصل مطلب اس صلاح کا یہ ہے کہ آپ کے ملک کی حفاظت کی تدبیر  
 کامل ہو اور آپ کو اس امر کا یقین ہوگا کہ ہماری حمایت کا فائدہ کیا ہے۔ کیونکہ

اور انگریزی ریڈیٹنٹ وہاں سے اب خواہ بعد اختتام سنہ ۱۸۵۴ء کے طلب  
کر لیا جائے گا اور بعد اس سنہ کے وہ وہاں نہ رہے گا اور نہ دوسرا امور ہو گا اس  
بائے میں بسبب اس کے کہ اب تک مداخلت اس گورنمنٹ کی اس ضلع کے بندوبست  
میں تھی میں آپ کو اطلاع دینی مناسب تصور کرتا ہوں کہ آپ نواب مظفر جنگ  
کے حقوق کا لحاظ رکھیں گے اور اگر کسی وجہ سے آپ کو فرخ آباد کے معاملات  
کا انتظام کرنا پڑے تو آپ وعدہ کریں کہ آپ اس علاقے کی آمدنی سے کافی روپیہ  
مظفر جنگ کے اچھی طرح گزارے کے لائق علیحدہ کر دیں گے اور چونکہ مظفر جنگ  
کی ان اور بھائی دل دلیر خان اور دیپ چند دیوان سابق نے انگریزی گورنمنٹ  
کے ساتھ وجوہ دوستی ظاہر کی ہیں اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ کچھ گزارہ  
انکے لیے بلا واسطہ مظفر جنگ تجویز ہو۔ یہ مشہور ہے کہ دل دلیر خان کو مظفر جنگ  
اپنا دشمن تصور کرتا ہے اور جو اعتبار کہ دل دلیر خان پر اس گورنمنٹ کا ہے اس  
کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اگر اس کی پورے طور پر حفاظت نہ ہوگی تو وہ مظفر جنگ کی  
ٹھگی سے نقصان اٹھائے گا اس لیے میری آرزو ہے کہ آپ وعدہ کریں کہ خاص  
ان لوگوں کی نیشن مظفر جنگ کے خرچ میں سے ان کو علیحدہ ریڈیٹنٹ کی معرفت  
دلوایا کریں۔ اس حساب کی رو سے جو آپ کے اور کمپنی کے درمیان میں ہے ظاہر ہوتا  
ہے کہ آپ کے فتنے بہت باقی ہے مگر حسب نیت مذکورہ بالا میں نہیں چاہتا کہ آپ کو زیادہ  
دینے کی تکلیف ہو۔ مگر جو ضروری اخراجات ہوں ان کا ادا کرنا ضرور ہے میں  
اس واسطے صلاح دیتا ہوں کہ اب جس تاریخ سے یہ عہد نامہ قرار پائے گا آپ  
اس تاریخ کو تمام بقایاے تخواہ فرج جو آپ کے ملک میں موجود ہے اور ریڈیٹنٹ



آپ کے دربار میں رہے گا مگر چونکہ یہ اسے کمپنی کی ہے اور میرا اودھ ہے کہ آپ کی حکومت میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی جائے اس لیے احکام نامہ کی کمی ریزیڈنٹ کے نام جاری ہون گے کہ وہ مداخلت خود نہ کرے اور نہ کسی رعایاے انگریزی کی طرف سے معافی محصول وغیرہ کا یا کسی اور طرح کا دعوے بذریعہ حکم گورنمنٹ انگریزی کے پیش کرے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمام انتظام آپ کے ملک کا آپ کے اور آپ کے اہلکاروں کے سپرد رکھ کر میں غیر کی مداخلت کا اندھا دیکھا اور نا کہ یہ امر حاجت وقوع میں آئے میں صلاح دیتا ہوں کہ آپ کسی یورپین کو اپنے ملک میں بغیر میرے حکم تحریری کے رہنے نہ دیں اور اگر میں کسی کو ایسی اجازت یا حکم دوں گا تو منافی عقل آپ کے پاس بھیجی جائے گی اگر کوئی یورپین بغیر میری اجازت تحریری کے آپ کے ملک میں جا کر رہے تو آپ اس کو زبردستی اٹھا دیں اور اگر اس کی طلبی ہو تو آپ صاحب ریزیڈنٹ کے پاس جو کمپنی کی جانب سے ہے گا اس کو بھیج دیں میں نے جو حالات گذشتہ ملاحظہ کیے اور آپ کی دوستی کا حال جو آپ کے اور کمپنی کے درمیان میں مشہور عام ہے دیکھا تو مجھے حال ذیل لکھنا مناسب تصور ہوا۔ کہ چند سال گذشتہ میں آپ کے ملک والوں نے خود عرضی سے اکثر استغاثے گورنمنٹ انگریزی میں کیے ہیں جس کے سبب سے بدنامی آپ کے انتظام کی ہوئی ہے میرا ارادہ یہ ہے کہ اس کا اندھا دہو اور میں نے کچھ توجہ اُن کے استغاثے پر نہیں کی ہے۔ مگر چونکہ دوستی باہم مشہور ہے اس لیے اگر آپ انصاف کو کارفرما میں تو طرفین کی نیکیاں اور شہرت کا موجب ہے۔

فرخ آباد کے بارے میں عہد نامہ چار گڑھ کی شرط چارم کا لحاظ رہے گا

صراحت کے ساتھ حیدر بیگ خان سے ان تحائف کے نہ لینے کا عذر کر دیا حیدر بیگ خان  
تھوڑے دنوں کلکتے میں رہ کر گورنر جنرل سے رخصت ہوئے اور جس راستے سے  
گئے تھے اُسی راستے سے لوٹے۔ عظیم آباد میں باقی پور کے پاس چند روز توقف کر کے  
لکھنؤ پہنچے اس سفر میں بہت سارے پیہ اہل حاجات کو دیا تھا بعض کہتے ہیں کہ  
انہوں نے اس کام میں ایک لاکھ روپے صرف کیے بعض اس سے بھی زائد بتاتے  
ہیں۔ اس کارروائی کے ظہور سے نواب آصف الدولہ حیدر بیگ خان سے بہت  
خوش ہوئے اور انکو سب سے زیادہ دو تحفہ سمجھنے لگے۔

## نواب وزیر کی طرف سے گورنر جنرل کی تحریر

### کا جواب

نواب وزیر نے گورنر جنرل کی تحریر کے جواب میں ایک خط جولائی ۱۸۵۷ء میں  
اُن کو لکھا کہ آپ کی دوستانہ تحریر پونجی مضمون اُس کا یہ ہے کہ کمپنی کا اور آپ کا یہ صمیم  
ارادہ ہے کہ میری حکومت اور انتظام میں مداخلت نہ ہوگی اور ریڈنٹ لکھنؤ کو  
حکم تاکید ہوگا کہ وہ نہ آپ مداخلت کرے گا اور نہ کوئی شخص آپکا ماتحت کسی طرح کی  
مداخلت کرنے پائے گا۔ اور میرے ملک کی حکومت میرے اور میرے اہلکاروں کے  
متعلق رہے گی۔ اور غیر کی مداخلت بالکل سدود ہوگی۔ نواب حیدر بیگ خان نے  
اُن سب امور کو مفصل بیان کیا جو آپ کی مہربانی اور الطاف کے سبب میرے  
کاموں کے بندوبست کرنے کا باعث ہوئے مجھے نہایت خوشی ہوئی میں ہمیشہ  
آپ کی نیک نیتی کے تصور میں خوش تھا اب اُس کے نتیجے دیکھ کر خوش ہوتا ہوں اور



اور نواب سعادت علیخان اور سرداران روہیلہ کا خرچ اور نیز زربقاسے مسٹر  
اندر سین ادا کر دین اور باقی جو کچھ رہے گا وہ حساب کے کاغذات سے حکم ہوگا  
اور اس گورنمنٹ کے قرضے کے طور پر آپ کے فتنے تصور نہ کیا جائے گا جو مطالب  
کہ اس میں لکھے گئے ہیں ان کے بارے میں اکثر گفتگو حیدر بیگ خان سے ہوئی  
وہ آپ کا بڑا اخیر خواہ ہے اور دونوں سرکاروں کا دوست ہے اور چونکہ وہ آپ  
کے کل امور سے واقف اور آپ کا معتبر ملازم اور وزیر اعظم ہے اس لیے میں نے اسکو  
امور فوائد باہمی کا مجاز تصور کر کے بلا تامل اس سے وہ سب حال جو میری رائے  
میں فوائد طرفین کی ترقی کے لیے مناسب اور مفید تصور ہوا کہا ہے اور میری  
رائے میں اس سے کہنا بمنزل آپ کے ساتھ کہنے کے ہے مگر چونکہ آپ کی منظوری بھی  
شرائط مقبولہ حیدر بیگ خان کے لیے ضرور ہے اس لیے میں نے مناسب تصور  
کیا کہ علت غائی اس کی اس تحریر میں درج کروں باقی حال مفصل حیدر بیگ خان  
آپ سے بیان کرے گا۔ آپ اطمینان رکھیں کہ نہایت ایمان داری سے تمام شرائط  
کی تعمیل آنریبل کمپنی کی طرف سے کر دینگا۔

طلمس ہند میں لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان نے کروڑ روپے کا جواہرات گورنر جنرل  
کی نذر کیا تھا انھوں نے اپنی عالی ہمتی سے کہا کہ اس تحفے کے عوض کوئی نایاب شے  
نواب وزیر کے پاس اپنی طرف سے روانہ کروں اس سے بہتر یہ ہے کہ یہی تحائف نواب  
وزیر کو ہماری طرف سے پہنچا دو۔ تاریخ مظفری میں بیان کیا ہے کہ گورنر جنرل نے  
اصف الدولہ کے تحائف اس وجہ سے نہیں قبول کیے کہ وہ ولایت میں بخیل ٹھاکر  
آئے تھے کہ میں ہندوستان کے کسی رئیس کا تحفہ نہیں لون گا اور انھوں نے



جو فوج اب فتح گرٹھ اور کانپور میں ہے وہ بدستور قائم رہے اور اپنے بھائی  
سعادت علی خان اور سرداران روہیلہ کی تحواہن اور رزیدنٹی اور دوسرے  
انگریزوں اور رزیدنٹ ہمراہی مہاراجہ سیندھیا کے اخراجات اور ڈاک کا  
خرج وغیرہ بھی جو اپنے پچاس لاکھ روپیہ مقرر کر دیا ہے کہ میں دیا کروں یہ مجھے  
منظور ہے۔ اور آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میرا خرچ اس پچاس لاکھ سے  
زیادہ نہ ہوگا اور کسی طرح کا مطالبہ اسکے سوا نہ ہوگا۔ اور یہ بھی درج فرمایا ہے  
کہ جب کبھی کوئی ان دو برگید میں سے یا رسالہ سواروں میں سے واپس طلب  
کیے جائینگے یا زیادہ کمی اس فوج میں ہوگی تو کمی خرچ کے مطابق روپیہ کمی کا اس  
پچاس لاکھ میں سے مجرا ہوگا میں یہ بھی منظور کر کے فرد قسط بندی ارسال کرتا ہوں  
اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہمیشہ مہربان اور عنایت فرما میرے حال پر رہینگے جس سے  
میری بہبودی اور آسائش کا باعث ہوگا آپ کے مہربانی نامے کے ہر امر کا جواب  
میں نے نہیں دیا ہے اسوجہ سے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ضرور اس مزاح میں تشریف لائینگے  
پس بروقت ملاقات ہلہ میں دوستانہ گفتگو کی جائیگی۔ اب یہ خیال کر کے کہ آپ کے  
حکم کی تعمیل اور آپ کی رضا جوئی اہم مراتب دوستی سے ہے میں نے اپنی منظوری  
تحریر کی۔ فرخ آباد کے بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مثل سابق میرے  
ماتحت رہے گا اور رزیدنٹ جو وہاں مقیم ہے وہ خواہ اس وقت خواہ کس وقت  
فصلی کے ختم ہونے کے بعد برخاست ہوگا اور سنہ مذکور کے بعد وہ وہاں نہیں گا  
اور نہ کوئی اور اسکی جگہ مامور ہوگا۔ اور آپ حکم دیتے ہیں کہ میں مظفر جنگ  
کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤں ان کے حقوق کا لحاظ رکھوں۔ اور جبکہ انتظام امور



اس قدر شکر گزار ہوں کہ اُس کا ایک ششمہ بیان کرنے کے واسطے دفتر چاہیے مشہور ہے کہ نواب مرحوم کی زندگی میں اور اُن کے انتقال کے وقت اور میری جانشینی اور حکومت کے زمانے میں انگریزوں کی دوستی کامل اور مستحکم اور بے ریا رہی ہے اور اس کی عنایت سے آئندہ یوگائیو مارتی پذیر ہوگی اس وقت میں ایسا بڑا رئیس صاحب علم و خیر اختیارات کل اور حکومت کامل کے ساتھ میرے ملک کے انتظام کے واسطے آیا میں سمجھتا ہوں کہ ایسے رئیس کا ورد و صرف میری خوش نصیبی سے ہوا مجھے امید قوی اور اطمینان کامل ہے کہ میرے تمام کام میری مرضی کے موافق سرانجام پائیں گے فوج مقیم فتح گڑھ کے قائم اور جاری رہنے کے باب میں جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ مثل سابق قائم رہے میں نے بخوبی غور کیا اور سمجھا یا وجود کیا میرے ملک کا بڑا صرف اُس فوج کے سبب سے سال بہ سال ہوتا ہے سابق میں جو عہد و پیمان سرداران انگریزی کے ساتھ اس بارے میں ہوئے ہیں اور جس طریق پر یہ معاملہ بہت سی گفتگو کے بعد طے ہوا ہے اُس سبب سے آپ بخوبی واقف ہیں بہر حال مجھے آپ کی توجہ سے بہتری اور بہبودی کی امید ہے اور مجھے لازم آیا کہ اُس کا اصل مفصل حال بیان کر دوں مگر میں نے سنا ہے کہ آپ اس طرف تشریف لاتے ہیں یہ میری عین دلی خواہش ہے اور آپ کی ملاقات سے مجھے خوشی حاصل ہوگی اس واسطے اس مطلب کو اُس وقت پر منحصر رکھا۔ اور یہ ضروری تصور کیا کہ اول آپ کی مہربانی حاصل کر دوں بعد اُس کے آپ مہربانی و الطاف سے جو مشہور عام ہے وہ تجویز فرمائیں جو میری بہبودی اور خوشی کا باعث ہو اور آپ کو بھی منظور ہو اس لیے آپ کی رضا مندی اور خوشی کے قائم رکھنے کے لیے میں منظور کرتا ہوں کہ



زراخراجات فوج وغیرہ نواب صاحب کے خط کے ساتھ مرسل خدمت ہے اور  
 مین ایک ہندسی اُس قدر روپے کی جس قدر دو مینول صاحب نے فرمایا تھا کہ  
 ماہ فروری شہ ۱۱۷۷ء تک فوج کو چاہیے بھیجا ہوں اور دو ہندیان اُس روپیہ  
 کی بابت بھی جو شاہزادوں اور نواب سعادت علی خان کی تنخواہ کا فروری شہ ۱۱۷۷ء  
 تک ہے بھیجا ہوں یہ سب حضور کے ملاحظے میں گذرینگے۔ چونکہ مجھے سفر میں  
 بہت عرصہ ہو گیا اسلئے اکثر طریق کار روانی میں بد انتظامی واقع ہوئی ہے اور  
 توقف اور تساہل بھی زمر سرکار کمپنی کی ادائیگی میں ہو گیا اور اب کمپن میں  
 آگیا ہوں اور فصل کے تردد وغیرہ کا وقت ہے مین سرکار کے کام میں مصروف  
 ہوں اور اسد کی مدد اور حضور کی عنایات سے ہر ایک کام کا انتظام ہو جائیگا  
 اور جو زیر یافتنی کرنیل ہارپر صاحب اور دوسرے صاحبان انگریز کا ہے وہ جلد  
 بعد تحقیقات آخر ماہ فروری شہ ۱۱۷۷ء تک ہوگا ہنگام وجوب تک ادا ہو جائے گا۔  
 روپیہ قسط بندی بابت اخراجات فوج ابتداءً مارچ شہ ۱۱۷۷ء سے جون شہ ۱۱۷۷ء  
 تک سرکاری خزانے میں داخل ہو گیا اور آئندہ اسد کی عنایت سے ماہ بمابہ  
 قسط بندی کے مطابق ادا ہوتا رہے گا۔ امید کہ تحریرات عالی سے سرفراز  
 ہوتا رہوں۔

گورنر جنرل کی لکھنؤ میں تشریف آوری۔ عہد نامہ تجارت

کارن والس صاحب آپ ہی لکھنؤ میں آئے سلطنت کی طرف سے رسم استقبال  
 اور دعوت علی قدر مراتب حسن و خوبی کے ساتھ ادا ہوئی۔ تاریخ مظفری میں لکھا ہے



ضلع مذکور کا مناسب متصور ہو تو معقول نیشن نواب مظفر جنگ کے لیے مقرر کروں  
اور نواب مظفر جنگ کی مان اور اُنکے بھائی دل دلیرخان اور راسے دیپ چند  
دیوان سابق نے جو خواہش دلی گورنمنٹ انگریزی کمپنی کی نسبت ظاہر کی ہے  
یہ ضرور ہے کہ کچھ گزارہ اُن کا بلا واسطہ نواب مظفر جنگ کے مقرر ہو چونکہ نواب  
کی دشمنی اُن کے ساتھ ظاہر ہے اور دل دلیرخان پر گورنمنٹ انگریزی کا اعتبار  
ہونے کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اُسکی حفاظت نہوگی تو مظفر جنگ  
کی وجہ سے اُس کو تکلیف ہوگی مین اُسکے واسطے کچھ گزارہ مظفر جنگ کی زرنیشن  
مین سے مقرر کر کے لکھنؤ کے رزیڈنٹ کی معرفت اُسکو دلایا کروں مین ان سب امور  
مین آپکے حکم کی تعمیل کروں گا اور مظفر جنگ کی مان اور دل دلیرخان اور  
راسے دیپ چند کو رزیڈنٹ کی معرفت گزارہ دلویا کروں گا اور اُن کو حفاظت  
مین رکھوں گا امید کہ ملاقات حاصل ہونے تک تحریرات سے معزز اور مسرور  
ہوتا رہوں اس خط کے ساتھ بچاس لاکھ روپے کی قسط بندی بھی بھیجی گئی تھی  
حیدر بیگ خان نے اپنی طرف سے بھی ایک عریضہ گورنر جنرل کو بھیجا جسکا  
مضمون یہ ہے "سابق مین ایک عرضی اپنے لکھنؤ مین پہنچ جانے کے حال کی حضور  
کی خدمت مین بھیجی ہے یقین ہے کہ ملاحظے مین گذری ہوگی۔ اب حضور کی تحریر  
وستانہ کا جواب نواب وزیر کی جانب سے بھیجا جاتا ہے اُس سے حضور کی رضامندی  
کا حال نواب وزیر کی طرف سے واضح راسے عالی ہوگا حضور نے اُن کے امور مین  
از حد مہربانی ظاہر فرمائی ہے اور یقین ہے کہ آئندہ بھی وہ ہی عنایات اُنکی نسبت  
مرعی رہیں گی کیونکہ اُن کو حضور کی ذات سے نہایت توقع ہے ایک فرد قسط بندی

## تاریخ وفات

زین جہان نواب حیدر بیگ خان عازم ملک عدم گردید ہے  
سال تاریخ وفاتش پیر عقل گفت حلت کرد امیر الدولہ

اپنی وفات سے پہلے اُنھوں نے اپنے تمام نقد و جنس کی فرو تیار کر کے نواب زین کے پاس بھیج دی اور لکھا کہ یہ مال سرکار کا ہے چاہیں لین اور چاہیں بخشیں اکبر علی خان حسین علی خان اپنے دونوں بیٹوں کو نواب کے سپرد کر دیا اُنکے متر و کات میں بیس لاکھ روپے کے قریب نقد و جنس تھا اُسکے بھی کم سن تھے۔ چونکہ نواب وزیر حسن خدمات حیدر بیگ خان سے سرور تھے اسلئے وہ مال و اسباب ضبط نہ کیا اُنکی اولاد کو بخش دیا اور اُنکی تنخواہ بھی اُن کے بیٹوں پر مقرر کر دی۔

شیو پرشاد نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان کے بعد راجہ ٹکٹلے کی ذات پر نظم و نسق کا رد و بار کا مقرر ہو گیا جو سابق میں چارون صوبوں کا دیوان کار پر واز مالی و ملکی تھا اور اُسکو وزیر نے مہاراج اورراج نرندر راجہ ٹکٹلے بہادر خطاب دیا اور راجہ دھنپت رائے خزانے کا کام کرتا تھا اور راجہ بلا سر رائے پیشکار بخشی گری کا کام کرتا تھا۔ گیان پرکاش میں نواب آصف الدولہ کے ہندوکار پر وازوں کا اس طرح تذکرہ کیا ہے کہ راجہ خوشحال رائے پسر راجہ نول رائے الہ آباد کا صوبہ دار رہا اور راجہ بھگوانداس کا بڑا بیٹا رائے بہادر سنگھ اور چھوٹا بیٹا رائے بالک رام دونوں جھاؤ لال کی رفاقت میں کام کرتے ہیں اور کارخانجات سکے کاموں پر مامور ہیں اور راجہ بھگوانداس جو راجہ جھاؤ لال کا بڑا دوست تھا خطاب اُنکی



کہ اول ملاقات میں آصف الدولہ نے گورنر جنرل کو تحفے پیش کیے انھوں نے  
 کچھ نہ لیا اور وہی عذر بیان کیا جو حیدر بیگ خان سے کیا تھا۔ جب آصف الدولہ  
 گورنر جنرل سے ملنے کو گئے تو انھوں نے ولایت فرنگ و انگلستان کے تحفے نواب کو  
 دیے نواب نے انکی خاطر سے دو ایک چیزیں لے لین باقی وہیں چھوڑ دیں۔ پھر  
 گورنر جنرل آصف الدولہ سے رخصت ہو کر بنارس کی طرف راہی ہوئے۔  
 ۲۰۰۰ بھری میں ایک عہد نامہ تجارت سرکار کمپنی کے ساتھ قرار پایا جس  
 کی رو سے ایک محصول فی صدی قیمت اجناس پر لینا تجویز ہوا اور زمینداروں وغیرہ  
 کو ممانعت ہوئی کہ محصول گذرات کا نہ لیا کریں۔

### امیر الدولہ حیدر بیگ خان کی وفات۔ ملکی انتظامات

حیدر بیگ خان مدت تک اودھ کے انتظام میں مصروف رہے۔ نواب وزیر  
 کے غیر طلب تھے۔ تشخیص اور تحصیل کا کام خوب کیا رعایا بھی راضی رہی مگر فوج و سپاہ  
 میں انگشت نہا تھے۔ شیو پر شاد نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان نے  
 کلکتے جا کر ایسا معاملہ درست کیا کہ کوئی صاحب حکم فرنگی نواب کے علاقے میں نہیں  
 مگر اس قدر خرابی کی کہ سپاہ کی تنخواہ کم کر دی اور ملک کی خبر گیری کی حیدر بیگ خان  
 ایک سال سے ضعف معده کے عارضے میں مبتلا تھے مگر دو تین مہینے سے دستوں  
 کا ایسا عارضہ پیدا ہوا کہ اُسٹھنے بیٹھنے کی طاقت جاتی رہی علاج سے کسی طرح  
 نفع نہوا وائل ذیقعدہ ۱۲۰۰ بھری میں شہباز اجل کا شکار ہوئے کشمیری باغ  
 واقع لکھنؤ میں دفن ہوئے۔

بہت دور دور سے طلب ہوئے تھے اور سب کو حکم ہوا تھا کہ اپنی اپنی رائے سے  
 نقشے اس مکان کے لیے پیش کریں تاکہ یہ تھی کہ کسی عمارت کی نقل ہو اور یہ  
 مکان ایسا تیار ہو کہ کبھی پشیر ایسا نہ بنا ہو اور جتنی تعمیرات مشہورہ ہیں سب  
 زیادہ خوش قطع اور خوش اسلوب ہو۔ کفایت الہدایک شخص تھا جسکی تہذیب  
 یہ تیار ہوئے اور جیسا اب وہ موجود ہے اُس سے ظاہر ہے کہ جو شرائط نواب  
 کی یقین انہیں کی نہیں ہوئی ہے یہ عمارت اسقدر مضبوط ہے جبکہ خوبصورت اور خوش قطع  
 ہے بنیاد اسکی بہت عمیق ہے اسکے دالان کا طول ساڑھے گز اور عرض بیس گز ہے  
 بعض نے یون لکھا ہے کہ اسکی وسعت ۱۶۷ فٹ سے ۵۲ فٹ تک ہے یہ چھت  
 ایک سو بیس فٹ چوڑی بالکل لداؤ کی بنی ہوئی بے ستون کھڑی ہے شاید دنیا  
 میں کوئی ایسی چھت نہ ہوگی اصف الدولہ بعد وفات اس میں دفن ہوئے  
 لاکھوں روپے کا قیمتی اسباب اس امام ہائے میں سجایا گیا اور کالج کا سامان قیمتی  
 ایک لاکھ روپے ڈاکٹر فلتن صاحب کی معرفت طلب کیا مگر نواب کی رحلت کے بعد  
 یہ اسباب لکھنؤ میں پہنچا۔ مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ جس زمانے میں اس  
 امام ہائے کی تیاری شروع ہوئی تو اُس وقت سخت فحط سالی تھی غلہ روپے کا  
 آٹھ سیر بکتا تھا شاعرون نے اسکی تاریخیں لکھی تھیں یہاں بھی اُن میں سے بعض  
 کو نقل کیا جاتا ہے۔

آستان شہید ابن شہید
---------------------

ولہ
-----

قصر شاہ کربلا آل نبی
----------------------



کے ساتھ سفر فرما کر بریلی وروہیلکھنڈ کا صوبہ دار رہا اور راجہ جولا سرا کے راجہ کیمٹ رائے کا رشتہ دار ہے کاروبار مالی و ملکی میں اُسکی ذات پر بھی دار مدار تھا اس شخص نے امام باڑہ اور مسجد بنائی تھی۔

## نواب آصف الدولہ کے عہد کی تعمیرات

کوٹھی بیبا پور (بیانی بی پور) اس کو نواب آصف الدولہ نے سیرگاہ و شکار گاہ کے طور پر تعمیر کرایا تھا اور وہاں جا کر سیر و شکار کیا کرتے تھے۔ یہاں وزیر علی خان قید ہوا تھا۔

پل منجھتہ نواب آصف الدولہ نے قریب شہر کے دریائے گومتی پر تعمیر کیا تھا اُسکی تاسیخ صراط مستقیم ہے۔

دیگر

پل نو بنا گشت بر گو متی

بند میر نیک و بقل رزمین

چو از فہم خود سال او خواہم

بگشتا پل اسوار و متین

بڑا امام باڑہ نواب نے شہر ہجری میں ایک عالی شان امام باڑہ اور

ایک بڑی مسجد اور رومی دروازہ تعمیر کرایا ان عمارتوں کی چھتوں میں ایک توبہ

لکڑی کا نام نہیں سب چھتیں ذات کی ہیں امام باڑے کی عمارت گویا تعمیرات لکھنؤ میں

سب سے بہتر و اعظم ہے اور آصف الدولہ کی سلطنت کے بڑے کاموں میں شمار

کی جاتی ہے نواب محمد نے بیشمار روپیہ اُسکی تعمیر میں صرف کیا تھا اس کا خرچ

دس لاکھ روپے بتاتے ہیں شاید اس میں کچھ مبالغہ بھی ہو کار گیر اس کام کے واسطے

بجانب است رہتا ہے یہ تعمیر یعنی دو تختانہ مشتمل ہے متعدد مکانات پر جو متصل ایک دوسرے کے ہیں گران میں کچھ ہنر سمار و نکاح صرف نہیں ہوئے ان مکانات میں نواب آصف الدولہ اور اُنکے علمے رہا کرتے تھے جب نواب نے فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ کو اپنا دارالقرار ٹھہرایا اور خاص محلہ نواب کا انھیں کے نام سے مشہور تھا یعنی جس مکان میں وہ آپ رہا کرتے تھے اُسکو آصفی کوٹھی کہا کرتے تھے مگر جب سعادت علی خان بعد اُنکے مسند نشین ہوئے اور قیام اپنا انھوں نے فرح بخش میں مقرر کیا تو یہ مکانات خالی رہے اور اس سبب سے خسہ و شکستہ ہو گئے۔

گیان پرکاش کا مؤلف آصف الدولہ کی تعمیر عمارت کی بڑی تعریف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ نواب نے باغ اور باغیچے اور صد بارہ دریاں اور ہنریں اور حوض اور پانی کے خزانے اور فوارے اور حمام خشکی و سنگین اور شیشے کا محل بے مثل اور ہاتھی دانت کا بنکھ بنوایا۔ اور نواب نے سات لاکھ روپیہ حاجی محمد طہرانی کی معرفت ہنر فرت سے ایک ہنر نجف اشرف میں لانے کے واسطے بھیجا اس کام میں مدد کے لیے مرزا حسن رضا خان اور خواجہ عین الدین انصاری نے بھی روپیہ دیا اس ہنر کا نام ہنر آصفیہ رکھا اور اس ہنر کے جاری ہونے سے پانی کا قحط رفع ہو گیا۔ بعض نوشتون سے کہ بلا میں ہنر کا بنوایا جانا پیا جاتا ہے اور میر محمد اجل الہ آبادی کی نظم سے مشہد میں ہنر کا جاری کرنا ثابت ہے مشہد ایک شہر کا نام ہے ایران میں واقع ہے پہلے زمانے میں طوس کہلاتا تھا۔ حضرت علی موسیٰ رضا علیہ السلام کا مزار مشہد میں ہے اس لیے مشہد مقدس کہلاتا ہے۔



دیگر

بزم گاہ شہید راہ حسد

دیگر

مقام آل پیمبر مقام محمود دست

دیگر

دزیر ہند سلیمان جناب آصف جاہ  
رفیق گشت چو توفیق حق بنا کردش  
ہوش اہل جہان گفت عقل تار بخش  
ہزیر جنگ خدیو جہان کلاہ کبار  
امام ہارہ گردون بسال ہشت آثار  
رواق عرش جناب آئمہ اطہار

کردنواب آصف الدولہ  
داد ہاتف خبر ز تار بخش  
دیگر  
چون بنا جائے غم بحسن یقین  
روضہ امجد امام دین

رومی دروازہ یہ نواب آصف الدولہ کے دقت میں تعمیر ہوا ہے اور مشہور ہے کہ نقل دروازہ روم کی ہے مگر جو لوگ روم کو دیکھ آئے ہیں کہتے ہیں کہ ایسا دروازہ کوئی شہر روم میں نہیں ہے غالب ہے کہ نواب کو کسی شخص نے مخالطہ دیا ہو کیونکہ اگر وہ چاہتے کہ نقل دروازہ روم کی بنے تو اس میں شک نہیں کہ دو سو فٹ دروازہ ہاے روم کے ٹکے سامنے پیش ہوتے یہ دروازہ اور امام ہارہ کلاہ دونوں اُس زمانے میں بننا شروع ہوئے تھے کہ جب لکھنؤ میں قوط سالی تھی اور اس لحاظ سے یہ عمارت عالی شروع ہوئی تھیں کہ جس سے غر با باشندہ شہر پرورش پائیں اس دروازے کی بلندی چالیس پچاس گز سے اونچی تھی۔

دولتخانہ رومی دروازے سے جو غرب کو چلو تو دولتخانہ یا محل قدیم لکھنؤ

نواب آصف الدولہ ہزار جان و دل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اس علم کی زیارت کے لیے آنے لگے اور ایک گنبد بنوایا گیا وہاں تعمیر کرا دیا یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا شیر بنیان اور نیازین حاجتمندوں نے حاضر کر فی شرف کین جب مرزا فقیر نے قضا کی تو اس کے بیٹے نے بھی جمعرات کے دن وہ طریقہ جاری رکھا اور اس کی آمدنی سے اوقات بسر کرتا تھا عشرہ محرم میں زیادہ رونق ہوتی نواب سعادت علی خان اور نواب آصف الدولہ کے دلنشین نفاق تھا اور نواب سعادت علی خان بنارس میں رہتے تھے انھوں نے اپنے ولیمین یہ نیت کی کہ اگر بعد انتقال نواب آصف الدولہ بحکومت لکھنؤ حاصل ہو گئی تو میں علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دوں گا اور گنبد طلائی و درگاہ وسیع تعمیر کراؤں گا چنانچہ بعد انتقال نواب آصف الدولہ و گرفتاری وزیر علی خان کے ایسا ہی ظہور میں آیا کہ نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوئے۔ انھوں نے گنبد خشتی کو طلائی کیا اور درگاہ وسیع تعمیر کرائی اور اس کے دو درجے قرار دیے یعنی ایک درگاہ مردانی اور دوسری زنانی تعمیر کرائی۔ اس کی آمدنی کچھ خادموں کے حصے میں آتی تھی اور کچھ سرکار میں داخل ہوتی تھی رفتہ رفتہ وہاں کی آمدنی لاکھوں روپے سالانہ کو پہنچی ہر جمعرات کو خصوصاً نوچندی کی جمعرات کے دن اس درگاہ میں بڑا جلسہ منعقد ہوتا تھا۔ زیارت کرنے والوں کے سوا ہزاروں گناہی اور شہر کی پری پکیر طوائفین بن ٹھن کر جمع ہوتی تھیں سلطنت کے قیام تک چلیبہ بڑی دھوم دھام سے رہا اب بقول شخصے ۵

آن قدح بشکست آن ساقی نامد

نواب سعادت علی خان کے بعد غازی الدین حیدر نے نقار خانہ بلند بنوایا



## درگاہ حضرت عباس کی حقیقت

مرزا فقیر نام ایک شخص نواب آصف الدولہ کے عہد میں تھا۔ اُس نے ایک علم  
دریائے گوشتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور شہر کے لوگوں سے یہ بات ظاہر  
کی کہ مجھ کو خواب میں یہ الامام ہوا ہے کہ حضرت عباس کے ہاتھ میں جو علم معرکہ کربلا  
میں تھا وہ فلان مقام پر دفن ہے تو اُس کو نکال لے اور اپنے طریق کے چند رفیق  
جمع کر کے اُس مقام پر گیا اور جگہ کو کھود کر وہ علم نکالا جو بھرت کا سہ شاخہ تھا اور  
گوہرین کہ رستم گرین واقع تھا منایت تعظیم کے ساتھ رکھا۔ اس حکایت نے  
شہرت پائی کچھ بوڑھی عورتیں اور دوسرے عوام منت مزا دین ماننے لگیں کسی  
کا مقصود پورا ہوا کسی کا نہ ہوا چند روز کے بعد نواب آصف الدولہ اپنے کسی  
خدمتگار پر خفا ہوئے اور فرمایا کہ کل تیری ناک کٹوا لو مکاؤ بیچارہ ڈرا اور جا بجا مٹین  
ماننے لگا اس علم کی خبر شہر ہو چکی تھی یہاں بھی آیا اور دعا مانگی حسب اتفاق  
نواب نے اُسکی ناک نہ کٹوائی۔ اسکے چند روز بعد نواب صاحب اس کے حال پر مہربان  
ہوئے اور باتیں کرنے لگے اُس نے اُن کو مہربان پا کر یہ عرض کیا کہ فلان روز حضور  
نے غلام کی ناک کٹوانے کے باب میں حکم فرمایا تھا بے منایات خدا وہ تصدق  
علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بیچ گئی۔ نواب نے  
علم جناب عباس کی تفصیل پوچھی اُس نے تمام کیفیت برآمد ہونے کی عرض کی تو  
کو کمال استعجاب ہوا اور کسی اپنے مہتمم کو مرزا فقیر کے مکان پر بھیجا اور ایک ہزار روپیہ  
بھی نہ رکے لیے ارسال کیا اُس نے واپس آکر ساری کیفیت اُس علم کی بیان کی

گشت مشہور جہان ہمت آن بحر سخا  
صالح دین شد وہم نام نکو در دنیا  
قلم کرد و قسم ثانی کوثر با دا

حوض نایاب بدر گاہ جناب عباس  
صرف در شد چو درین وجہ حسن جہرین  
اسد از بہر تماش بہ طہارت تاریخ

## مرزا حسن رضا خان اور راجہ ٹکیت رائے کا کلکتہ کو بھیجا جانا

نواب آصف الدولہ نے مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ اور راجہ ٹکیت رائے کو کلکتہ کو گورنر جنرل کے پاس بھیجا چنانچہ یہ دونوں اوائل شوال سنہ ۱۲۱۵ ہجری میں عید الفطر کی نماز کے بعد آصف الدولہ سے رخصت ہو کر پندرہ سولہ ہزار سوار اور دو توپوں کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر شہر کے متصل ٹھہرے انکے ہمراہ انگریزی فوج کی چار کمپنیاں بھی ارکات صاحب کے زیر حکم ہوئیں اسی مہینے میں یہ دونوں شخص اس لاؤ لشکر کے ساتھ کلکتہ کی طرف روانہ ہوئے۔ غازی پور اور جونپور کی راہ سے بنارس پہنچے وہاں کے صاحب رزیڈنٹ اور نصیر الدین خان بن علی ابراہیم خان حاکم عدالت دیوانی و فوجداری نے استقبال کیا سرفراز الدولہ نے آصف الدولہ کی جانب سے خلعت جسکے ساتھ مالائے فرورید اور جیفہ اور سر پہنچ مرمع تھا علی ابراہیم کے بیٹے کو دیا۔ علی ابراہیم خان ان دنوں علیل تھا اس لیے وہ خود نہ ملا وہاں سے کوچ کر کے تاریخ آخر ذیقعدہ کو دانا پور کے متصل پہنچے یہاں کے محکام انگریزی سول و فوجی نے ملاقات کی وہاں سے ذہبجہ کے مہینے میں آگے کوچ کیا۔ پٹنہ میں باغ جعفر خان المخاطب بہ مرشد قلی خان مین ٹھہرے پھر وہاں



اور نوبت و گھڑ پال رکھا گیا۔ اور دروازہ نقرئی اندرون درگاہ جمبر نقرئی اور دوسرا  
 جملہ سامان آرائش مرتب ہوا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت میں ملکہ زانیہ نے باورچیخانہ  
 درگاہ مذکور کا تعمیر کرایا اور یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ آمدنی مردانی درگاہ کی سرکار میں  
 جاتی تھی اور وہاں داروغہ و تحویلدار و چوکی پھرہ وغیرہ مقرر تھا اور زنانی درگاہ  
 کی آمدنی مرزا فقیرا کی اولاد کو ملتی تھی۔ زمان شاہی تک درگاہ کا یہی دستور رہا  
 غدر میں جس طرح تمام شہر میں لوٹ ہوئی اسی طرح درگاہ میں بھی ہوئی کہ جملہ سامان  
 مع علم کے جوہر آمد کردہ مرزا فقیرا تھا تلف ہو گیا اور درگاہ سرکار گورنمنٹ میں  
 نزول ہو گئی بعد دو ایک سال کے اس درگاہ کو غلام رضا شرف الدولہ نے  
 رجسٹر نزل سے واکذار کرایا۔ اور کچھ جدید سامان بھی اپنی طرف سے درگاہ  
 میں چڑھایا اولاد مرزا فقیرا کو بالکل درگاہ سے خارج کیا اور کل آمدنی درگاہ کو  
 آپ لے کر اس درگاہ میں صرف کرتے رہے۔ شرف الدولہ کے انتقال کے بعد  
 واجد علی شاہ کے حکم سے نواب پیالے صاحب خلف نواب حسن علی خان درگاہ  
 کے متولی ہوئے۔ واجد علی شاہ ہنگام روانگی کلکتہ اپنا تاج و توار درگاہ میں  
 چڑھائے تھے اور یہ منت مانی تھی کہ انشاء اللہ اگر ملک مسترد ہوگا تو اپنے  
 سر پر تاج اس درگاہ میں آکر پہنوں گا اور تلوار کمر سے لگاؤں گا۔ ایام غدر  
 میں یہ دونوں چیزیں بھی تلف ہو گئیں۔ غدر کے بعد امیر الدولہ خلف کلاں  
 نواب رکن الدولہ بن نواب سعادت علی خان نے ایک حوض اندرون صحن درگاہ  
 بنوایا اسکی تعمیر کی تاریخ سلیمان خان اسد نے اس طرح نظم کی ہے ۵

چشمہ فیض چو نواب امیر الدولہ | کر و تعمیر پئے نذر امام دوسرا



## وزیر علیخان کی شادی

ماہ شعبان ۱۲۰۰ھ ہجری میں نواب آصف الدولہ نے مرزا وزیر علی خان کی شادی کا سامان کیا یہ شادی اشرف علی خان بن بندہ علی خان کی دختر سے قرار پائی تھی۔ یہ بندہ علی خان نواب برہان الملک اور نواب صفدر جنگ اور نواب شجاع الدولہ کے عہد میں داغ و تصحیح کی خدمت رکھتا تھا اس تقریب میں نواب آصف الدولہ نے بہت سارے پیسے صرف کیا۔ فقط روشنی میں تین لاکھ روپے کا تیل جلا تھا۔ ہزاروں نفری گھڑے ساجت میں تھے اور آرائش کی ٹیمیں مقیش اور بادلوہ و تھامی سے آراستہ تھیں۔ یہ تمام سامان دو تختانے سے سج کر چار باغ تک کہ درمیان میں تین کوس کا فاصلہ ہے گیا۔ گیان پرکاش میں لکھا ہے کہ آتش بازی نہایت نفیس تیار کرائی ایک قسم کا غبارہ تھا کہ آسمان میں بطور تارے کے جاتا اور ایک گھڑی تک وہاں ٹھہرتا دور وہ ٹھہر کر بنگلہ تر پو لیا اور بروج سے آراستہ کیے تھے سات روڈ تک یہ جشن رہا اس شادی کے مصارف کی وجہ سے تمام چیزیں بہت گران ہو گئیں۔ غلہ اور تیل اور ہر قسم کا کرانہ اور کپڑا زیادہ قیمت پر چڑھ گیا ہو پارہیزن کے پو با سے تھے اس شادی کا صرف کم سے کم بیس لاکھ اور زیادہ سے زیادہ چالیس لاکھ

۱۰ عہدہ عمدہ گھوڑوں وغیرہ پرانگی صحت کی پہچان کے واسطے نشان لگا دینے کو داغ کہتے ہیں اور تمام جانوروں میں سے جانچ کر عمدہ جانوروں کے چھانٹنے کو تصحیح کہتے ہیں ۱۲ فرہنگ انتخابا پہچان نامہ متضمن شرح اردو انٹرنس کورس



سے چلکر آخر ذی الحجہ میں مرشد آباد میں داخل ہوئے۔ عشرہ محرم کے دن یہاں  
 بسر کیے۔ اس مقام پر سرفراز الدولہ نے مسافروں۔ محتاجوں اور سیدوں کو  
 بہت کچھ دیا۔ یہاں انگریزوں سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور جو نامی آدمی  
 ہندوستانی اُن سے ملے انھیں خلعت عطا کیے پھر یہاں سے روانہ ہو کر کلکتہ  
 میں داخل ہوئے۔ شہر کے باہر مقام کیا۔ لارڈ ڈکارن والس صاحب گورنر جنرل  
 سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ گورنر جنرل نے کمپنی کی طرف سے خلعت مکلف دیے۔  
 گورنر جنرل تو وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر ولایت کی طرف روانہ ہوئے یہ دونوں  
 جدید گورنر جنرل سے ملنے کے انتظار میں ٹھہرے تھے اور اس وجہ سے دو مہینے تک  
 وہاں رہنا ہوا۔ جبکہ جدید گورنر جنرل سر جان شور صاحب کلکتہ میں پہنچے  
 تو اُن سے ملکر ۱۲۰ ہجری میں وہاں سے معاودت کی، جمادی الاول کے  
 پٹنہ میں پہنچے یہاں تین چار مقام کر کے اور غریبوں کو اپنی سخاوت سے  
 فیض پہنچانے کے لکھنؤ کی طرف چلے اوائل ماہ جمادی الآخر میں مقام بہرائچ  
 میں آصف الدولہ کے پاس پہنچ گئے۔ آصف الدولہ سیر و ستار کے بعد لکھنؤ کو واپس  
 ہوئے یہ دونوں ہمراہ تھے۔ ۸ جمادی الآخر کے روز پنجشنبہ کو آصف الدولہ لکھنؤ میں  
 داخل ہو گئے اور دونوں کو خلعت فاخرہ دیئے یہ سفر نو مہینے کے عرصے میں  
 ابتداءً شوال ۱۲۰۰ ہجری سے اوائل جمادی الآخر ۱۲۰۱ ہجری تک  
 پورا ہوا۔ دونوں کار گزار پندرہ لاکھ روپیہ صرف کر کے پھر آئے سوائے اپنی  
 راہ و رسم کے ارباب کو نسل سے کوئی بات نواب کے فائدے کی ظہور میں لائے  
 اور کلکتہ سے مراجعت کے بعد ٹکٹ راسے اور سرفراز الدولہ میں موافقت نہ ہوئی۔



اُن کو مجروح و معزول اور قید کر کے اُنکے چھوٹے بھائی نواب سید غلام محمد خان کو  
مسند نشین کیا اور ۲۲ محرم کی شب کو انسران فوج کے مشورے سے چار شخصوں  
نے نواب سید محمد علی خان کے پاس پہنچ کر اُن کا کام تمام کر دیا سلطان الاخبارین  
نہایت غلطی کی ہے جو لکھا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان نے تنچے کی گولی سے  
نواب سید محمد علی خان مجروح کا کام تمام کیا تھا اُن کا قتل بالکل اُن کی لاعلمی میں ظہور  
پایا تھا۔ روسلیکھنڈ گزٹیر میں ذکر کیا ہے کہ جب آصف الدولہ کو اس بوسے کی خبر  
ہوئی تو اُنھوں نے معقول رشوت لے کر اس معاملے کی طرف توجہ نہ کی اور کہا کہ  
یہ آپس کا فساد ہے مگر مسٹر چیری انگریزی رزیڈنٹ اس خبر کی تصدیق سے انکار  
کرتا ہے بلکہ اُس کا بیان ہے کہ آصف الدولہ کا خیال یہ تھا کہ نواب سید محمد علی خان  
اور نواب سید غلام محمد خان دونوں اس ریاست کے مستحق نہیں ہیں کیونکہ یہ ریاست  
اُنکے باپ کے حین حیات تھی لیکن تاریخ آصفی سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید  
محمد علی خان کی جانشینی وزیر کی اجازت سے عمل میں آئی تھی پس یہ کہنا کہ  
آصف الدولہ نے دونوں بھائیوں کو اس ریاست کا مستحق نہ بتایا محل نظر ہے۔  
اور آصف نئے کے مصنف کا بھی یہ کہنا تحقیق کے خلاف ہے کہ آصف الدولہ نے  
نواب سید غلام محمد خان کی سفارت کے مضمون پر توجہ نہ کی۔ کیونکہ انگریزی کی  
تاریخوں سے اسکا پتا چلتا ہے کہ آصف الدولہ تو نواب سید غلام محمد خان کی  
مسند نشینی پر پیش ہاتھ لے کر کچھ نیم راضی سے ہو گئے مگر یہ معاملہ ایسا نہ تھا  
کہ بغیر انگریزی گورنمنٹ کی مرضی کے طے ہوتا جب اُس سے کہا گیا تو اُس نے نواب  
سید غلام محمد خان کی مسند نشینی سے انکار کر دیا چونکہ یہ ریاست انگریزی گورنمنٹ



روپے تک بتاتے ہیں۔ نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد اور سید محمد علی خان ولی عہد  
نواب سید فیض الدخان بہادر والی رامپور بھی ایک ماہ پیشتر سے سہان آئے تھے۔  
موزون نے آصف نامے کے آخرین ایک مثنوی اُس شادی کے حال میں لکھی ہے  
اُس میں تاریخ یوں موزون کی ہے

ازین عقد فرخ دلم شاد شد	کہ این خانہ دولت آباد شد
دلم کرد موزون ز فرط طرب	زمن سال تاریخ را چون طلب
بیک بیت گفتم و تاریخ نغز	سخن را بر آوردم از پوست مغز
وہی سیمت یا رب این عقد را	کہ کرد از دل خلق و اعقد را
ز روے وفاق و دروے و داد	کہ کمتر چنین اتفاق افتاد
وگر سال تاریخ آمد بکف	قرآن دو کوکب بہ برج شرف

اس شادی کے بعد مرزا علی رضا خان کی جو وزیر علی خان سے چھوٹا اور متنبہ  
تھا مرزا جگلی کی بیٹی سے شادی کی اس میں روپیہ کم صرف ہوا۔ غرض کہ نواب کے  
عہد میں ملک کی زیادہ تر آمدنی ایسے ہی مصارف میں خرچ ہوتی تھی سو ایش  
و عشرت کے کسی کو کسی سے کام نہ تھا ہر روز عید اور ہر شب شہ برات تھی۔

نواب آصف الدولہ کی افغانہ روہیلکھنڈ پر چڑھائی

نواب سید فیض الدخان والی رامپور کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے نواب  
سید محمد علی خان ۱۲۰۹ھ ہجری کو مسند نشین ہوئے۔ ۱۳ محرم ۱۲۰۹ھ ہجری کو  
افسران فوج نے انکی مے نوشی ناحق کوشی بد مزاجی اور سخت گیری کی وجہ سے



چھٹی شاہ آباد ضلع ہردوئی میں۔ ساتویں شاہ جہان پور میں۔ آٹھویں قریب تلہر  
 کے ہوئی۔ انگریزی فوج بھی کڑی کڑی منزلین کرتی ہوئی بمبئی آپہنچی اور  
 یہاں قیام کیا اور لکھنؤ کی فوج کا انتظار کرنے لگی لیکن لکھنؤ کی فوج نے اس  
 فتح میں شریک ہونے کی عزت کی کوشش نہ کی۔ جب نواب سید غلام محمد خان  
 کے پاس اُن کے چھوٹے بھائی سید فتح علی خان کی (جو اُن کی طرف سے نواب  
 وزیر کے پاس بطور سفارت کے بھیجے گئے تھے) تحریر اس مضمون کی آئی کہ لکھنؤ  
 کی فوج رام پور پر چڑھائی کرنے والی ہے تو انھوں نے بھی تیاری کی اور  
 بہت سی جدید سپاہ بھرتی کر کے بمبئی کی جانب کوچ کیا کچھ مہینوں کے پٹھان بھی  
 تنگ قومی کی وجہ سے آکر شامل ہو گئے تھے اُن کی فوج کی تعداد عماد السعادت  
 میں ۴۵ ہزار سے ۶۰ ہزار تک بتائی ہے یہی روایت تاریخ شاہیہ کی ہے اور  
 منتخب العلوم میں پچاس ہزار لکھی ہے اور وہ ہیلکند گزیٹیر میں پچیس ہزار  
 بیان کی ہے اور جام جہان نامین میں ہزار ذکر کی ہے۔ معظم نے اپنی شہنوی میں  
 صحیح تعداد بتائی ہے اُسکی روایت کے موافق سرسٹھ ہزار آدمی تھے  
 اور وہ کتاب ہے کہ تیرہ توپیں بڑی بڑی تھیں اور چالیس شتر نال تھیں اُنکی  
 فوج کا جماؤ سپاہ گری کا بناؤ بڑھے ہوئے پٹھانوں کے حوصلوں کی یاد دلاتا  
 تھا کوئی نیزہ تاننا تھا کوئی رستم کو پیر زال جانتا تھا اپنی تلوار کے جوہن پر  
 کوئی نازان کوئی ثانی سام کوئی فخر زیان کوئی زور آور ڈھال پھول کی طرح  
 اٹھانا کوئی شیر کی کلانی کپڑ کر بٹھاتا یہ بہادر دشمنوں کے مقابل جانے کو لیس تھے  
 بہادری کو لیلی جانتے تھے رشک فیس تھے۔ بعض بڑھوں کی کمر میں خم تھے



کی وساطت اور ضمانت سے تھی اس لیے اسپر لازم آیا کہ وہ آصف الدولہ کی مدد  
 کر کے نواب سید غلام محمد خان سے ملک نکال لے لے لے گورنر جنرل کے حکم سے  
 سربراہ آئر کر مہی فرخ آباد سے انگریزی فوج لیکر اس پوسے کے اندر کے وسط  
 روانہ ہوا عماد السعادت میں لکھا ہے کہ انگریزی فوج میں دو پلٹنیں گورون کی  
 اور بارہ پلٹنیں تلنگون کی اور دو رجمنٹ ترک سواروں کے تھے اور معظم نے جنگ لائے  
 دو جوڑا میں انگریزی فوج کی تعداد چودہ ہزار بتائی ہے جن میں سے سات سو  
 گوسے تھے تاریخ مظفری میں انگریزی فوج کی تعداد پندرہ سو لکھا ہوا لکھی ہے  
 اور نواب آصف الدولہ بھی تیار سی کر کے اداکل ماہ ربیع الاول ۱۱۷۱ ہجری  
 میں الہ آباد سے لکھنؤ کو آئے اور یہاں تین مقام کر کے رام پور کی جانب کوچ کیا۔  
 انکی توپوں کے عجیب و غریب نام ہیں جو بعض شاعروں نے نظم کیے ہیں ان کو  
 یہاں لطف کیے بیان کرتا ہوں۔ دھور دھانی۔ فتح پیکر۔ نہنگ۔ شیر پیکر۔  
 حم ڈکار۔ ملک میدان۔ فتح بار۔ اجگر۔ خود پسند۔ کھنڈ دھانی۔ کرٹک بجلی۔  
 سر جو۔ گھن گرج۔ سنگار دل۔ فتح لشکر۔ صف شکن۔ وزیری۔ جہانگیری۔ حیدری۔  
 سلیمانی۔ پھلجھڑی۔ فتحیاب۔ غباری۔ انگریزبان۔ شتر نال۔ کرنال۔ ہنتال۔  
 ان میں سر جو بہت بڑی توپ تھی۔ الماس خان خواجہ سرا بھی اٹا دے سے فوج لیکر  
 وزیر کا شریک ہو گیا تھا۔ سید ولی اللہ نے تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ نواب  
 مظفر جنگ شگش رئیس فرخ آباد بھی ہمراہ تھا اور انگریزی رزیدنٹ چیری صاحب بھی  
 نواب کے ساتھ تھا۔ نواب آصف الدولہ کی پہلی منزل نول گنج میں۔ دوسری  
 الماس گنج میں۔ تیسری سلطان گنج میں۔ چوتھی باون میں۔ پانچویں سرمن نگر میں۔



جنگ کیجیے وقت پر ہم طرح سے جائینگے۔ روہیلے اسی وقت اُن تک حرام فسن کے ڈیر وں پر چڑھ گئے مگر یہ افسر پہلے ہی سے قاصد کی گرفتاری کی خبر سن کر لشکر سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگ گئے تھے۔ روہیلوں نے اُن کا سامان و اسباب لوٹ لیا۔ غرض کہ پٹھانوں کی فوج تین روزین میں سرگنج پہنچی۔ صبح کو آگے بڑھی اور دو جوڑہ کو عبور کرنے لگی۔ انگریزی فوج نے بھی بریلی سے آگے بڑھ کر اُس سے سات میل بچھان کی طرف سنگھاکے پل کے پاس قیام کیا۔ بریلی کا صوبہ دار شہنشاہ بھی پانچزار سپاہ کے ساتھ انگریزی فوج کے ہمراہ تھا۔ جب جنرل ابرکریبی کو یہ خبر پہنچی کہ نواب سید غلام محمد خان ملک سے کوچ کر کے دو جوڑہ کو عبور کر آئے تو اُس نے نواب کے سفیر کو جو انگریزی کمپوین موجود تھا بلا کر کہا کہ نواب صاحب نے یہ اچھا نہیں کیا جو آگے کو بڑھ آئے ہمارا اُن کا عہد و پیمان اب شکست ہو گیا۔ اُن کو لڑائی کا بندوبست کرنا چاہیے اور اُس سفیر کو لشکر سے رخصت کر دیا۔ اب نواب صاحب کو صلح کی اُمید جاتی رہی اور دوسرے دن ہاتھی پر سوار ہو کر آگے کو بڑھے اور موضع بھٹورہ کے کھیرے پر اُن کی فوج قبضہ کرنے لگی یہ مقام انگریزی فوج کے سامنے دو میل کے فاصلے پر معلوم ہوتا تھا۔ اور اب فتح گنج (یا فتح گنج غرنی) کہلاتا ہے۔

مقابلے میں روہیلوں کا انگریزی فوج پر غلبہ ظاہر کرنا مگر آخر کار

شکست فاش پانا اور دامن کوہ کماؤن میں پناہ لینا

۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ ہجری روز جمعہ کو سنگھاکے



مگر جرأت مین غیرت رستم تھے۔ نواب سید غلام محمد خان کی فوج کا پہلا مقام موضع ملک علاقہ رامپور مین ہوا اور یہاں انھوں نے سپاہ کی تنخواہ مین اشرافیان تقسیم کیں۔ نواب صاحب نے اس مقام سے جنرل ابر کر مہی کو لکھا کہ آپ درمیان مین پڑ کر نواب وزیر سے ہماری صفائی کرا دیجیے جنرل صاحب نے جواب بھیجا کہ آپ مطمئن رہیے جب نواب آصف الدولہ یہاں آجائینگے تو مین صلح کرا دوں گا مگر جس قدر خزانہ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کا ہے وہ میرے پاس پہونچا دیا جائے اور آپ اپنی سرحد سے قدم آگے کو نہ بڑھائیں۔ جب یہ جواب نواب صاحب کے پاس پہونچا اور انھوں نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا تو سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ یہ بات اعتبار کے قابل نہیں جنرل صاحب نے یہ بہانہ اسلئے کیا ہے کہ لڑائی مین وقفہ ہو جانے سے انکو اتنی مہلت مل جائے کہ انکی فوج کے شریک وزیر کی فوج بھی ہو جائے اور دونوں فوجیں مل کر جنگ کریں اور سب نے یہی رائے دی کہ صبح کو آگے بڑھنا چاہیے۔ چنانچہ اس صلاح کے بموجب ملک سے یہ فوج آگے بڑھی۔ نواب صاحب کے چھ بھائی اور تھے جن مین سے سید نظام علی خان سید فتح علی خان۔ سید حسن علی خان بریلی مین انگریزوں کے پاس پہونچ گئے تھے کیونکہ ہر ایک ان مین سے ریاست کا اُمیدوار تھا اور انگریزوں سے خفیہ عہدین کر چکا تھا۔ تین بھائی یعنی سید یعقوب علی خان۔ سید کریم اللہ خان سید قائم علی خان انکے ہمراہ تھے بلکہ ایک دن ایک اور گل کھلا کہ سپاہی نواب صاحب کے پاس ایک شخص کو پکڑ کر لائے اس شخص کی تلاشی لی تو کمر مین سے کئی خط نکلے یہ خط بعض افسروں کی طرف سے جنرل ابر کر مہی کے نام پر تھے ان کا مضمون یہ تھا کہ آپ اگر

نے دوبارہ درست کر کے صف آر کیا۔ لیکن روہیلے غدل باندھ کر انگریزی کمپ  
میں گھس آئے اور تلوار و نیزہ اور بند و قون سے مردانہ دار لڑنے لگے۔ انگریزی  
ملازمون نے بھی سید سے ہاتھ دین تلوار اور بالین میں سنگین لیکرائن لوگوں کا خوب  
مقابلہ کیا۔ عدا السعادت میں لکھا ہے کہ اڑھائی سو کے قریب گورے اور پچاس  
کام آئے اور سترہ سو کے قریب تلنگے (یعنی ہندوستانی پیامے) ملے گئے اور  
مغظم کتاب ہے کہ دو ہزار تلنگے اور ڈیڑھ سو یا اس سے زائد گولے کھیت رہے  
جنگی لاشوں کو خندق میں ڈال کے پاٹ دیا۔ اور زخمی بے انتہا ہوسے تھے  
جو بریلی کو بھیج دیے گئے۔ جو بڑے بڑے یورپین افسر ملے گئے انکے نام ذیل میں  
درج کیے جاتے ہیں یہ نام گورنر جنرل کے حکم سے کرنل جارج برنگٹن کی یادگار میں  
ایک پتھر پر کندہ کر کے نصب کیے گئے ہیں۔

- (۱) کرنل جارج برنگٹن (۲) میجر تھامس پائلٹن (۳) کپتان جان ٹوبی  
(۴) کپتان تارکلیڈ (۵) کپتان جان مڈلٹن (۶) لفٹننٹ ایڈمرل کینگز  
(۷) لفٹننٹ ایڈمرل ڈولیز (۸) لفٹننٹ ولیم ہنگسٹن (۹) لفٹننٹ جان پلمر  
(۱۰) لفٹننٹ جاسف ریچارڈسن (۱۱) لفٹننٹ برنچ (۱۲) لفٹننٹ ولیم آڈیل  
(۱۳) لفٹننٹ ایڈمرل ڈولیز (۱۴) لفٹننٹ فایرڈورگر (۱۵) لفٹننٹ جیمس ٹلفرڈ۔

ان کے سوا اور بہت سے یورپین اور ہندوستانی چھوٹے سردار اور  
ہمراہی وغیرہ کثرت سے مارے گئے اور زخمی ہوئے تھے۔ تاریخ اصفی کا مؤلف کہتا  
ہے کہ اگر ایسی ضرب فوج وزیر کو لگتی تو وہ اتنی تباہ ہو جاتی کہ انگریزوں  
سے بھی تدارک نہ ہو سکتا۔



مغربی کنارے پر دن نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے انگریزی فوج کی کمر بندی ہوئی  
 فوجی جنرل نے گھوڑے پر سوار ہو کر نواب سید غلام محمد خان کی فوج کا تاؤ بھاؤ لیا  
 تو معلوم ہوا کہ ان کی فوج موضع بھٹورہ کے سامنے میدان میں پڑی ہوئی ہے  
 اس میدان میں تھوڑا تھوڑا جنگل بھی ہے جو کسی قدر ان کی جماعت کو چھپائے ہو  
 ہے نواب کی فوج کا اگلا حصہ کسی قدر آگے بڑھا ہوا تھا اس واسطے انگریزی جنرل  
 نے اپنی جماعت کو زیادہ پھیلنے کا حکم دیا دن نکلنے نکلنے انگریزی فوج نے ہٹا کام  
 شروع کیا نواب سید غلام محمد خان نے بھی اپنی فوج کو مقابلے کے لیے تیار کیا اور  
 ان کی فوج نے آگے بڑھ کر جنگل پر قبضہ کر لیا۔ دونوں طرف سے توپیں چلنے لگیں  
 اور نواب کی فوج میں سے ان بھی چھوٹنے لگے اتنے میں انگریزی فوج میں سے  
 کپتان رامزی کو ہندوستانی رجمنٹ (ترکسواروں) کے ساتھ نواب صاحب کی  
 فوج پر دھاوا کرنے کا حکم ملا مگر کپتان مذکور یا تو اس حکم کو بھول گیا یا گھبرا گیا کہ  
 اس نے اپنی رجمنٹ کو جلدی نواب صاحب کی جانب پھیر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رجمنٹ  
 انگریزی فوج کے محاذ میں ہو کر گذر اس حالت کو دیکھ بخو خان اور بلند خان وغیرہ  
 نے ڈیڑھ ہزار سواروں کے ساتھ انگریزی سواروں پر حملہ کر کے کپتان رامزی کو  
 پوری شکست دی اور اس کی بھاگی ہوئی جماعت کو انگریزی کیمپ تک لٹاڑے ہوئے  
 چلے گئے اور انگریزی فوج کا داہنا بازو توڑ ڈالا شکست پائی ہوئی جماعت  
 انگریزی فوج کی داہنی طرف بھاگ کر آئی یہ لوگ توپوں کے سامنے بھاگتے  
 ہوئے آہے تھے اس واسطے انگریزی توپ چلنے سے بالکل معذور تھی۔ انگریزی بھاگے  
 ہوئے رسالوں اور باقی ماندہ بائیں بازو کی فوج کو لفٹنٹ گاہن اور ریچا رڈس

نواب کے ہمراہ کھڑا تھا اور نواب سید محمد علی خان مقتول کا سمدھی تھا یہ نواب سید  
 غلام محمد خان سے ظاہر نہیں موافق تھا اور باطن میں مخالف اسنے انگریزی فوج پر  
 دھاوا کیا اور بنجو خان اور بلند خان کی جماعت کو کمک پہنچانے سے انکار کیا اور  
 میدان جنگ سے سب اپنے ماتحت سپاہیوں کے بھاگ گیا اس کے بھاگتے ہی دفعتاً  
 میدان میں بھاگ پڑ گئی اور ایک دم میں میدان صاف ہو گیا۔ نواب سید  
 غلام محمد خان کے ہمراہ صاحبزادہ سید احمد یار خان اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان  
 اور دو چار رفیق باقی رہ گئے۔ جنگ کے اصرار سے نواب صاحب نے بھی مجبور ہو کر میدان چھوڑا  
 اور رامپور کی طرف چلے راستے میں بھاگے ہوئے سپاہی اور سردار ملے کلم بیل لٹائی  
 ۹۰۰ ہجری روز کشنہ کو نواب صاحب رامپور میں داخل ہوئے اور تمام خزانے  
 اور میگات اور بچوں کو لے کر پہاڑ کی طرف چلے گئے رعایاے شہر میں سے بہتے  
 شرفا اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر اُدھر ہی کو روانہ ہوئے مگر نواب سید  
 احمد علی خان کی والدہ اپنے بیٹے کو لیکر رامپور سے نہیں نکلی۔ نواب موصوف  
 اور یہ تمام مفرد در پٹھان پہاڑ کی ایک گھاٹی میں جو نہایت دشوار گزار جگہ تھی  
 پناہ گیر ہوئے انکے پناہ لینے کے مقام میں اختلاف ہے انتخاب یادگار میں لال ٹہنگ  
 مذکور ہے اور یہ محض غلط ہے عالم شاہی اور جام جہان نامین ان کا فٹ چوڑی  
 پناہ گزین ہونا ذکر کیا ہے فیصل التواریخ اور منتخب العلوم میں لکھا ہے کہ ریمڑ  
 کی طرف پناہ لی ہے۔ ذکر منظوم سے بھی کہ وہ نواب سید غلام محمد خان کا جنگل  
 ۱۰۰ اس لفظ میں اختلاف ہے کہیں فاس کے بعد توں ہے کہیں تاہے اور علما السادات کے نسخے میں  
 فقیر چر واقع ہے ۱۱



نواب سید غلام محمد خان اُس ٹیلے پر جہاں آج کل انگریزی کشتون کی یادگار  
 کا پتھر نصب ہے سح اپنے بھائیوں اور سید نصر اللہ خان بن نواب سید عبداللہ خان  
 خلف نواب سید علی محمد خان اور سید احمد یار خان بن سید محمد یار خان خلف نواب  
 سید علی محمد خان اور محمد اکبر خان سپہر حافظ رحمت خان کے ہاتھیوں پر سوار کھڑے ہو کر  
 اس لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے انھوں نے کپتان رامزی کی رجٹ کی شکست  
 دیکھ کر قبل از وقت فتح کے نفاے بجوادیے تھے۔ مگر جس قدر سوار ترک سواروں  
 کو لٹاڑتے ہوئے انگریزی کیمپ میں گھس گئے تھے اُن کو کوئی کمک نہ پہنچی اور وہ لوگ  
 لوٹ میں مصروف ہو گئے تھے کہ یکایک جنرل ابر کر بی نے گورون کی پلٹن اور  
 چار توپن اور بقولے دو توپن پٹھانوں کی سیدھی طرف گھما کر لگا دیں سلطان پکارت  
 میں لکھا ہے کہ قریب تھا کہ انگریزی فوج کا استیصال ہو جائے کہ جنرل ابر کر بی  
 نے ایک پلٹن اور چار توپن سے ان پٹھانوں پر حملہ کیا اور ایسے وقت میں اپنے سپاہیوں  
 کی بربادی کا بھی خیال نہ کیا جو پٹھانوں سے لڑ رہے تھے اسلئے پٹھانوں کو شکست  
 ہو گئی تاریخ آصفی میں ہے کہ انگریزی جنرل جو قلب لشکر میں تھا اُس نے فوج سمینہ کو  
 جمع کر کے روہیلون پر توپن سے آگ بباراگ اور لوہے پر لوہا برسایا کہ تھوڑے  
 عرصے میں پٹھانوں کا چڑھا ہوا زور ایک دم سیلاب کی مانند اُتر گیا اور بہت سے  
 روہیلے مارے گئے آخر کار ایک ہزار روہیلے کام آئے اور باقی ماندہ نے منتشر اور  
 متفرق ہو کر بھاگنا شروع کیا بھٹورے کے میدان کی فتح انگریزی فوج کے نصیب میں  
 لکھی تھی انجام کار روہیلون کو کامل شکست ہوئی اور کوئی پٹھان میدان میں  
 باقی نہ باعت اس کا یہ ہے کہ دلیر خان کمانڈی جو پانچ ہزار آدمیوں کے تھے کے ساتھ

بنجو خان اور بلند خان کے سرکاٹ کر آصف الدولہ کے پاس لے گئے جو کھڑے سے  
بریلی کو روانہ ہو چکے تھے لاہی کھیرے کے پل کے پاس سواری پہنچی تھی کہ تھوڑا  
دور نون سرے کر پہنچا اور نواب کو دکھائے اور وہاں سے واپس لا کر فتح گنج کے  
کھیرے میں دفن کیے گئے۔ آصف الدولہ نے بریلی کے باہر قیام کیا اور جنرل برکزی  
کو کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے پہنچنے تک آگے کو نہ بڑھیں جب نواب آصف الدولہ  
کا گذر میدان جنگ میں ہوا اور پٹھانوں کی لاشیں پڑی دکھیں تو راجہ  
جھاد لال کو حکم دیا کہ جتنے مقتول اس میدان میں پڑے ہیں ان کی لاشیں  
دفن کر ادینی چاہیں چنانچہ بہادر علی اس خدمت پر متعین کیا گیا اس نے  
کشتوں کو جمع کر کے دفن کر دیا اور زخمیوں کو چنوا کر مرہم ٹپی کے لیے جراح متعلیٰ  
جب وہ تندرست ہو گئے تو ہر ایک کو مکان تک پہنچ جانے کے لیے خرچ دے کر  
روانہ کیا۔

انگریزی اور آصفی فوجوں کا روہیلون کے تعاقب میں  
داسن کوہ کی طرف جانا اور نواب سید غلام محمد خان صاحب  
کا مجبور ہو کر اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دینا۔  
آخر کار انگریزوں کی اجازت سے بیت اللہ کو جانا  
آصف الدولہ بریلی سے کوچ کر کے میر گنج میں انگریزی فوج سے ملے یہاں سے



ہے یہی ثابت ہوتا ہے اسکی نظم یہ ہے

رہ دامن کوہ را بر گرفت در فتح چون آن مظفر گرفت

نخستین مقالے بہ ریثر نمود کہ یک جاسوہ لشکر جنگ سود

بدھاراکہ در پائے آن درہ بود دم تیغ او برق کین سے نمود

گرفتند آن درہ از مورجل کہ تا ناید از خصم سیل خلل

اور عباس علی خان متخلص بہ عباس ولد زیارت خان نے اپنے سوانح میں لکھا ہے کہ میں نے لاہور میں یہ خبر سنی تھی کہ نواب سید غلام محمد خان نے کوہ چلکیا میں پناہ لی تھی۔

سربراہ برٹ ابر کر مہی نے روہیلون کا دو جوڑا تک تعاقب کیا اس کے بعد مقتولون کی لاشیں گاڑنے کے واسطے جہول مذکور کو ایک روز وہاں قیام کرنا پڑا اور زخمی بریلی کو بھیج دیے گئے۔ اب لشکر آصف الدولہ کا حال سنئے جو تہرہ میں مقیم تھا کہ جس وقت میدان جنگ میں لڑائی بگڑ گئی اور آصف الدولہ کے پاس اس بات کی خبر پہنچی تو انھوں نے عبدالرحمن خان قندھاری اور الماس خان کے رسالون کو کرنیل مارٹین کے ساتھ روانہ کیا اور ان کے عقب سے نواب آصف الدولہ خود سوار ہوئے اور جھاؤ لال کو حکم دیا کہ میدان جنگ سے جو خبریں موصول ہوں وہ ہم کو ہر وقت پہنچتی رہیں نواب وزیر ابھی کٹرہ کما لڑائی خان میں پہنچے تھے کہ آدھی رات کے وقت خبر ملی کہ نواب سید غلام محمد خان کو شکست ہوئی فتح کی تو پین چھوٹنے لگیں جھاؤ لال کو خلعت مرحمت ہوا انگریزی فوج اپنے مقتولون کی لاشیں دفنانے سے فارغ ہو کر میر گنج کو چلی گئی اور شہبونا تھہ حاکم بریلی کے ملازم

جھاؤ لال گفتگو کے لیے مقرر ہوا۔ جھاؤ لال نے نواب سید غلام محمد خان کے پیغام مصالحت کے جواب میں آصف الدولہ کی طرف سے امن دینے کا وعدہ تو کیا لیکن ریاست پر قائم رکھنے کا کوئی صریح وعدہ نہیں کیا۔ صاحبزادہ سید نصر اللہ خان واپس آئے اور ان سے نواب سید غلام محمد خان نصاحب یہ ناتمام جواب پکڑا۔ میرا بڑی سے ایس ہوئے اور اب انھوں نے مقابلہ جاری رکھنے کے خیال سے سپاہ کو اشرفیان تقسیم کین اور رسد حاصل کرنے کا یہ انتظام کیا کہ راجہ کو ہستان کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیج کر اس سے استدعا کی کہ وہ بیو بیاریون کو حکم دیدے کہ وہ ان کے لشکر میں رسد پہنچاتے رہیں۔ راجہ نے انکی استدعا پر دو ہیلون کے لشکر میں رسد پہنچانے کا حکم جاری کر دیا اور بہت سا غلہ پٹھانوں کے مورچوں میں آگیا۔ آصف الدولہ نے جب یہ دیکھا کہ روہیلے قابو میں نہیں آتے تو ایک روز شب کے وقت انگریزوں سے مشورہ کر کے یہ تجویز کیا کہ یہاں سے فوج کو لگے بڑھانا چاہیے تاکہ پٹھانوں پر رعب پڑے اور صلح کی طرف مائل ہوں چنانچہ پٹے سے فوج آگے بڑھانی لگئی اور پہاڑ کے تلے تک ان کا تعاقب کیا گیا انگریزی فوج نواب آصف الدولہ کی سپاہ کے آگے تھی۔ انگریزی فوج کے آگے بڑھنے سے پٹھانوں کی سپاہ میں کوئی ہراس پیدا نہ ہوئی۔ بلکہ انگریزی لشکر میں ہمیشہ اس بات کا خوف رہتا تھا کہ پٹھان توپوں پر کوئی حملہ نہ کر بیٹھیں یا شب خون ماریں اور جاڑا بخار بھی شدت سے انگریزی سپاہ میں پیدا ہو گیا تھا۔

نواب سید غلام محمد خان نے اس مقام دشوار گزار کو ایسا حصار بنایا تھا کہ انگریزی فوج سے سر نہ ہو سکا۔ تو ناچار انگریزوں نے ان کی فوج کے سرداروں



دو دن فوجوں نے رامپور کی طرف کوچ کیا جب یہ لشکر رامپور کے قریب پہنچا تو جھاڑ لال نے آصف الدولہ کے حکم سے شہر کی محافظت کے لیے ایک پلٹن مقرر کر دی تاکہ کوئی شخص سپاہ انگریزی یا آصفی کا راجہ بورین گھسکر کسی کو لوٹے کھسوتے نہیں اور حکم سنا دیا گیا کہ کوئی لشکر شہر میں نہ جائے نواب آصف الدولہ نے کسی کے کنائے مقام کیا اور یہاں دو دن دو رات قیام کر کے قیسرے دن نواب سید غلام محمد خان کے تعاقب میں کوچ کیا یہ فوجیں ریڑھ تک پہنچیں اور میدان ٹپہ میں ٹھہریں۔ مولوی غلام حیلانی رفعت درمنظوم میں کہتے ہیں۔

وز انجاد واسپہ بہ ریڑھ رسید      بیدان ٹپہ بکین آر مید

مگر دہیلون نے آصف الدولہ کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر ٹپے کو پہلے ہی لوٹ کھسوٹ کرتا ہوا کر دیا تھا۔ انگریزی فوج نے دہیلون پر بہت کچھ گولہ باری کی گرائے مورچے ایسے محفوظ تھے کہ وہاں مطلق نقصان کا اثر نہ ہوا جبکہ متفقہ فوجوں سے پٹھانوں کے مورچے مسخر نہ ہو سکے تو انگریزوں نے نواب سید غلام محمد خان کو تحریر کیا کہ آپ ہمارے پاس چلے آئیے اور صلح کر لیجیے نواب نے جواب دیا کہ مجھ کو پہلے سے صلح کا خیال تھا۔ آپ کی جانب سے لڑائی کی ابتدا ہوئی تو ناچار مجھ کو بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اگر آپ عہد و پیمان کر لیں تو میں آپ کے پاس چلا آؤں انگریزوں نے اس تحریر کا یہ جواب دیا کہ آپ بے کھٹکے چلے آئیں یہاں آنے کے بعد سب امور متنازعہ فیصل ہو جائیں گے۔ نواب صاحب نے اس امر کے استحکام اور صلح کی جنگی کی غرض سے صاحبزادہ سید نصر اللہ خان بن نواب سید عبداللہ خان خاں خاں نواب سید علی محمد خان کو سفارت پر انگریزی کمپ میں روانہ کیا اور نواب آصف الدولہ کی طرف سے

نے نہ مانا اور کہا کہ میں اس معاملے میں تم سے زیادہ واقفیت رکھتا ہوں میرے والد  
 (نور الدین مرقدہ) کا معاملہ بھی انگریزوں کے توسط سے طے ہوا تھا اور وہ انگریزوں  
 کے لشکر میں چلے گئے تھے اور تم اب لڑائی کو ختم کر دو ورنہ بنا ہوا کام بگڑ جائے گا اور  
 بغیر کسی قیمت کے قرار و مدار کے اسکاٹ صاحب کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ نواب موصوف  
 کے انگریزی کیمپ میں چلے آنے کے بعد صاحبزادہ سید نصر الدین بہت سی جمیعت  
 کے ساتھ اپنے مورچوں میں ٹھہرے۔ اس خیال سے کہ مہاراجہ کوئی دغا بازی  
 نواب موصوف کے ساتھ کی جائے تو وہ جنگ کو مستعد ہو کر زور ڈالیں اور نواب  
 آصف الدولہ نواب سید غلام محمد خان صاحب کو رئیس رامپور تسلیم کر لیں یہ قول  
 عہد السعادت کے مؤلف کا ہے اور تاریخ آصفی کے خلاف ہے کیونکہ اس میں لکھا  
 ہے کہ نواب صاحب کا آنا خاص نصر الدین خان کے نفاق کی وجہ سے ہوا جنگ پوری  
 نے درپردہ ملا کر نواب کی خبر خواہی سے پھیر دیا تھا بہر صورت آصف الدولہ نواب  
 سید غلام محمد خان کی سند نشینی کے خلاف تھے اور انھوں نے انگریزوں سے  
 صاف صاف انکی سند نشینی کی مخالفت ظاہر کی۔ کیمپ میں تشریف لے آنے  
 کے بعد جنرل ایمر کر مہی کی اور نواب صاحب کی ملاقات ہوئی معاملات ضروری  
 کے بارے میں چند سوال و جواب ہو کر جنرل صاحب نے نواب صاحب کو اس خیمے  
 میں جانے کے لیے زحمت کیا جو انکی آسائش کے لیے پہلے سے تیار تھا جب وہ اس  
 پہونچ گئے تو اس کے گرد پہرے کھڑے کر دیے نواب صاحب نے جرنیل کو کہلا بھیجا کہ یہ تو  
 وعدہ خلافی ہوئی جرنیل نے یہ جواب دیا کہ ہمارا اقرار آپ سے یہ تھا کہ آپ کی ذات  
 کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہونچے گی ہر طرح کی آسائش کا سامان ملے گا اپنے اس قرار پر



کو خط لکھے کہ تم یہاں چلے آؤ تمھارے تصور معائنہ کیے گئے جب نواب صاحب کو یہ حال معلوم ہوا کہ انگریز میرے لشکر میں تفرقہ پر دازی کی فکر کر رہے ہیں اور انھوں نے میرے افسروں کو خط بھیجے ہیں تو انھوں نے عہدہ داروں سے وہ خط طلب کیے جو دل سے خیر خواہ تھے انھوں نے تو پیش کر دیے۔ منافقوں نے نہ دکھائے خط کے آنے سے انکار محض کیا نواب نے دل میں خیال کیا کہ دشمن تو صلح پر آمادہ ہے اور بعض ظاہری دوست و فاد فریب کی فکر میں ہیں اس لیے یہ مناسب سمجھا کہ مخالف کے لشکر میں چلا جانا چاہیے علاوہ اسکے رسد کی بھی کمی ظاہر ہونے لگی تھی پس نواب صاحب نے اول صید خان کو انگریزی لشکر کے سپہ سالار کے پاس بھیج دیا تاکہ امور صلح طے ہو جائیں۔ جرنیل صاحب نے نواب صاحب کی حفاظت جان کی فرماری کی تاک دینے کی نسبت کوئی عہد و پیمان نہیں کیا اور قرار پایا کہ اسکات صاحب اور پھیری صاحب نواب صاحب کو لانے کے لیے بھیجے جائیں اور ایک اقرار نامہ جرنیل صاحب کی طرف سے لکھا گیا اور وہ مہردن سے مکمل ہو کر صید خان کو دیا جو اسے نواب صاحب کے پاس لے گیا۔ نواب سید غلام محمد خان نے اپنے عزیز و اقارب کو جمع کر کے کہا کہ میری جگہ صاحبزادہ سید نصر الدخان کو سمجھنا چاہیے میں انگریزی لشکر میں جاتا ہوں خیر اندیش افسروں نے ان کے اس ارادے کو ناپسند کیا اور مشورہ دیا کہ آپ کے وہاں جانے میں اندیشہ ہے۔ اس عرصے میں اسکات صاحب نواب صاحب کے پاس پہنچ گیا اور پھیری صاحب بن سے باہر کھڑا رہا۔ نواب صاحب اسکات صاحب کے ساتھ روانگی کو طیار ہوئے عمر خان بڑ موٹے اور نواب صاحب کے چھوٹے بھائی کرم الدخان ساتھ ہوئے سپاہ نے اصرار کے ساتھ رد کیا لیکن نواب

کے جانینگے البتہ نائب کا تقرر تمھاری مرضی کے مطابق ہو گا جسکو تم منظور کر دینگے ہم اُسکو مقرر کر دینگے جو لوگ نواب سید غلام محمد خان کے ہوا خواہ تھے اُنھوں نے اس طرح صلح ناپسند کی اور انگریزی فوج کو تیر و بندوق سے تنگ کرنے لگے۔ انگریزوں کے ہاں یہ مشورہ قرار پایا کہ جب تک نواب سید غلام محمد خان بیان موجود رہینگے روہیلہ اپنی ہٹ سے باز نہ آئینگے اور صلح کی طرف کبھی ہٹل نہینگے۔ اسلئے جمعہ کی شب کو آدھی رات کے وقت اُن کو ہاتھی پر بٹھا کر بہت سے سواروں کی حراست میں بنارس کی طرف بھیج دیا چند مدت کے بعد نواب صاحب نے بنارس میں اپنے اہل و عیال و اطفال و اعزہ و اقربا کو چھوڑ کر اور انگریزوں سے یہ اقرار کر کے کہ رام پور کو نہ جاوینگے حج کعبہ اللہ کا عزم کیا۔ ۱۶ اشوال ۱۲۰۹ھ ہجری کو پٹنہ کی طرف چلے گئے اور کچھ دنوں و ہاں رہ کر جہاد میں بیٹھنے کے لیے کلکتہ کی طرف کوچ کیا اور حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر ماہ رجب ۱۲۰۹ھ ہجری میں کابل پہنچے اور وفادار خان کے ذریعہ سے زمان شاہ نبیرہ احمد شاہ ابدالی کی ملازمت سے مشرف ہوئے خلعت فاخرہ اور ناصر الملک محصل الدولہ مستعد جنگ بہادر خطاب پایا۔ یہ واقعہ ۲۲ شعبان ۱۲۰۹ھ ہجری کا ہے۔

### روہیلوں کے ساتھ مصالحت ہو جانا

نواب سید غلام محمد خان کی روانگی کے بعد لشکر انگریزی اور آصفی روہیلوں

۱۰ تاریخ مظفری میں اسی طرح لکھا ہے۔ اخبار الصنادید میں شوال کی جگہ شعبان سہو القلم سے لکھ گیا

۱۲ منہ ۱۰ دیکھو واقعات درانی ۱۲



ہم اب بھی قائم ہیں لیکن ملک آپ کو نہیں مل سکتا۔ اب نواب صاحب کے ہاتھ میں چارہ کچھ نہ تھا مجبور تھے۔ مخالف کے قبضے میں آگئے تھے انھوں نے اپنی فوج میں کہلا بھیجا کہ میرے اہل و عیال اور خزانے کو میرے پاس پہونچا دو اور تم اب منتشر ہو جاؤ صلح کرو یا جنگ وہاں سپاہ کو جو یہ خبر پہونچی تو اس نے نواب کے بیٹے سید عبدالعلی خان کو سردار مقرر کر کے مقابلے پر کمانڈ بھی اور جنگ کی آڑ سے انگریزی لشکر پر بند و قین مارنے لگے اور رات کو بھی ستانے لگے۔ نواب صاحب نے انگریزوں سے کہا کہ جس قدر خزانہ وہاں موجود ہے وہ روہیلہ تلف کر دینگے آپ مجھ کو یا عمر خان کو چھوڑ دیں تاکہ خزانہ بربادی سے بچا کر آپ کے لشکر میں لے آئیں انگریزوں نے نواب کو تو نہ چھوڑا عمر خان کو چھوڑ دیا جبکہ عمر خان نے لشکر روہیلہ میں پہونچ کر انگریزوں کا یہ پیام سنایا کہ سارا خزانہ اور نواب سید غلام محمد خان کے اہل و عیال کو انگریزی لشکر میں بھیج دو۔ تو روہیلوں نے یہ جواب دیا کہ جب تک ہمارے تن میں جان باقی ہے ایسا نہیں کریں گے اور عمر خان کو بھی روک لیا عمر خان کے ساتھ جو آدمی انگریزی لشکر کے گئے تھے انھوں نے انکو واپس کر دیا اور کہہ دیا کہ مجھے بھی سپاہ روہیلہ نہیں چھوڑتی انگریز یہ خبر سن کر متوش ہوئے اور روڈ سائے افغانہ کو کہلا بھیجا کہ ہمکو تھامے معاملات کی درستی منظور ہے اور تم ہم سے جنگ کرتے ہو نواب کا خزانہ لے کر یہاں چلے آؤ نصف ملک تمکو دیدیا جائے گا مگر فوج روہیلہ نے یہ جواب دیا کہ نواب سید غلام محمد خان کو ہمارے پاس پہونچا دو اس پر انگریزوں نے کہا کہ وہ رہا نہیں ہو سکتے کیونکہ نواب سید محمد علی خان کے بیٹے سید احمد علی خان مستحق ہیں وہ مسند نشین ریاست

اس مشورے کے بعد روہیلون نے انگریزوں کو کہلا بھیجا کہ ہکو آپ کے حکم کی تعمیل منظور ہے اور ہماری خواہش یہ ہے کہ مختار و نائب ریاست نواب سید نصر اللہ خان مقرر کیے جائیں۔ آپ نے جو زبانی پیام دیا ہے اُس مضمون کو تحریر کر کے اور پٹنگلی اُسکی قسم سے فرما کے بھیج دیجیے تو ہم سارا خزانہ بھی آپ کے پاس بھیج دیں اور اطاعت کو حاضر ہو جائیں۔ انگریزوں نے روہیلون کی درخواست کے بموجب یہ مضمون لکھ بھیجا دوسرے روز صاحبزادہ سید نصر اللہ خان عہد نامے کی تکمیل کیلئے انگریزوں کے پاس چلے آئے۔ نواب آصف الدولہ نے نواب سید احمد علی خان اور اُنکی والدہ کو بھی رہپور سے لشکر میں طلب کر لیا تھا۔ بیگم نے بھی یہی خواہش ظاہر کی کہ نواب سید احمد علی خان کے نائب سید نصر اللہ خان مقرر کیے جائیں چنانچہ موضع پٹہ کے گھاتے میں ۵ جمادی الاول ۱۲۰۹ھ ہجری کو عہد نامہ تحریر ہوا اس عہد نامے کی وجہ سے یہ قرار پایا کہ جو کچھ خزانہ خاندان نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا ہو گا فوج روہیلہ اُسکو امانتہ کمپنی کے حوالے کر دیگی اور بعد حوالے ہو جانے خزانہ کے نواب آصف الدولہ اور انگریزی کمپنی کی فوجین یہاں سے روانہ ہوں گی اور فوج روہیلہ منتشر اور متفرق ہو کر جہاں چاہے گی چلی جائے گی اور نواب سید احمد علی خان کے ۲۱ سال کی عمر کو پہونچنے تک سید نصر اللہ خان بطور منصرم ریاست اور محافظ سید احمد علی خان کے مقرر ہوں گے۔

نواب سید احمد علی خان کو جس قدر ریاست دی گئی طول میں زیادہ سے زیادہ ۵۰۸ میل اور عرض میں زیادہ سے زیادہ ۳۰۴ میل ہے کل رقبہ اس ریاست کا دیسی کا غذات کی رو سے ۸۹۹ میل مربع ہے۔ لیکن



کے دبانے کے لیے اُنکے مورچوں کی طرف بڑھا۔ اُدھر سے بٹھان بھی مقابل ہوئے  
 بندو قین مارنے لگے چونکہ ردھیلے ایسے موقع پر پناہ گزین تھے کہ انگریزوں  
 کی طرف سے اُنکو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا اسلئے اُن کا کوئی آدمی  
 کام نہ آیا اور انگریزی فوج کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ اگرچہ  
 بڑے بڑے افسران ردھیلہ کی یہ مرضی نہ تھی کہ جنگ جاری رکھی جائے مگر سپاہ  
 برابر لڑتی رہی کہ اُٹناے جنگ میں انگریزوں کی طرف سفید جھنڈی جنگ  
 بند کر دینے کی علامت کے لیے ہلائی گئی۔ بعد اسکے انگریزوں کی طرف سے  
 ایک ایچی اس مضمون کا خط لیکر ردھیلوں کے پاس گیا کہ یہ صورت اچھی نہیں  
 سب اعزہ و اقارب تھکے راہپور میں موجود ہیں مخالفت کے ترک کرنے کی  
 صورت میں اُنکے واسطے بہت بُرا ہے اسلئے بہتر یہ ہے کہ لڑائی کو موقوف کر کے  
 نواب کا خزانہ بیان بھیج دو۔ نواب سید احمد علی خان کو مسند نشین ریاست  
 کیا جائے گا اور جبکو تم نائب تجویز کرو گے اُسے نائب و مختار ریاست بنایا جائیگا۔  
 اس تحریر کو دیکھ کر تمام سرداران ردھیلہ جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ نواب سید  
 غلام محمد خان مخالف کے قبضے میں آگئے اُن کا رہا ہونا معلوم۔ دو مہینے سے  
 ہم بیان محصور ہیں ہر طرح کی تکلیف اُٹھا رہے ہیں اور پہاڑ کی آب و ہوا نہایت  
 خراب ہے بہت سے آدمی تپ و لرزہ اور اسہال کی بیماری میں مبتلا ہیں قوم  
 اور طاقت کو بیک نقصان پہنچ رہا ہے اگر دشمن دباتا ہوا ہمارے مورچوں میں  
 گھس آیا تو تمام عزت و ناموس برباد ہو جائے گی بہتر یہ ہے کہ انگریزوں کے حکم کی  
 تعمیل کی جائے اور صاحبزادہ سید نصر الدخان کی نیابت کے لیے استدعا کی جائے۔



آصف الدولہ نے رامپور کے قریب پہونچکر اجیت پور میں مقام کیا اور دوسرے روز  
 سوار ہو کر رامپور کی سیر کو نکلے کوچہ و بازار میں پھرے کئی ہزار روپیہ مساکین کو  
 دیا جب سید نصر الدخان کے دیرے کے پاس پہونچے تو انھوں نے ایک ہزار  
 اشرفیان نذر کین اور وزیر اُنکے دیرے میں داخل ہوئے بعد اسکے آصف الدولہ  
 اور انگریز تمام فوج کے ساتھ ۲۵ جمادی الاول کو بریلی کی طرف چلے گئے۔  
 جب دونوں لشکر سرد رامپور سے نکل گئے تو تمام پٹھان رامپور میں آکر اپنے  
 اپنے گھر و زمین آباد ہوئے۔ خاندان ریاست رامپور اور نواب سید احمد علی خان  
 اور سید نصر اللہ خان آصف الدولہ کے ساتھ بریلی کو چلے گئے۔ وہاں جمادی الاخر  
 ۱۲۰۹ ہجری مطابق ۳ دسمبر ۱۷۹۴ء کو تفصیلی عہد ناموں کی تکمیل ہوئی۔ مگر  
 ان عہد ناموں میں عہد نامہ عہدیدی کی اتنی مخالفت کی گئی کہ اس میں تو خزانہ نواب  
 سید فیض اللہ خان مرحوم کا کمپنی کے پاس امانت رکھا گیا تھا اور اب یہ شرط لکھی  
 گئی کہ کمپنی نے یہ سارا خزانہ نواب آصف الدولہ کو بطور نذرانہ بابت ریاست رامپور  
 کے اور بعض کل حقوق ضابطی وغیرہ مال و اسباب نواب سید فیض اللہ خان اور  
 نواب سید محمد علی خان کے دیدیا۔ جبکہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹوں نے  
 یہ دیکھا کہ سید نصر اللہ خان صاحب نائب ہو گئے تو انگریزوں سے کہا کہ ہماری  
 تنخواہ کا تصفیہ کر دینا چاہیے تاکہ سید نصر اللہ خان پھر تغافل نہ کریں اس لیے  
 انکی تنخواہیں بھی عہد نامے میں داخل کر دی گئیں اور نواب سید فیض اللہ خان  
 نے جس قدر تنخواہ اپنے بیٹوں کی مقرر کی تھی نواب آصف الدولہ نے اس سے زیادہ  
 انکے درماہے مقرر کیے۔



دوسری تحقیقات کے مطابق رقبہ اس کا  $\frac{1}{4}$  ۸۹۲ میل مربع معلوم ہوتا ہے  
 اس ریاست کی آمدنی دس لاکھ روپیہ سالانہ اُس وقت میں قرار دیکر نواب  
 سید احمد علی خان کے لیے مقرر کی تھی۔ ۱۸۰۸ء ہجری میں ریاست رامپور چودہ لاکھ  
 پچھتر ہزار روپے کی قرار پاکر نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو عہد نامہ لال ٹانگ  
 کے مطابق تفویض ہوئی تھی۔ اُنکے حُسن انتظام سے آمدنی اسکی بائیس لاکھ روپے  
 سالانہ کو پہنچ گئی تھی تو اس حساب سے اصل ریاست میں سے بارہ لاکھ روپے  
 سالانہ کی آمدنی کا مالک کیا اور اس کاٹے ہوئے ملک کی تحصیل کا سزاوول نواب زیر  
 کی طرف سے عطایا بیگ خان عرف مرزا گلن جو پہلے اعظم گڑھ کا حاکم تھا فوج شائستہ  
 کے ساتھ مقرر ہوا جب یہ عہد نامہ تمیدی تحریر ہو چکا تو صاحبزادہ سید نصر اللہ خان  
 روہیلون کے لشکر میں گئے اور تیس لاکھ اکیس ہزار اشرفیہ کے سکینے پر بارہ چھلڑوں  
 میں لد واکر انگریزی لشکر میں پہنچا دین اور چیری صاحب رزیمینٹ کے سپرد کر دین  
 جو انگریزی کمپنی کی جانب سے عہد نامے کی تکمیل کا ضامن تھا۔ نواب آصف الدولہ  
 نے نواب سید فیض اللہ خان کے دیوان طوطا رام کو رامپور سے بلوا کر اُنکے خزانے  
 کا سب حساب سمجھا اُس نے جمع خرچ پورا سمجھایا اور دیوان سے ملک کی نکاسی کا حساب  
 لیا گیا تو بائیس لاکھ روپے سے زائد آمدنی پائی گئی۔ بعد اس کے آصف الدولہ  
 مع لشکر ذاتی و انگریزی دامن کوہ سے کوچ کر کے رامپور کی طرف روانہ ہوئے  
 بعد اسکے چٹھانوں کی سپاہ اپنے مورچوں سے نکلی اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان  
 روہیلون کے لشکر کو حضرت نگر میں چھوڑ کر آصف الدولہ کے لشکر میں شریک ہو گئے  
 ۱۸۰۸ء دیکھو جنگ نامہ مظہر ۱۲

کے پچیس ہزار روپیہ سالانہ اور محمد اکبر خان سپہر حافط رحمت خان کے لیے چھ ہزار روپیہ  
 سالانہ اور بیگمات کے مصارف کے لیے آٹھ ہزار روپیہ سالانہ اور نواب سید غلام محمد خان  
 کے بیٹوں کے لیے اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ۔ مجموعی تعداد ان مصارف کی چار لاکھ  
 روپیہ سالانہ ہوئی باقی آمدنی سپاہ کے خرچ کے لیے مقرر کی اور اس کے مطابق  
 بند خرچ تیار ہو کر صاحبزادہ سید نصر اللہ خان کو دربار میں دیدیا گیا۔ ۹ جمادی الاخر  
 ۱۱۰۲ھ ہجری کو نواب آصف الدولہ مع فوج انگریزی کے اودھ کو چلے گئے۔  
 اور نواب سید احمد علی خان اور ان کے اہل خاندان و افسران فوج رام پور کو  
 روانہ ہو گئے۔ ۸ جمادی الاخرے کو نواب لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ جس دن نواب  
 کا داخلہ لکھنؤ میں ہوا تمام چوک اور دوکانیں دورویہ کمال حسن و خوبی سے  
 نقش و نگار کے ساتھ آراستہ کی گئی تھیں۔ تاملی اور کھواب کے تھان دوکانوں  
 میں بچھائے گئے اور پی پیکر رنڈیاں سر سے پائون تک زیور اور گران بہا  
 پوشاکوں سے آراستہ ہو کر چھتوں پر کمر دن میں جلوہ گر تھیں اور تاشائون کا  
 کوچہ و بازار میں ہجوم تھا۔ نواب نے روپے اور اسٹرفینیاں محتاجوں اور ارباب نشا  
 کو بخشیں۔ ناسخ نے آصف الدولہ کی فتحیابی کی تاریخ اس طرح موزون  
 کی ہے ۵

مزدہ لے ناسخ کہ با اقبال و جاہ  
 از پے تاریخ این فتح مہین  
 بعد و نواب آصف فتحیافت  
 ان گور۔ نواب آصف فتحیافت

تاریخ شاہیہ میں لکھا ہے کہ نواب جس قدر خزانہ رام پور سے لائے اُس میں سے  
 بہت سارے روپیہ ان انگریزوں کے عیال و اطفال کو حسب درجہ دیا جو اس لڑائی



نواب آصف الدولہ کا نواب سید احمد علی خان اور  
 اُن کے امرا کو خلعت عطا کرنا اور ریاست رامپور  
 کی آمدنی کے مصارف مقرر کر دینا بعد اس کے آصف الدولہ  
 کا اودھ کو روانہ ہو جانا

مظہر کتاب ہے کہ نواب آصف الدولہ نے ۵ جمادی الآخر ۱۲۰۹ھ ہجری کو  
 اپنے دربار میں نواب سید احمد علی خان کو طلب کر کے ایک خلعت عطا کیا جس میں  
 ایک زرین دستار اور ایک ٹوپی اور ایک سر تیج اور کلخی اور موتیوں کی مالا اور  
 سپر اور تیغ تھی اور ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی اور پالکی بھی دی۔ جب نواب سید  
 احمد علی خان خلعت پہن چکے تو ایک خلعت اُنکے نائب سید نصر الدخان کو دیا۔ پھر  
 ریاست رامپور کے بائیس ارکان دولت کو طلب کر کے اُنکو بائیس خلعت عطا کیے۔  
 اور نواب سید فیض الدخان کے بیٹوں کو بھی خلعت مرحمت کیے نواب آصف الدولہ  
 نے آمدنی ریاست میں خرچ کا سالانہ اس طرح انتظام کیا کہ نواب سید احمد علی خان  
 کی ذات خاص کے سالانہ مصارف کے لیے ایک لاکھ روپیہ سید نصر الدخان کے لیے  
 سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ۔ سید حسن علی خان و سید فتح علی خان و سید نظام علی خان  
 ابنائے نواب سید فیض الدخان کے لیے سالانہ بہتر ہزار روپیہ اور سید یعقوب علی خان  
 و سید قاسم علی خان و سید کریم الدخان ابنائے نواب سید فیض الدخان کے لیے  
 سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ اور سید احمد یار خان بن محمد یار خان پسر نواب سید  
 علی محمد خان اور سید مصطفیٰ خان بن سید الدار خان خلیف نواب سید علی محمد خان

حفظ و حراست کرے اور ساڑھے چار لاکھ روپیہ سالانہ مظفر جنگ آصف الدولہ کو  
 دیا کرے۔ اپنے عہد ریاست کے اخیر حصے میں نواب مظفر جنگ نے ساڑھے چار لاکھ روپیہ  
 خراج کی تخفیف لکھنؤ سے حاصل کرنے میں بہت کوشش کی اگرچہ وہ بذات خود  
 ایک مرتبہ وہاں گیا لیکن اُسکی کوشش نے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا۔ وہ اُس شخص  
 کے ہاتھ سے بچ گیا جسکو وہ یقین کرتا تھا کہ آصف الدولہ نے روپیہ لے کر اُسکے قتل پر  
 آمادہ کیا تھا۔ ایک شخص بھاگو خان نامی نے اس مشکل میں اُسکی جان بچائی تھی۔  
 نواب مظفر جنگ نے ۳۸ برس کی عمر میں ایک خفیف علالت کے بعد ۲۲ اکتوبر ۱۷۹۷ء  
 کو انتقال کیا زہر دینے کا شبہ کیا گیا۔ نواب آصف الدولہ اور مسٹر لیڈن رزیڈنٹ  
 لکھنؤ اس معاملے کی تحقیقات کرنے اور جانشین تجویز کرنے کے لیے فرخ آباد میں گئے۔  
 جھاؤ لال نے چاہا کہ فرخ آباد میں بھی آتش فتنہ مشتعل ہو۔ نواب وزیر کا مزاج  
 اس راہ پر لایا کہ مظفر جنگ کے بڑے بیٹے رستم علی خان نے اپنے باپ کو زہر دے کر  
 ہلاک کیا ہے مسند نشینی کے لائق نہیں مناسب یہ ہے کہ اُسکی جگہ دوسرا بیٹا امجد حسین  
 نصیر جنگ جو عاشق محل کے بطن سے تھا مسند نشین کیا جائے اور خداوند خان نائب  
 بنایا جائے۔ جب افغانہ مؤو شمس آباد نے جو شریک دولت فرخ آباد تھے یہ خبر سنی  
 تو انھوں نے نواب وزیر کی مداخلت خلافت سمجھ کر مفسدہ برپا کیا آخر وہ جماعت  
 جو خداوند خان کی مطیع تھی راجہ جھاؤ لال کی پاسداری کی وجہ سے مسعد مقابلہ  
 ہوئی دوسری طرف سے اُمر او بیگم پہلی زوجہ نے بددکاری اپنے بھائی امین الدولہ  
 کے اپنے بھتیجے دلاور جنگ پسر امین الدولہ کو جو اُس کا متبن تھا پیش کیا فریقین مقابل  
 نے نواب آصف الدولہ کی توجہ اور مہربانی حاصل کرنے کی کوشش کی آخر شش کی



میں کام آئے تھے چنانچہ کرنل برنگٹن کی میم کو چالیس ہزار روپے دیے۔

نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد اور اُسکے ساتھ

سلطنت اودھ کے معاملات۔ مظفر جنگ کی

وفات ہونا اور اُس کا جانشین مقرر کرنے کے لیے

آصف الدولہ کا فرخ آباد کو جانا

نواب مظفر جنگ ایک کمزور اور ناجتربہ کار جوان آدمی تھا۔ اُسکے ملک میں

سے الماس علی خان عامل نواب وزیر نے قصبہ دھرہہ کو ایک غیر کافی خراج پر

لے لیا تھا۔ پرگٹھ حافظ ملو اور سوج ہمیشہ تاراج ہوتے ہے فتح گڑھ کے قریب گھاٹ

اُترنے کے حصول کو نواب وزیر کے افسردہ دن نے زبردستی لے لیا تھا۔ فرخ آباد

ویران ہو گیا وہاں پر کوئی مستقل حکومت کئی برسوں تک نہیں رہی۔ نواب آصف الدولہ

اور اُسکے نائب اور لکھنؤ اور فرخ آباد کے رزیڈنٹوں اور فتح گڑھ کے کمپو کے حاکموں

اور نواب مظفر جنگ اور اُسکے بیس نائبوں نے باری باری سے دست اندازی کی۔

ایس نواب کی بھی سرکار کمپنی مدت سے سرپرستی کرتی تھی اور نواب اودھ کی دست برد

سے بچاتی تھی۔ ایس نواب کا ملک طول میں ۱۵ میل اور عرض میں ۵ میل تھا

اور سائے ملک کی آمدنی ساڑھے دس لاکھ روپے کی تھی۔ انگلش گورنمنٹ نے

مظفر جنگ اور آصف الدولہ کے درمیان ۱۸۵۶ء میں یہ عہد و پیمان کرا دیے تھے

کہ نواب فرخ آباد اُس قدر سپاہ رکھے جو ریاست کے کاموں کو کر سکے اور نواب اودھ

ایک پٹن اپنی سپاہ کی فرخ آباد میں ہمیشہ رکھیں جو نواب فرخ آباد اور ملک کی

مٹا کیا کہ اتنا زیادہ روپیہ مصارف بیجا میں راگنان خرچ ہوتا ہے اگر اس کے عوض  
 خزانے میں جمع ہو تو کسی ضرورت کے وقت کام آئے نواب وزیر اس مضمون سے  
 تاثر کئے کہ یہ آتش افروزی ٹکیٹ اسے کی ہے ورنہ انگریز کچھ ہمارے ناصح نہیں ہوجا  
 سے ٹکیٹ رائے نواب کی نظروں سے گر گیا اور اس کے معزول کرنے پر آمادہ ہوئے  
 شاہجہاں جی میں ٹکیٹ رائے نے ایک فرد مہاجنان شہر کے قرضے کی تعداد سی  
 پچھتر لاکھ روپیہ فاضلات کی خزانچی سے لکھوا کر نواب کے ملاحظے میں گذرائی اور  
 عرض کیا کہ اس کا سود باعث نقصان سرکار ہے چونکہ نواب وزیر کو توجہ کاغذات  
 کی جانب بہت کم تھی دیکھ کر نہایت برا فروختہ ہوئے اور غضب میں آکر راجہ  
 جھاؤل لال کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ جب تک حیدر بیگ خان زندہ رہا ہکو حساب  
 و کتاب کی تکلیف نہیں دی جبکہ ہم بذات خاص متوجہ اس کام کی طرف ہوں تو یہ  
 کارپرداز لوگ جو لاکھوں روپیہ اپنے حقوق کا لیتے ہیں محض بیکار ہیں یہ سن کر پہلے  
 جھاؤل لال خاموش رہا جب دوبارہ نواب وزیر نے ارشاد فرمایا اسوقت جھاؤل لال  
 نے عرض کیا کہ راجہ ٹکیٹ رائے شہر کے مہاجنوں سے سازش رکھتا ہے اور بیچنا تھ  
 جو خزانے کا داروغہ ہے وہ ٹکیٹ رائے کا بھائی ہے اور اس کو آج اس قدر قدرت  
 حاصل ہے کہ چاہے تو چاندی کی عمارت تعمیر کرے اور یہ سب دولت حضور کی بدولت  
 ہے۔ نواب آصف الدولہ نے جھاؤل لال کو حکم دیا کہ مہاجنوں کو اپنی حیویتی میں یا راجہ  
 پھرج کے مکان میں بلا کر بات چیت کرے اور رائے بالک رام امین محاسبہ کا ہو۔ غرض  
 بہت سی تفتیش و تحقیق کے بعد حسب فیصلہ بالکرام کل گیارہ لاکھ روپیہ مہاجنوں کا کٹا  
 باقی سب حساب مصنوعی تھا اس جرم میں بیچنا تھ خزانے کے عہدے سے علیحدہ ہوا اور یہ کام پھرج کو



وہ نزع بذریعہ مصالحت کے طے پائی جس کے بموجب نواب نصیر جنگ جو ہوقت  
۱۳۱۳ برس کا تھا بنگرانے امین الدولہ جانشین ہوا اور یہ شرط ہوئی کہ نواب  
کو پچاس ہزار روپیہ سالانہ ملنا چاہیے اور دوسرے معاملات میں امین الدولہ  
اختیار تام رکھے اور مظفر جنگ کے بیٹے پر چڑم زہر خورانی ثابت ہوا۔

سرفراز الدولہ اور راجہ کیٹ رائے سے نواب کی

ناموافقت ہونا جھاؤ لال کو سلطنت کے کاموں میں

داخلت کرنے سے انگریزوں کی طرف سے ممانعت

ہو جانا چیرمی صاحب کا عہدہ ریڈنٹی سے تبادلہ

علامہ تفضل حسین خان کا عہدہ سفارت کلکتہ پر مقرر ہونا

ریاست اودھ کا حال روز بروز بدتر ہوتا جاتا تھا۔ گورنمنٹ انگریزی کا

درموعہ قرض سے ادا ہوتا تھا اگر کوئی پڑانا قرض ادا ہوتا تھا تو اس کے لیے

نیا قرض لیا جاتا تھا آمدنی ملک سے نہیں ادا ہوتا تھا۔ ایس لیے سود پر سود بڑھتا

جاتا تھا۔ حیدر بیگ خان کی رحلت کے بعد سرفراز الدولہ اور راجہ کیٹ رائے

کلکتہ کو گئے تھے اور جو روپیہ سرکار کمینی کا نواب وزیر کے ذمے قسطن کی رو سے

تھا اسکی وجہ سے سود میں تیس لاکھ روپیہ سالانہ دینا قرار پایا تھا۔ اُن روپوں

کا تقاضا اہل شہر اور عاملوں سے رہتا تھا۔ آخر کار کیٹ رائے نے نواب آصف الدولہ

کے کثرت مصارن کی شکایت لکھ کر گورنر جنرل کا خط نواب وزیر کے نام اس مضمون کا

۹  
دیکھو تاریخ  
مختصر

آیا اور گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ کو تحریر کیا کہ ہم نے آپ کی خواہش کے مطابق  
بحیری صاحب کو لکھنؤ سے علیحدہ کیا اب مناسب ہے کہ جھاؤ لال کو آپ کی روبرو مملکت  
میں مداخلت نہیں اُس کو معطل کر دیں۔ مگر نواب وزیر نے جھاؤ لال سے لطف و کرم  
کم نہ کیا اور جھاؤ لال نے بہت کوشش کی اور منشی عبدالقادر کی معرفت مسٹر  
لیڈن رزیڈنٹ سے موافقت اور صفائی چاہی۔ مگر مسٹر بحیری ایسی قباحتیں  
نہ لکھ گیا تھا جو رزیڈنٹ کے مزاج کی اصلاح ہوتی۔

تفضل حسین خان کے نام عمدہ سفارت کلکتہ قرار پایا۔ وہ کلکتہ کی جانب  
روانہ ہوئے اور راجہ گو بند رام قوم ناگر جو اس سفارت پر مامور تھا موقوف  
ہوا۔

### نواب آصف الدولہ کی دادی کا انتقال

شجاع الدولہ کی ان نہایت عابدہ تھیں دین کے کاموں میں سر مو احتیاط کو ہاتھ  
سے نہیں دیتی تھیں۔ اگلے زمانے کے عابدوں کی جو باتیں کتابوں میں دیکھی ہیں  
وہ اس نیک بی بی میں جمع تھیں۔ حیا و عفت اور عدالت و سخا و غرض کوئی ایسی صفت  
نہوگی جو ان میں موجود نہ ہو اور باوجود ان اوصاف کے ظنطنہ شجاعت سے بھی  
خالی نہ تھیں حالانکہ حور و نون میں ایسی ہمت نہیں ہوتی ہے ان کی ہمت کے وقت  
پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ انھوں نے اپنی ناز کے لیے فیض آباد میں زمینداروں اور  
مالکوں سے زمین مول لی تھی۔ نواب شجاع الدولہ نے ان کے لیے دریا کے کنارے پر  
ایک عمدہ مکان تیار کرنا شروع کیا تھا اس وجہ سے یہ موتی بلغمین رہتی تھیں



دیا گیا جب ٹیکٹ رے نظر نہ لگ گیا تو سرفراز الدولہ کے ذریعے سے مشہر چری صاحب زینٹ سے میل چاہا  
 اور سلسلہ جنبانی کی گروٹی بات سود مند بنوئی جو قوت راجہ ٹیکٹ رے نے پھر کاغذات درست کر کے پیش کیے  
 تو سرفراز الدولہ اور زینٹ کی سفارش سے اُسکو دوبارہ دیوانی اور پیشکامی کا  
 خلعت مرحمت ہوا۔ مگر نواب آصف الدولہ کا دل اُس سے اب بھی غبار آلودہ رہا۔  
 بلکہ سرفراز الدولہ کی طرف سے بھی مزاج میں کدورت آگئی۔ زینٹ نے نواب کو  
 مشورہ دیا کہ بخشی گری کی خدمت سرفراز الدولہ کے فرزند کے نامزد ہونی بہتر ہے  
 اور دیوانی کا تعلق راجہ ٹیکٹ رے سے مناسب ہے اور جھاؤ لال مصاحب  
 میں رہے اور باہم کوئی شخص کسی کے عہدے میں دست اندازی کرے اور پھر راج  
 خزانے کے کام پر رہے۔ نواب وزیر نے سرفراز الدولہ سے کہا کہ تم ہائے نائب ہو  
 تم کو جھاؤ لال خیر خواہ پر نظر التفات لازم ہے اور ٹیکٹ رے بدخواہ کو موقوف کرنا  
 مناسب ہے۔ مگر سرفراز الدولہ کو ٹیکٹ رے کا عزل منظور نہ تھا نواب وزیر نے  
 کاغذات گذرانیدہ ٹیکٹ رے کو جعلی قرار دیا اور سرفراز الدولہ کے بیٹے کو کم سنی  
 کے سبب سے یا نگہ خاطر کی وجہ سے بخشی گری نصیب بنوئی یہ خدمت مرزا جعفر کو  
 ملی جھاؤ لال کو مرزا جعفر اور راجہ ٹیکٹ رے کا عزل منظور تھا۔ اس کارروائی  
 کی وجہ سے نواب وزیر اور مشہر چری صاحب میں رنجش پیدا ہو گئی چہرے صاحب  
 سلسلہ ہجری سے زینٹ لکھنؤ پر مقرر تھا۔ نواب نے سر جان شور صاحب کو رنجہ  
 کو چہرے صاحب کے تبادلے کے لیے لکھا انھوں نے اُس کو اودھ سے بنارس کو  
 بلدیا اور وہاں محکمہ ایمل کا حاکم اعلیٰ کر دیا اور چہرے صاحب کی جگہ مشہر لٹین  
 جو بنارس میں مقرر تھا ماہ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء مقرر ہو کر

کاتب نے جواب دیا چالیس سال کی بیگم نے کہا یہ تو بہت کم لکھی ہے اور بڑھانا چاہیے  
 اُسے دو عدد اور بڑھا دیے بیگم نے کہا کہ یہ کیا بڑھانا ہے چالیس مین اور دو مین  
 کچھ زیادہ فرق نہیں ہے کاتب نے کہا کہ لو تمھاری خاطر سے دو اور بڑھائے  
 دیتا ہوں بیگم نے خوشامد کی کہ اور بڑھائے وہ غائب ہو گیا بیگم بیدار ہوئیں تو سمجھیں  
 کہ یہ یوں ہی خواب و خیال ہے لیکن بوجہ بشریت کے دل مین دغدغہ بنا رہا ہے۔  
 جب نواب شجاع الدولہ کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر گئی اور روہیلون کی  
 مرد کے لیے رام گھاٹ کا سفر پیش آیا تو بیگم نے چاہا کہ کعبۃ اللہ کو چلی جائیں اور  
 وہاں رہ جائیں اگر کوئی حادثہ بیٹھے پر واقع ہو تو ایسے روز بد کو آنکھوں سے  
 نہ دیکھیں اور نواب سے اس بات کی اجازت منگائی انھوں نے جواب مین لکھا  
 کہ غلام بھی زیارات کا ارادہ رکھتا ہے اگلے سال ہر کاب چلے گا توقف فرمائیے  
 دو سو سال روہیلون سے لڑائی پیش ہوئی اگرچہ نواب کو فتح حاصل ہو گئی  
 مگر بیگم کے دل مین دوسواں رہا ایسے لکھنؤ سے بھولی کو نواب کے لشکر مین چلی گئیں  
 اور اُنکے ساتھ ساتھ فیض آباد آئیں نواب کے مرنے کے بعد پھر فیض آباد سے  
 نہ نکلیں صرف دو مرتبہ لکھنؤ کو آصف الدولہ کی خاطر سے جانے کا اتفاق ہوا  
 وزیر علی خان کی شادی سے واپس آنے کے بعد پھر کہیں جانا نہوا ہر سال  
 تین ماہ کے روزے رکھتی تھیں اور موتی باغ کے عقب مین عالیشان مسجد اور  
 امام باڑہ بنوایا بارہ برس تک سہ ماہہ روزوں کا معمول رہا ذیقعدہ  
 شمس الہ بھری کو ظہر کی نماز مین مشغول تھیں عین سجدے مین عالم جاودانی  
 کی راہ لی ستر سال کی عمر پائی بنگلہ خراب شد (۱۷۱۰) تاریخ وفات ہے



مکان ابھی ناتمام تھا کہ شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا پھر انھوں نے اپنی سکونت اسی باغ میں رکھی۔ چند چھوٹے چھوٹے ضلع جیسے علی گنج فیض آباد کے پاس اور رے گنج اودھ میں اور ضلع بھٹائی متصل بلون وغیرہ اپنے متعلقین کے لیے لیکر انکی آمدنی پر قلعہ تھین اور ہمیشہ عبادت و ریاضت میں بسر کرتی تھیں انکے خواجہ سراؤں میں معزز آدمی یہ لوگ تھے محرم علی خان ناظر التفات علی حسان جامید علی خان۔ مطبوع علی خان۔ میان بہرہ یاب۔ سخن فہم۔ میان شفقت۔ میان دانا۔ میان نجتا اور۔ سر ہوش عرف فراست علی وغیرہ انہیں سے ہر ایک کے ساتھ رفیق و ندیم اور ملازموں کی جماعت حویلی کی محافظت کے لیے رہتی تھی جو پانسوا دیوں کے قریب تھے۔ اور اچھے اچھے حکیم اور امیر زادے جو دلی کی تباہی کی وجہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے انکی سرکار سے معقول تنخواہیں ملتے تھے۔ بیگم کی سرکار کا رویہ عہد عالمگیری اور نادر شاہی اُمر کی وضع پر تھا۔ جب انکی سواری نکلتی تو جلو میں عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوئے خاص بردار ہوتے نشان اور نقارہ ہاتھیوں پر آگے آگے چلتا اور سواری بھی آہستگی اور وقار کے ساتھ قدم بہ قدم چلتی۔

فیض بخش کتاب ہے کہ ایسا سننے میں آیا ہے کہ جب شجاع الدولہ انکے لشکر میں تھے اور حل چھ ماہ کا ہو چکا تھا تو بیگم نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص لکڑی کے تختے پر کچھ لکھ رہا ہے انھوں نے اسکا نام پوچھا اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم کیا لکھ رہے ہو کاتب نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے میں بیٹا ہے اسکی عمر میں جو کچھ واقعات اُس کو پیش آئیوں ہیں وہ قلم بند کر رہا ہوں پھر بیگم نے پوچھا کہ اُسکی عمر کے سال کی لکھی ہے



انکی لونڈی اُنکے خزانے کی کلید دار تھی۔ جب سکھ بچن کو روپے کی ضرورت ہوتی تو بیگم صاحبہ سے عرض کرتی کہ روپوں کے توڑ ڈن کو دھوپ دینے کا حکم ہو جائے اور اُن سے اجازت لے کر تھیلیاں دھوپ میں رکھواتی جس قدر ضرورت ہوتی روپے لے لیتی اور شام کے وقت پھر تھیلیاں خزانے میں رکھ کر بیگم سے عرض کرتی کہ آج اس قدر روپیہ دھوپ میں خشک ہو گیا بیگم صاحبہ اس دروغ کو سچ سمجھ کر کبھی مزاحمت نہیں فرماتی تھیں۔

جس زمانے میں مطبوع علی خان اور محرم علی خان ناظر بیگم کے اموال کی بازجوئی میں گرفتار تھے اُس زمانے میں خواجہ ہر علی خان نواب کی ماں کی طرف سے سالگرہ کے موقع پر نواب کے لیے خلعت لے کر فیض آباد سے لکھنؤ کو گیا تھا نصف الدولہ نے خواجہ ہر علی خان سے کہا کہ دادی صاحبہ کے دو تنخانے میں جمع خرچ کا کاغذ نہ تھا اس لیے اُنکے خواجہ سرا اس مصیبت میں گرفتار ہیں میں نے سنا ہے کہ والد صاحب کے دو تنخانے میں بھی کاغذ درست نہیں ہوتا ہے یہی سلوک تھا رس ساتھ کیا جائے گا خبر دار رہنا چاہیے ابتدا سے آمد و خرچ کا کاغذ درست رکھنا چاہیے خواجہ ہر علی خان نے عرض کیا بہت خوب لیکن دل میں ڈر گیا اور ہمیشہ اس غم میں گھلتا رہا خدا کی شان تو دیکھئے کہ نواب اس فرمانے سے ایک سال اور کئی ماہ کے بعد مر گئے اور اُن کی ماں نے لکھنؤ پہونچ کر انکی سرکار میں سے اکثر سامان جیسے ہاتھی خیمے بھینسین نیل کائین بیل اور ہر شیر وغیرہ منسوب کر کے لیے اور اپنے ساتھ فیض آباد کو لے گئیں۔



گلاب باڑی میں شجاع الدولہ کے پہلو بہ پہلو دفن ہوئیں۔ انکے تمام خواجہ سرلہون  
میں مطبوع علی خان صاحب اختیار و اعتبار۔ آسودہ۔ ہوشیار اور صاحب تدبیر  
تھا اسکی رفاقت میں بہت سے مغل اور شیخ جو صلاح و تقویٰ سے آراستہ تھے رہتے  
تھے۔ بیگم کے پاس۔ روپے اشرفیان۔ جو اہرات قیمتی و دوشالے اور دوسرے نفیس  
اور بیش قیمت کپڑے و اسباب نایاب کثرت سے تھا جو بہانہ الملک کے عہد سے جمع ہوتا  
رہا تھا ان چیزوں کو مطبوع علی خان نے چھپا چھپا کر اپنے ان صاحبان تقاضا جو  
کے پاس جمع کر دیا کیونکہ یہی لوگ اُسکے پُرانے رفیق اور معتد تھے۔ آصف الدولہ  
کی طرف سے تحسین علی خان خواجہ سر اضبطی کے لیے آیا اور اُس نے حساب نمبی کے واسطے  
سب کو نظر بند اور قید کر لیا اور اپنے ہمراہ لکھنؤ کو لے گیا نواب آصف الدولہ نے  
مطبوع علی خان کو پاس بلا کر اپنے سر کی قسم دے کر مال و اسباب کا حال دریافت  
کیا اس نیکو کام نے جس قدر جمع کرایا تھا وہی بتایا اور نواب کے سر پر ہاتھ رکھ کر  
جھوٹی قسم کھا گیا حالانکہ بڑی چوری کی تھی لیکن یہ شخص بھی اپنی زشت کرداری  
کے ثمرہ مفید سے محروم رہا اُسکے متقی اور پرہیزگار تیس سال کے رفیقوں نے  
ایک چیز واپس نہ دی اور وہ افشائے راز کے خوف سے خاموش تھا۔ بیگم مرحوم  
کی پردہ نشین کنیزوں کو قلعہ کے ایک چُرانے مکان میں اس طرح رکھ دیا جیسے  
مشکے میں غلہ بھر دیتے ہیں اور گذراوقات کے لیے دو دو تین روپے تنخواہ کر دی  
اور یہ جو کچھ عمل میں آیا ہو بیگم والدہ آصف الدولہ کا طفیل تھا۔

بعض کتابوں میں بیگم کے بھولے پن کی ایک حکایت نظر سے گذری ہے  
بیگم کی ہوشیار سی اور سمجھ اور طبیعت کے سامنے بعد معلوم ہوتی ہے کہ کچھ پن نام

دہل خاطر جانتے تھے جھاؤ لال پر مرتے تھے اسی کو اپنا نائب بنانا چاہتے تھے۔  
 اس منظور نظر کی خاطر سے انھوں نے نیابت کا کام ظاہر میں اپنے ہاتھ میں لیا اور  
 حقیقت میں اس کو دیدیا۔ جھاؤ لال نے جس طرح ریاست کا اندر دینی انتظام  
 درست کیا گورنر جنرل اور انکی کونسل سے موافقت پیدا کر سکا بلکہ جو کچھ اسکے ہاتھ  
 سے وقوع میں آیا وہ ان کے خلاف تھا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب راجہ جھاؤ لال  
 گورنر جنرل اور انکی کونسل کے ساتھ صفائی ہونے سے مایوس ہوا۔ تو اس نے  
 درپردہ نامہ و پیام کا لپی کے مرہٹوں سے شروع کیا اور جو لڑکا جھاؤ لال کا  
 نجبن طوائف کے بطن سے تھا اسکو ہمت بہادر کی بیٹی کے ساتھ منعقد کیا اور  
 اپنی بیٹی کی شادی ہمت بہادر کے فرزند کے ساتھ کر دی تاکہ سلسلہ اتحاد مضبوط ہو  
 اور ایک بیٹی محمد بخش خان کے ساتھ منعقد کی یہ شخص ترک تورانی شاہجہان آبادی  
 تھا اور رامپور سے عمر خان بڑ موچھے کو بلا کر نواب کی سرکار میں لے کر رکھوایا اور  
 مسطور تھا کہ سید نصر الدین خان کو نواب سید احمد علی خان والی رام پور کے عہدہ نیابت  
 سے موقوف کر کے عمر خان کو رامپور کا نائب بنائے تاکہ افاغٹہ رامپور اور تورانیان  
 شاہ جہان آباد اور مرہٹان کا لپی کی ملت ضرورت کے وقت کام آئے اور جبکہ  
 زمان شاہ بنیرہ احمد شاہ ابدالی کی لاہور کی طرف آمد کی خبر مشہور ہوئی تو راجہ  
 جھاؤ لال نے یہاں سے شاہ کی خدمت میں نیاز مندی کے خفیہ پیام بھیجے اور  
 ان سے موافقت چاہی اور قلعہ الہ آباد کی مرمت شروع کرائی اور یہ مشہور کیا  
 کہ اگر ابدالی کی فوج اودھ پر چڑھائی کرے گی تو قلعہ الہ آباد میں پناہ لی جائیگی  
 اور جھاؤ لال نواب وزیر کو صلاح دیتا تھا کہ حضور لکھنؤ سے قدم باہر رکھیں۔



جھاؤ لال کی سرکار وزیر مین خیر خواہیان اور  
انگریزوں کی طرف سے مخالفانہ خیالات۔ جس  
کی پاداش میں پٹنے کی طرف جلا وطن کیا جانا۔  
شاہ بدائی کی چڑھائی کے حیلے اور اودھ کی  
اصلاح کے نام سے گورنر جنرل کا قلعہ الہ آباد میں  
سپاہ فراہم کرنا

راجہ جھاؤ لال نے منشی غلام قادر خان میر منشی رزیدنٹ کا تھوڑا سا سہارا  
پانے پر دست تسلط سلطنت کے کاموں میں دراز کیا اور سرداران سپاہ اور نواب  
کے عزیز واقارب اور نواب برہان الملک اور صفدر جنگ کے پسماندوں کے  
بہت سے مصارف کم اور موقوف کر کے ایسی بچت پیدا کی کہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ  
انگریزی مہاجنوں کا جو راجہ ٹکٹ راس کے وقت سے سلطنت کے دوش پر  
واجب الاذا تھا چکا یا اور خزانے سے نقد چالیس لاکھ روپے لے کر سب انگریزوں  
کا قرضہ مباح کیا اور جو کچھ فی الجملہ باقی رہا اُس کو بلا سود چھ برسوں پر قسط بند کیا۔  
اور اسکے سوا کچھ زر نقد بھی خزانے میں جمع کیا اور نواب کے امور حاکمی میں بھی  
خیر خواہیان کین۔ نواب وزیر اکثر زبان سے فرمایا کرتے تھے کہ مرزا حسن رضا خان  
اور ٹکٹ راس نے ہمارا گھر برباد کیا مگر جھاؤ لال نے پھر سرِ نواقم کیا انکو اپنے گھر  
حسن رضا خان اور راجہ ٹکٹ راس سے قلبی نفرت تھی انکو وہ اپنا عذاب جان اور

کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے نئے سوار موقوف کر دیں اور انکی تنخواہ کی بچت سے ان سواروں کی رجسٹرون کی تنخواہ دیا کریں۔ جب نواب سے یہ درخواست کی گئی تو انھوں نے صاف انکار کر دیا تھا۔ مارچ ۱۷۹۴ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۲۱۰ھ میں سر جان شورگور نرہنزل نے علامہ تفضل حسین خان کو ساتھ لے کر کلکتے سے زمان شاہ ابدالی کے تدارک کے چلے میں کوچ کیا۔ اور بنارس میں آئے اور یہاں سے بھی انگریزی فوج اٹھا کر لکھنؤ کی طرف روانہ ہوئے۔ نواب وزیر نے استقبال کر کے ملاقات کی۔ دو مطلب گورنر نرہنزل کے تھے ایک یہ سواروں کا خرچ نواب اپنے فمے لین جس سے وہ قطعی انکار کر چکے تھے دوسرے انتظام ملکی میں اصلاح کریں۔ گورنر نرہنزل کا کہنا خالی نہ گیا اس شامٹ کے اسی نواب نے مان لیا کہ اگر ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ خرچ نہ ہو تو ایک جمٹ گورنر کے سواروں کی اور ایک ہندوستانی سواروں کی بڑھانی منظور ہے۔ گورنر نرہنزل اور آصف الدولہ دونوں لکھنؤ سے بھی آگے کو بڑھ گئے تھے۔ جبکہ زمان شاہ کی واپسی کابل کی خبر ملی تو گورنر نرہنزل ماہ شوال ۱۲۱۰ھ ہجری میں وزیر سے رخصت ہو کر بنارس کی طرف سدھائے چلتے وقت گورنر نرہنزل نے نواب آصف الدولہ سے درخواست کی کہ جھاؤ لال کو جسکی ذات سے مفسدہ پر دازی اور فتنہ انگیزی کی اکثر خبریں سموع ہوتی ہیں ہمارے حوالے کریں نواب سے اس وقت میں کہ عالم مجبور ہی تھا بجز اسکے کچھ بن نہ پڑا کہ جھاؤ لال کو حوالے کیا گورنر نرہنزل نے

۱۲۔ یہ لفظ منشی ذکار اللہ صاحب کا علیحدہ ہے۔



یہ تمام خبریں کونسل کلکتہ تک پہنچیں گورنر جنرل اور انکی کونسل کو گمان ہوا کہ  
جھاؤ لال نواب دیر کو آمادہ مخالفت کرتا ہے گورنر جنرل نے اس حیلے سے کہ  
اگر ابدالی کا لشکر ادھر رخ کرے گا تو ہم تدارک کرینگے قلعہ الہ آباد میں انگریزی فوج  
جمع کرنی شروع کی۔ جبکہ زمان شاہ کو اخبار اور ہوا خواہان دولت کے عراق  
سے دریافت ہوا کہ انکے سوتیلے بھائی محمود نے جسکو وہ ہزیمت دیکر ترکستان کے  
پہاڑوں کی طرف بھگا آئے تھے ہرات کی طرف سر نکالا ہے تو وہ قندھار کی طرف  
لوٹ گئے۔ گورنر جنرل کا مدعا قلعہ الہ آباد میں فوج جمع کرنے سے یہ تھا کہ لکھنؤ  
کی حالت کی اصلاح کریں۔

نواب کے ملک میں انگریزی سپاہ بڑھتی جاتی تھی۔ وارن ہیسٹنگز کے وقت  
میں ایک برگید سپاہ رہتی تھی۔ لارڈ کارن والس کے زمانے میں دو برگید رہنے  
لگے اور نواب کی نالیافتی اور بد انتظامی کے باعث سے کمی روپے کی ہو کر پچاس لاکھ  
اُسکے لیے جانے لگے اب اُس سے بھی زیادہ سپاہ رہنے لگی کیونکہ نواب میں نہ خود لیاقت  
تھی نہ انکی سپاہ اس قابل تھی کہ ملک کا انتظام کر سکتی اگر پچھو تو یہ سودا صفت تھا  
کہ ملک کی حفاظت غیروں کی سپاہ سے اُسکی چوتھائی آمدنی میں ہوتی تھی اس  
سے زیادہ کیا سودا سستا ہو سکتا تھا ۲۲ اپریل ۱۸۹۶ء کو کورٹ ڈائرکٹر نے  
گورنر جنرل کو لکھا کہ بنگال میں جو دور چٹین ہندوستانی سواروں کی ہیں ان میں  
دواور چٹون کا اضافہ ہوا اور سرکار کمپنی کا خرچ نہ بڑھے ایسے نواب آصف اللہ

۱۷ یہ الفاظ نواب کی شان میں جلد دوم عہد نامہ جات میں مندرج ہیں ۴۲

۱۸ دیکھو تاریخ منشی ذکا اللہ صاحب ۱۲

## سلطنت اودھ کی نیابت پر تفضل حسین خان علامہ

کا مامور ہونا

پٹنے کی طرف جھاؤ لال کی روانگی کے بعد گورنر جنرل نے آصف الدولہ سے کہا کہ نیابت کا کام بدستور مزاحسن رضا خان سے لیا جائے اور پیشکاری و دیوانی کا کام راجہ ٹکیٹ رے کے سپرد کیا جائے نواب وزیر کامزاج جھاؤ لال کے جانے کی وجہ سے نہایت افسردہ ہو رہا تھا انھوں نے یہ جواب دیا کہ اگر انھیں دونوں شخصوں کو نیابت اور دیوانی دینی منظور ہے تو میں عتبات عالیات کی طرف روانہ ہوتا ہوں منیب بھی دوسرا پیدا کرنا چاہیے میں تبدیل لباس کرے گا یہ جواب سنکر گورنر جنرل نے تامل کیا کچھ دنوں اہل شہر کو الماس علیخان خواجہ سرا کی طرف نیابت کا گمان تھا رزیڈنٹ نے بھی اسی کو تجویز کیا تھا جس دن یہ ارادہ ہوا کہ اسکو آج خلعت نیابت دیا جائے اُسی دن چٹھی ممنوعی گورنر جنرل کی آگئی اسلئے مسڈن صاحب رزیڈنٹ نے یہ ارادہ موقوف کیا آخر کار گورنر جنرل کی سفارش اور مشورے سے نواب و دیر نے تفضل حسین خان کو جنگی ذہانت اور لیاقت پر گورنر جنرل کو اعتبار تھا سلطنت کے کام کے لیے تجویز کیا اور ان کو طلب کر کے انکی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا کہ اب میری عزت و آبرو تمھارے ہاتھ میں ہے نیابت قبول کرو انھوں نے چار دنا چار قبول کی اور خلعت سے متلع ہوئے جیسا کہ تاریخ شاہیہ میں ہے تفضل حسین خان نے اکرام الدولہ خان کی معرفت سرفراز الدولہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ میں نے بہت سا خون جگر کھایا تھا کہ



اُسکو اپنے مین بھج دیا اور پانچ ہزار روپیہ ماہوار مقرر کر دیا۔ اُس نے وہاں عالی شان عمارت بنوائی اور ہمیشہ تعزیر داری بڑے تکلف سے کرتا تھا۔ سترہ ہجری میں بہتر بنیادی پر قضا کی اور انتقال کے وقت اپنے دفن کے لیے موضع اسلام وصیت کی اُس کے انکافات اور عیش و عشرت کا یہ حال تھا کہ جبکہ لکھنؤ میں رہتا تھا تو کھانا کھانے کے وقت اُس کے فرش پر چسپ کھانا کھاتا ایک طرف رو بہر و مسلمان طوائفین بیٹھتی اور ناچتی گاتی تھیں اور دوسری جانب ہندو کھانا کھانے میں مشغول ہوتے تھے۔ غرض کہ اُس کا تمام خاندان مطیع الاسلام تھا۔ اُسکی چند بیٹیاں بنجن طوائف سے تھیں جن میں سے ایک بیٹی نواب اشرف علی خان کے خاندان میں مرزا بھورا ولد مرزا ابراہیم کے ساتھ منسوب ہوئی تھی۔ بنجن طوائف کے بطور سے جس قدر اولاد تھی راجہ جھاؤ لال کے انتقال کے بعد اُس کے تمام متروکے پر متصرف ہوئی کیونکہ کوئی بیٹا، ہم قوم عورت سے نہ تھا۔ بنجن جھاؤ لال کے بعد چند مدت رہے بالک رام سے متفق رہی اس وجہ سے اُس کا در ماہہ جاری رہا تو ٹھکانے دونوں کے بعد ان دونوں میں نزاع خفیف پیدا ہو گئی اس عرصے میں بنجن نے انتقال کیا۔ اور بالک رام نے بھی راجہ جھاؤ لال کے بعد ترک لباس کیا۔ جھاؤ لال کے بعض پسماندوں نے انگریزی سرداروں کا توسل پیدا کر کے اپنے اندر دختے سے اوقات معمولی مقدر رکھ کر اعزاز و امتیاز کے ساتھ بسر کی۔ بریلی میں بالکرام کے جس قدر گائون تھے وہ اُس کے بیٹے رتن سنگھ کے نام سرکار انگریزی کی طرف سے بحال ہے۔



انگریزی اور لاطینی زبان بھی سیکھی تھی نیوٹن صاحب کے ڈفرنشل وغیرہ کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا۔ غرض کہ تفضل حسین خان رفتہ رفتہ یعقوب علی خان خواجہ سرا کی وساطت سے شجاع الدولہ کے حضور تک پہنچ گئے اور اُن کے بیٹے مین الدولہ سعادت علی خان کی امانت پر مقرر ہو گئے۔ جن وقت مین الدولہ آباد میں تھے تو خان مذکور مصروف مطالعہ رہتے تھے۔ اور مولوی سید ولد علی جوہر شاعر بن کے مجتہد تھے انکی وکالت کرتے تھے اور مولویان عصر سے مباحثہ رہتا تھا تفضل حسینیان کے آباد جہاں دھنی مذہب رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی ذات سے اثنا عشری مذہب اختیار کر لیا۔ جس زمانے میں سعادت علی خان نے نجف خان کے لشکر سے لکھنؤ آنے کا ارادہ کیا تھا تو اب آصف الدولہ نے دارن ہسٹنگز گورنر جنرل کو لکھا تھا کہ اگر سعادت علی خان لکھنؤ میں آتے ہیں تو آئین مگر تفضل حسین خان اُن کے ساتھ نہ آئیں اسلئے تفضل حسین خان کا لکھنؤ میں آنا موقوف رہا۔ بالابالا کلکتے کو چلے گئے۔ ۹۱ شہ عین گوہر کے رانا لوکیندر سنگھ نے جو والیان دھولپور کا مورث اعلیٰ ہے اور جبکہ ملک کو ہستانی بہت وسیع جنما کے کنا سے پراودہ اور سیندھیا کے ملکوں کے درمیان میں آگرے سے ساٹھ میل پر جنوب و مشرق میں واقع تھا انگریزوں سے ارتباط پیدا کرنا چاہا جسکو سیندھیا بہت دق کرتا تھا تو گورنر جنرل نے اُس سے ان شرائط پر عہد و پیمان کیے کہ رانا جو اکثر مرہٹوں کی دست درازی سے تنگ رہتا ہے اُسکو تو مرہٹوں کے ہاتھ سے خلاصی دلانے میں انگریز امداد کریں گے اور وہ انگریزوں کی امداد اپنے لشکر سے اُس حالت میں کرے گا کہ مرہٹے متصل کی ریاستوں پر ترکناز کریں۔ جبکہ مرہٹوں نے رانا کے ملک پر حملہ کرنا شروع کیا



کاروبار سلطنت کا محل و عقد بدستور آپ سے متعلق رہے لیکن اُسکے خلاف ظہور میں آیا امید ہے کہ اب آپ اس بات کا ملال فرمائیں گے۔ سرفراز الدولہ نے یہ خبر سن کر اظہار مسرت کیا اور حضرت عباس کی حاضری منگا کر تقسیم کی اور خان موصوف سے کہلا بھیجا کہ اس بات سے ہم بہت خوش ہوئے۔

تفضل حسین خان کا سلسلہ نسب یوں ہے کہ سیف الدخان اور کرام الدخان دو حقیقی بھائی لاہور میں رہتے تھے۔ سیف الدخان کے پانچ بیٹے تھے (۱) حجت الدخان کہ عدالت بنارس کچھ دنوں اس سے متعلق رہی (۲) انعام الدخان یہ شخص لکھنؤ میں رہتا تھا (۳) احسان الدخان (۴) افضل الدخان (۵) اکرام الدخان ان پانچ بیٹوں کے سوا دو بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک بیٹی محمد حسین خان کے بیٹے کے ساتھ منسوب ہوئی اور دوسری بیٹی سلام الدخان پسر میر محمد کے ساتھ منعقد تھی۔ سیف الدخان کا بھائی کرام الدخان مدت تک نواب معین الملک عرف میر منو صوبہ دار لاہور پسر قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی طرف سے وکالت پر مقرر رہا اور قین لاکھ روپیہ سالانہ پایا کیا۔ تفضل حسین خان اسی کرام الدخان کے بیٹے ہیں قصہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے دلی میں آکر مولوی نظام الدین کے حلقہ درس میں داخل ہوئے اور علم ریاضی خیر الد مہندس سے سیکھا۔ ملا نظام الدین کے بعد لکھنؤ کو چلے گئے۔ اور قمر گئی محل میں ملا حسن سے استفادہ کیا سبق کے وقت حاکمانہ اعتراض کرتے ملا حسن خفا ہو کر کتاب کو زمین پر دے دیتے تھے آخر کار اپنے حلقہ درس میں آنے کی ہمانت کی۔ بعد ابو الفضل اور سعد الدخان شاہجہانی کے علامہ کا خطاب اگر ہوا تو تفضل حسین خان کے لیے تسلیم ہوا ہے۔ انھوں نے

کا ایک عامل تھا اپنا مشیر بنایا مگر جب خان مذکور ریاست کے کام میں تنگ ہوتے تھے تو اکثر کہتے تھے کہ مجھ کو مطالعہ کتب اور مشغلہ درس و تدریس اس نیابت سے بہتر تھا۔

تاریخ شاہیہ میں لکھا ہے کہ تفضل حسین خان کتب حکمت پر متوجہ رہتے تھے اسلئے وزیر سے صحبت برآر نہ ہوئی۔ نواب انتظام موجودہ سے بے حد رنجیدہ تھے چنانچہ فرح بخش مین محمد فیض بخش نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ پیش از فوت خود بیابک سال رو بروے مردم اردلی کہ ہر وقت حاضر حضور بودند بیشتر حرف سے زدند چنانچہ خبر آمد آمد زمان شاہ درین ملک شہرت گرفت فرمودند کہ ہمہ کسان ننگان این ملک تماشای آمد شاہ خواہند کرد الا من کہ نخواہم دید۔ حسن رضا خان ماہ رمضان ۱۱۰۰ھ ہجری میں اپنے کام سے سبکدوش ہوئے تھے اور ابتداء ماہ شوال سے تفضل حسین خان نے نیابت کے بوجھ بھار کو سنبھالا تھا۔

### نواب آصف الدولہ کی وفات

ایک تو وزیر کو جھاؤ لال کی مفارقت کا بیج تھا دوسرے نیابت کا تقرر بھی اُن کے حسب دلخواہ نہوا جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ میں مذکور ہے اسلئے ابھی اس تغیر کو پورا ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اوائل صفر ۱۱۰۰ھ ہجری سے نواب وزیر کا مزاج جادہ اعتدال سے منحرف ہونا شروع ہوا۔ ابتداءً نواب شراب پیا کرتے تھے پھر اسکے استعمال سے توبہ کر کے بھنگ سے مشغلہ رہا اس کو چھوڑ کر



تو کپتان پوجھم کی افسری میں ایک دستہ سپاہ شہاء میں رانا کی مدد کو بھیجا گیا جسے گوہر کے ملک سے مرہٹوں کو ٹھاکر بھگادیا اور مشہور قلعہ گوالیر کا بھی ۱۲- گت شہاء مطابق ۲ شعبان ۱۱۹۲ھ ہجری کو فتح کر کے رانا کو دیدیا۔ فضل حسنین نے اُس وقت میں کمانِ افسر کے ساتھ جا کر رانے گوہر کی کارروائی میں مدد کی تھی اور انگریزوں میں اُن کا رُسخ پیدا ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ بامِ صاحب کے ساتھ لکھنؤ میں آئے اور اُن کے ساتھ رامپور کو گئے شہاء ۸۳ء میں پندرہ لاکھ روپے نواب سید فیض السدخان سے آصف الدولہ کو دلانے کی عوض میں نواب سید فیض السدخان کو فرضِ مدد ہی سپاہ سے بری کرایا۔ بعد اسکے فضل حسین خان پھر کلکتے کو چلے گئے اور جبکہ دارن ہیسٹنگز شہاء ۸۴ء میں کلکتے سے لکھنؤ میں آئے تو فضل حسین خان کو اپنے ہمراہ لاکر نواب آصف الدولہ کی ملازمت کرائی اور بہت کچھ سفارش کی آخر کار نواب نے فضل حسین خان کو راجہ گو بند رام لکھنؤ میں اپنی ریاست کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس سفیر مقرر کر دیا اور اس سلطنت میں عقل و حل نصیب ہوا وہ اپنے علم اور حسن تدبیر سے اُدھر معتمد سرکار انگریزی کے اور دھر رکنِ سلطنت کے تھے فضل حسین خان نے انتظام شروع کیا۔ سلسلہ انتظام جدید میں مرزا جعفر کو بخشی گری کا عہدہ دیا اور خلعت دلایا اور حیدر بیگ خان کے بعض رفقا کو دیوانخانہ اور کوتوالی کی خدمت پر مامور کیا۔ اور نصیر الدولہ سید معزز خان کو پھر کام کا اُمیدوار کیا مگر اُنھوں نے اُس زمانے میں تبدیلِ لباس کیا اور کمرِ نیاداری کے تعلقات کو ترک کر دیا تھا اور عمر بھی زیادہ تھی اس وجہ سے نوکری اور کھلافہ کچھ قبول نہ کیا۔ فضل حسین خان نے مرزا مہدی علی کو جو برکار وزیر



شش جہت سے کوچ کیا۔ ۲۵ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ ہجری کو مقام فیض آباد میں  
مسند حکومت پر بیٹھے تھے۔ انھوں نے اپنا دار الحکومت لکھنؤ مقرر کیا تاہم مظفری کی  
روایت کے بموجب انہیں اس برس کی عمر پائی اور وزیر نامے سے ثابت ہے کہ  
وہ پچاس سال سے زیادہ عمر پا کر فوت ہوئے۔ کیونکہ اواخر ۱۱۳۵ھ ہجری میں پیدائش  
تھی۔ آغا محمد ندیم روضہ خوان مصنف بحر البکانے کہ روضہ خوانی و مرثیہ گوئی کا  
خوش بیانی میں کمال رکھتا تھا نواب وزیر کے مدفن کی تاریخ اس طرح نکالی ہے  
ہسٹنا روح وریحان و جنات نعیم۔ نواب وزیر عتبات عالیات کے زواروں  
کی نہایت خبر گیری کرتے تھے سیکرٹری کوٹھے خاک کر بلا اور تبرکات کر بلا و جھلٹ  
سے معمور تھے باوجود اس شہرت و عظمت کے انتقال کے وقت جملہ کوٹھوں پر دفعتاً  
مہر و قفل لگ گئے۔ اس لیے مرزا حسن رضا خان کے ہاں سے خاک کر بلا اور امن کا  
خاص کفن منگا کر دیا گیا اور وہ نواب کے نصیب ہوا اور نواب اپنے امام باڑے  
میں دفن ہوئے۔ نواب کی سرکاری میں اس وقت تک دو ہزار ہاتھی موجود تھے۔  
انکے عہد میں برت اور پھول اور گلاب باوجود کثرت کے لوگوں کو بہت کم میسر  
ہوتے تھے یہ جملہ چیزیں سرکاری کارخانے میں جاتی تھیں۔

### تاریخ وفات از آغا محمد ندیم

گلشن عشرت تبار ارج خزان فت لے ندیم	شامہ استشام حسرت سے نایب در نسیم
آصفہ کین ز صدن رایک در شہوار بود	آن در شہوار رفت ز دست دعا لشہریتیم
لکھنؤ بے آصف ست و آسمان بے آفتاب	شہر یونان بے مسج و طور سینا بے کلیم



افیون پر پٹھرے اور پہلے حقے سے طبیعت کشیدہ تھی مگر اب دمساز تھا۔ مرض نے  
 ہاتھ پانوں نکالے دوا اور غذا میں بے اعتدالیان واقع ہوئیں اطباء حاذق  
 جیسے شفا فی خان اور حکیم صادق خان وغیرہ کہ ہر ایک صاحب تصانیف تھا  
 معالج تھے مگر نواب وزیر کہا کرتے تھے کہ اب میں زندگی کا خواستگار نہیں بلکہ  
 عوام میں مشہور تھا کہ جھاؤ لال کے جانے سے نواب وزیر کو اپنی جان عزیز و مال  
 ہے بلکہ دولے اجنباب تھا آخر میں استقسا پیدا ہو گیا برن کا پانی کثرت  
 سے پیتے رہے مرض نے طول کھینچا دوا کا استعمال بھی ترک ہوا اور علاج بھی موقوف  
 کیا۔ انکی مان بھی عیادت کو آکر برج طلائی میں انری تھیں نواب بہت استعمال  
 کرتے تھے بیماری کے تمام عرصے میں کبھی دنیا سے رحلت ہونے کا افسوس اور رخصت  
 و طلال کا کوئی لفظ زبان پر نہ آیا اگر کبھی کوئی ان کا ذکر انکی حالت زار دیکھ کر  
 سزن و طلال کی بات کہ بیٹھنا تو غصے ہو کر سامنے سے دور کر دیتے۔ اگر کبھی فضل حسین  
 یار زیڈنٹ مزاج پر سی کے لیے آجاتے تو فوراً اپنے آپ کو درست کر کے صحیح و سالم  
 دکھاتے اور بات چیت اُسی شوکت و ظنطنے کے ساتھ کرتے جو ہمت کی حالت میں  
 دستور تھا گو انکی مان کا دل بے چین تھا جب سامنے آتین تو بے اختیار روئے  
 لگتین اُس وقت نواب کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے جتنی دیر دونوں  
 مان بیٹھے مقابل رہتے سواروئے دھونے کے دوسری بات نہ کرتے۔ ۲۳ برس اور  
 کچھ مہینے ریاست کی تھی کہ ہجرت کے دن ۲۸ ربیع الاول ۱۲۰۳ ہجری کو اس

۱۲۰۳ تاریخ التواریخ اور فتح بخش مؤلف فیض بخش میں آتی ہے تاریخ مظفری میں انکی وفات کی تاریخ سلج ربیع الاول  
 لکھی ہے اور سلج اُس دن کو کہتے ہیں جسکی شام کو ہلال نمودار ہو شاہ محمد اہل کی نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ آسدن

ہاتھ گفت سال تا بخشش شد مزارش بزرگ پائے حسین

دیگر

لے آفتاب زود بزرگ زمین شدی درنگ غیب والی تاج و نگین شدی  
بے توجہانیاں بعد از قیامت اند فکر جهان نہ کردی بہ خلد برین شدی

دیگر بہ تعمیہ

از وفاتش بے سرو پا گشتہ اند تقلم و نسق و ہیبت و ہمت کرم

از شاہ محمد اجل الہ آبادی

دیر اعظم دستور افخم	گرامی گوہرے از دلد آدم
اباعن جد امیر ابن الامیر	اباعن جد وزیر ابن الوزیر
سلیمان شمت و صف شکوہے	فرید دن صولت و در حکم کوہے
جناب آصف الدولہ کہ در جود	نظیر او بعالم کمر تک بود
کے از فتنہ گر بجتے پناہے	بدیدے کشورش آرا مگلہے
ہزاران مردم از قصاص عالم	ہزاران یافتند از دوسے در اہم
نیاز آتش بخت کر بلا رفت	نہ پنہان بارہ بارہ بر ملا رفت
بشہد ہنرے آورد آن یگانہ	کہ باشد یادگارش در زمانہ
غلام ہمت ارحام طے	بود از بند گانش من بن بے
سراپا مظہر جود و سخاوت	ز نو شر و ان فرون تر در عدلت
چو خوردے زمین تابندہ میشت	جہان بخمش اوزندہ میشت



دارد آصف عشرت در صحن آصف باغ شد  
انبیا همدم سلیمان هم نفس آصف ندیم  
نقش بند کافون بر تربت آصف نوشت  
همنار روح در محان و جنات نسیم

## قطعه دیگر

کرد پدر و د جهان را چو وزیر اعظم  
ماتش اهل جهان را همه خون در دل کرد  
اتفاقین مصرعه تاریخ و فاقش برخواند  
آصف الدوله به فردوس برین منزل کرد

## دیگر

اکی آصف الدوله بهادر  
مجن نائب تو باد مغفور  
نوشتم سال تاریخ و فاقش  
بود با حیدر کرار محشور

## دیگر

وزیر جهان آصف الدوله رفت  
بخت چو زین خاکدان خراب  
به شب باے دیگجورایام نور  
بدل گشته در دیده شیخ و شاب  
زیلاب اشک صفار و کبار  
بنای امید جهان شد بر آب  
درینا جگر باے عالم نمود  
چهار آتش ماتم او کباب  
ندامت چو از سر روزگار  
بدر رحمت خود کشید آن جناب  
پئے سال تاریخ او چون شب  
فتادم در اندیشه بحساب  
سحر آسمانم رسید این صدا  
بزی زین حیف شد آفتاب

## دیگر

کرد رحلت چو آصف الدوله  
بتلا شد جهان با تم و شین

بطور تسمیہ تاریخ دیگر + گونخشش تمام وجود بے سر

خدا یا جے او خلد برین باد

طفیل احمد و اولاد امجاد

دیگر

آصف الدولہ وزیر اعظم ہندوستان      کرد رحلت گشت حال ہل عالم بس تباہ  
سال تاریخ وفات آن امیر ذوالکرام      گفت ہاتھ عمدہ ماقم عمدہ ماقم آہ آہ

بزرگان ہندی

ایک سس آٹھ سے چون نسبت کا پران      بارہ سے بارہ سنہ ہجری جانت کل جہان  
کو ارماس پر یو اسدی جمعرات مدھیان      اٹھائیسین ربیع الاول آصف تجو پران

نواب آصف الدولہ کی ازواج و اولاد

نواب آصف الدولہ شمس النساء بیگم بنت نواب انتظام الدولہ خان خانان  
بن نواب قمر الدین خان وزیر اعظم ہندوستان کے ساتھ بیاہے گئے تھے۔ یہ بیگم  
قلمہ بھی بھون میں رہتی تھیں لا دلہ رہیں کبھی نواب سے موافقت بھی نہ رہی نواب گنج  
کے قریب ہر تاب گنج جسکی آمدنی ساٹھ ہزار روپے سال کی تھی انکی جاگیر میں تھا اور  
نواب آصف الدولہ کی سرکار سے ساٹھ روپے روز کا خاصہ (امرا کا کھانا) مقرر تھا  
نواب سعادت علی خان نے اپنے عہد میں کچھ آمدنی بازار اور گوشتی کے پل کی ضبط کی  
تو خفا ہو کر اپنی جاگیر کو چلی گئیں کرنل ہلی صاحب رزیدنٹ لکھنؤ فمائش کو گئے



اگر چه خان خان کان هم بود  
 درین ایام بود خان خانان  
 در یغارت آن میر جوان نخت  
 در یغا آن سپهر جو و حشمت  
 ازین ملک فنادل سیر گردید  
 در یغا آن امیر پاک طینت  
 بتنگ آمد ز بس زین دار فانی  
 بر روز پنجشنبه آه صد آه  
 رنج الاول بست و نهم بود  
 مرشدقار این غم چون رسانند  
 چه گویم آنچه شد حال دل من  
 در آن حالت بخود هرگز نماندم  
 بنیز ناله و فغان های سچ  
 بدل حسرت به چشم اشک بلب آه  
 هزاران آه می کردم در آن شب  
 ازان جمله شمر دم چون دو صد آه  
 شمار این دو صد آه و دو آهم  
 و گرتایخ فوت او به ناگاه  
 و گرتایخ گفته جان بر تفت  
 امیر عالی من هم نه کم بود  
 از دمی خواسته انعام و احسان  
 در یغا بست ازین دار العنارت  
 بملک جادو دانی کرد رحلت  
 بملک لایزال می گنج بگزید  
 که ناید کس نظیرش در بصیرت  
 نموده بند و بست جادو دانی  
 وداع این جهان نمود ناگاه  
 که رحلت آن سپهر جو و بنود  
 نشید هم چو ماتم چون رسانند  
 چه گویم آنچه شد غم حاصل من  
 بخرخ هفتین ناله رساندم  
 نموده با من سر تا توان هیچ  
 ز وقت شام تا وقت سحرگاه  
 و با خم بود از آهم لبالب  
 فرودم هم بران دو آه جانگاه  
 بود بر سال تر حلیش گواهم  
 غم آصف بگفتم با سر آه  
 سلیمان نمانده آصف رفت

وزیر علی خان تھا۔

تذکرہ حکومتہ المسلمین میں لکھا ہے کہ یہ ایک فراس کا بیٹا تھا نواب نے اسکو  
پاکر وزیر علی خان نام رکھا تھا۔

### نواب آصف الدولہ کے عہد میں تعداد سپاہ

انکے وقت میں اسی ہزار پیادے اور بیس ہزار سوار تھے اور بعض نے  
اسی پٹنیں اور پندرہ ہزار سوار بتائے ہیں دکن کی مرہٹوں کی لڑائی میں آصف الدولہ  
نے انگریزوں کو بہت مدد دی اور اپنی فوج جنیل مارٹین اور عبدالرحمن خان  
قندھاری کے زیر حکم بھیجی اور کرنیل گاڈر بھی گجرات اور دکن کی مہموں میں انگریزوں  
کی کمک کے لیے مامور ہوا تھا اور گوہر وغیرہ قبضہ و تصرف میں لایا تھا۔

### نواب آصف الدولہ کا اسراف

تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خم خانہ جاوید میں لکھا ہے کہ انکی سخاوت  
ہندوستان میں ضرب المثل ہے چنانچہ مشہور ہے جسے نیسے مولائے جسے آصف الدولہ  
یہ مثل آج تک زبان زد خاص و عام ہے انکی فیاضی کی عجیب و غریب حکایتیں  
مشہور ہیں ایک مرتبہ آپ نے لاکھ دانوں کی تسبیح بھولے بن کر ایک بڑھیا سے  
لاکھ روپے میں خرید لی کسی اور موقع پر ایک ضعیفہ کو اُسکے اس گمان پر کہ وہ  
کچے لوہے کی تلواریں کو پارہ میں سمجھتی تھی اُس تلواریں کے ہموں میں سونا دلا دیا غریب کی پریش  
اور اہل کمال کی قدر افزائی کی نئی نئی تجویز میں نکالا کرتے تھے داد دہش کو



نما نا خیال تھا کہ نواب سعادت علی خان خود منائے کو آئیگی گریہ خیال خام تھا  
ایک مہینے کے بعد جاگیر سے الہ آباد کو چلی گئیں۔ وہیں کئی مہینے کے بعد انتقال کیا  
غازی الدین حیدر بن نواب سعادت علی خان کے عہد میں انکی لاش لکھنؤ میں آئی  
ایک ضریح چاندی کی انکی قبر پر بھی موافق ضریح قبر نواب آصف الدولہ کے رکھوا دی  
تھی۔ مرزائی صاحب وغیرہ مرحوم کے متعلقین تھے۔ سرکار سے انکے سب متعلقین کو پیش  
کش ہی جو نسلاً بعد نسل ہے۔ نواب ملا محمد حسین خان کستا تھا کہ فقط دو بیٹے برہان علی خان وغیرہ نطفہ نواب  
آصف الدولہ کسی محل سے ہوئے تھے وہ سن طغی میں مر گئے باقی اور بیٹے و بیٹیاں نواب کی اولاد طغی تھی نہ نطفی  
مرزا فیض الدولہ نواب موصوف کے ان دونوں فرزند کی تاریخیں اس طرح موزون کی ہیں۔

شدم در فکر تاریخ تولد      براس آن گل باغ نجابت  
کہ ہاتف گفت ناگہ از سر ہوش      گرامی گوہر درج سیادت  
دیگر

تھا اسی فکر و سوچ میں کہ مجھے      ہوا حق کی طرف سے یہ الامام  
آج اقبال سر پہ ہے لٹکے      کہہ کہ ہے فخر مادر ایام  
مفتاح التواريخ میں لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ کو عورتوں سے مطلق شریق  
نہ تھا بلکہ انہیں رجولیت ہی نہ تھی لیکن انکی مجلس امین پانسو کے قریب خوبصورت  
عورتیں جمع تھیں ان میں سے کئی ایسی بھی تھیں کہ ان کو نواب نے محل کی حالت میں  
اپنی مجلس امین داخل کیا تھا۔ جب کوئی بچہ ان حاملہ عورتوں سے پیدا ہوتا تو  
نواب خوشی کرتے اور اپنے فرزند کے طور پر پرورش فرماتے چنانچہ ایسے ساٹھ بچے  
انکے پاس جمع ہو گئے تھے جن میں ۱۳ لڑکے اور ۲۸ لڑکیاں تھیں سب سے بڑا

لکھنؤ آئینہ اودھ جلد سوم

آصف الدولہ فارسی زبان میں بھی شعر کہتے تھے اور علم سیر و تاریخ میں اچھی مہارت رکھتے تھے ان کے اردو اشعار یہ ہیں۔

بڑے شکوہ سے جا آہے قافلہ دل کا  
یا ڈر مجھے تیرے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
کتاب ہے بہت کچھ وہ مجھے چھپکے ہی چھپکے  
موا ہے تیرے لیے تیرا عاشق غم کش  
وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مرا ذمہ  
جب مرنے لگی بلبل شوریدہ قفس میں  
صیاد تجھے بخشد یا خون میں اپنا  
گل ہنسکے بولانا لہ بلبل پہ یون پتنگ  
رور کے یہ جواب دیا عند لیب نے  
ہے شمع کے بھی دل میں محبت پتنگ کی  
پر دلنے کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام  
فریاد و آہ و نالہ بھلا کس لیے کرے  
گل مہربان سنا ہے کبھی عند لیب پر  
میں آہ آہ و نالہ نہ کہیں چون تو کیا کروں  
جہاں تیغ اسکی علم دیکھتے ہیں  
جو جلوہ صنم تجھ میں ہم دیکھتے ہیں  
گزرنے میں سو سو خیال اپنے دلین

چلے گا رو برو کس کس کے معاملہ دل کا  
یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
ظاہر میں یہ کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
ذرا تو فاقہ پڑھ چلے تاکجا دوسواں  
ننگ اسکی روح تو خوش ہو نہ دلمین لاوسوں  
آصف یہی کہتی تھی بہ تکرار دم نزع  
ننگ جل کے دکھالائے گلزار دم نزع  
کہ ظن دیکھ ہم بھی تو آخرین زار شمع  
انصاف دل میں کجیولے دلفگار شمع  
گرہے پتنگ سوختہ جان ہیقتار شمع  
جینا بغیر پار کے ہے ننگ و عار شمع  
جیسے موت پتنگ رہا ہم کتار شمع  
تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعار شمع  
جلتی ہیں غم سے سیری لگین مثل نار شمع  
وہاں اپنا ہم سر قلم دیکھتے ہیں  
خدا کی خدائی میں کم دیکھتے ہیں  
کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہیں



بمنزل ضروریات زندگی کے سمجھتے تھے۔

ایسی شخص کس کام کی کہ اہل استحقاق حق پالنے سے محروم رہیں اور نامستحق ضرورت سے زیادہ پائیں۔ فرح بخش میں فیض بخش نے کہا ہے کہ نواب کا اپنی سپاہ کو چڑھی ہوئی تنخواہ کے دینے کا یہ حال تھا کہ ہر کس از سپاہیان بعد یک سال و ششماہ دعویٰ طلب و تنخواہ کر دندا اگر تمنگان سے بوزند مقابل آن بجاہے تو پخانہ و فرقتہ بخیبان را کرده و چند کس را کشتہ گر یا نیندند و اگر بخیبان این عمل سے نمودن تمنگان را در بر و نمودہ میرانند۔

### نواب آصف الدولہ کی شاعری

نواب آصف الدولہ اردو میں شعر بھی کہتے تھے سید محمد میر متخلص بہ سوز کے شاگرد تھے نواب کی غزلوں میں بالکل استاد کا انداز ہے جن کی انشا پر دازی کا حسن کلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوشنمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہمیری بھری ٹھنی پر کھڑا سا دھرا ہے اور سرسبز پتوں میں اپنا اصلانی جوہن دکھا رہا ہے جن اہل نظر کو خدائے نظر باز آنکھیں دی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک حسن خدا داد کے سامنے ہزار دن بناوٹ کے بناؤ سنگار قربان ہوا کرتے ہیں وہ جیسے سید سے سامنے مضمون باندھتے تھے ویسے ہی آسان آسان طرحیں بھی لیتے تھے ان کے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے۔ اضافت تشبیہ استعارہ۔ فارسی ترکیبیں ان کے کلام میں بہت کم ہیں جنکے لیے استفادہ علمی کے ساتھ طبیعت میں زور اور فکر میں قوت غور ضرور ہے۔ تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ

کے سامنے وزیر علی خان کو اپنا بیٹا کہا تھا نواب کے مرنے کے بعد جب مسندن صاحب  
 نے یہ چاہا کہ ماتم پرسی میں شریک ہو کر دولت خلیفے تک جاوین فوج ریاست  
 جو حسن باغ ملک آراستہ و استادہ تھی اُس نے صاحب کو قدم بھر آگے نہ بڑھنے دیا  
 افضل حسین خان نے انھیں وہیں چھوڑ کر نواب کی مان کو خبر کی محرم علی حنان  
 اور جواہر علی خان خواجہ سراؤن کو حکم ہوا کہ صاحب کو دارالامارت تک آجائے دین  
 جب صاحب تن تنہا دو تلخانے میں پہنچے تو نواب کی مان نے فرمایا کہ اس وقت  
 میری آنکھوں میں جہان تاریک ہے تم اس ریاست کے دانت ہو جسے مناسب جاؤ  
 مسند پر بٹھا دو ریزیدنٹ نے کہا جسکو نواب صاحب خود مقرر کر گئے ہیں اُسکے سوا  
 اور کون بیٹھ سکتا ہے مرزا وزیر علی خان کہ کچھ محلے میں اپنے کتب میں تھا  
 تحسین علی خان ناظر کے حسب الطلب بیچے میں سوار ہو کر آیا تھا اور اُس وقت  
 گریبان بچاؤ کر نقش پر زار زار رو رہا تھا بیگم صاحبہ نے جواہر علی خان سے کہا  
 کہ سبز و شالہ جو نواب مرحوم کے پلنگ پر رکھا ہوا تھا اسے اڑھا دے یہ گویا  
 بیگم صاحبہ کی طرف سے مسند نشینی کا خلعت تھا اُسی وقت توپن کی شکاک کا حکم ہوا  
 ارکان دولت نے وہیں نذرین گزرائیں اور مرزا حکومت پر کسی کی بے مرد  
 قابض اور مالک ہو گیا اور دوسرے حقدار جو اسکے متمنی تھے افسردہ خاطر ہو کر  
 چلے گئے مسند نشینی کی باضابطہ رسم اور نذرین مکان باؤلی میں ہوئیں ۵

بعد نواب آصف الدولہ	کہ صفائش چو مہر و ماہ جلی ست
کردہ شد جانشین وزیر علی	مقتضائے مشیت ازلی ست
ہست معروف و اثقا تاریخ	کہ نبی شاہ کل وزیر علی ست



بتون کی گلی میں شب روز آصف  
ایک دن یار سے یہ مین نے کہا  
ہنسکے کہنے لگا کہ اے آصف  
تو اپنے شیوہ جو رو جھلسے کیوں گدھے  
فرکو ہوتا ہے ہر ماہ میں کمال زوال  
یوں فکر دل میں گرچہ تجھے سہ لگی رہے  
منے نہ منے کا تودہ مختار آپ ہے  
تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں  
ابو ہم طاقت و توان سے گئے  
یہی کہہ کہہ کے لاکھوں جان سے گئے  
تری بلا سے مراد م رہے رہے رہے  
ترے بھی حسن کا عالم ہے ہے نہ ہے  
آصف یہ شرط ہے کہ اُدھر لو لگی رہے  
پر تجھ کو چاہیے کہ تک دو و لگی رہے

### وزیر علی خان کی مسند نشینی

نواب آصف الدولہ کے نطفے سے کوئی فرزند نہ تھا ہمیشہ آرزو مند رہے کہ  
کوئی وارث ریاست پیدا ہو لیکن نخل آرزو بدور نہ ہوا عالم ایو سی مین ایک غریب  
سید کے لڑکے کو نواب نے اپنی فرزندہ مین جگہ دی اور وزیر علی نام رکھا۔ اس طرح  
اور بھی لڑکے رضا علی۔ شجاع علی اور دیانت علی وغیرہ تھے مگر ان مین سے  
سولے وزیر علی خان کے کسی نے نام اور نمود نہ پائی وزیر علی خان نہایت ذہین  
خوبصورت۔ مہج۔ خوشنما تھا علم و ہنر اور انشا کی تعلیم بخوبی پائی تھی۔ خوشنویسی  
مین مرزا محمد علی اعجاز رقم کا شاگرد تھا اور فنون سپاہ گری رستم خان پھکیت  
سے سیکھے تھے۔ اس پتادی۔ شمشیر نگینی۔ تیر اندازی اور چوگان بازی مین  
اُس کو خوب مشق تھی۔ نواب آصف الدولہ کو اُس سے کمال اُلفت تھی۔ آصف الدولہ  
نے اپنے انتقال سے پیشتر دارن ہیمنڈنگز صاحب گورنر جنرل اور لکھنؤ کے رزیڈنٹ

اور لکھنؤ حسن خیز پوری رخساروں سے۔ دکنش قاف ہو رہا تھا وزیر علی خان نے  
عیاشی شرمع کی اور شراب اور بھنگ نے رنگ جایا۔ مرزا وارث علی خان جو کچھ خان  
کو ذوال کامشوق تھا۔ باب نشاط کا داروغہ مقرر ہوا اور میر عشرت علی جو رستم خان  
پہلکیت کے شاگردوں میں سے تھا مشیر اور ہرم بنا اور اسی طرح اکثر کلاموت  
اور قوالوں کو مراتب بخشے اور امیران قدیم و اہل کاران لائق سے منہ چھپایا اور  
اُن بیچاروں کے حق میں کلمات نالام کہنے لگا۔ نواب آصف الدولہ نے چند طغیان  
اپنے نفس کے واسطے جمع کی تحقین اُن پر نگاہ رغبت و انسا شروع کی تحسین علی خان جو بیچار  
جو آصف الدولہ کے عہد میں توشے خانے کا داروغہ تھا اور نواب کی وفات کے بعد  
لباس بدل کر دُنیاسے ہاتھ اٹھا کر نواب کی قبر پر بیٹھ گیا تھا اُس کو وزیر علی خان نے  
ابتداء سے ریاست میں بلا کر خلعت سے سرفراز کیا اور محل کا ناظر بنا دیا اور اُس سے  
بہت سا جواہرات اور اسباب لے کر بجا مصرف میں اڑا دیا مختتم خانی میں لکھا ہے  
کہ آصف الدولہ کی صاحبزاد محل میں سے ایک حسین عورت کو چاہا کہ اپنی صحبت کیلئے  
لے لے تحسین علی خان نے منع کیا کہ ایسا کرنا زیبا نہیں آپ کی تودہ مان ہے اُس  
کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیے۔ وزیر علی خان نے چند مصاحبوں کے لغو سے چاہا  
کہ اُسے قید کر دے بلکہ ایک دن یہاں تک کہنے لگا کہ اس قمر مساق کی دائرہ صی  
ترلشے ڈالتا ہوں اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یون کہا تھا کہ چھری سے اسکی ناک  
کاٹ یون گا۔ بے چارہ اپنی جان اور آبرو بچانے کے واسطے تھیک دوپہر کے وقت  
تفضل حسین خان کے پاس جا کر اُن کے پانوں پر گر پڑا اُسے اُنھوں نے اپنی بارہ دری  
کی شہ نشین میں بٹھا کر کئی آدمیوں کو اُسکی حفاظت کے لیے مقرر کیا وزیر علی خان نے



اُسی وقت داروغگی دیوانخانہ کا خلعت خواجہ غلام محمد عرف بڑے مرزا کو ملاؤا  
بخشی گری کا عمدہ فخر الدین احمد خان پسر مرزا جعفر خان مرحوم کو دیا گیا۔ لیکن  
خلعت اس کو قیسر دن مرحمت ہوا۔ آصف الدولہ کی وفات سے پانچویں وزیر علیخان  
مجلسر میں گیا جو گوشتی کے پار تھی اور داروغہ اُس کا فوجدار خان تھا اُن  
سے چار عورتیں اپنی ہم بستری کے لیے منتخب کر لایا۔

آصف الدولہ کے بھائیوں میں سے بڑے سعادت علی خان تھے اس امر سے  
سے کہ کوئی سازش نہ کریں وہ بنارس میں رہنے کے لیے مجبور کیے گئے تھے اُنھوں نے  
وزیر علی خان کی جانشینی پر اعتراض کیا کہ آصف الدولہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور  
جو بیٹے اُنکے مشورہ میں وہ اُنکے نطفے سے نہیں اس لیے میرا استحقاق جانشینی کا ہے  
اور اس جھگڑے کے انفصال کے لیے گورنر جنرل ثالث بالآخر ٹھہرے۔

آصف الدولہ وزیر علی کو اپنا بیٹا اور وارث سلطنت کا اپنے بعد کہتے تھے اور یہ کہنا اُنکا  
شرع اسلام کے موافق اُنکے استحقاق سلطنت کو مستحکم کرتا تھا آصف الدولہ کی بی بی اور ان  
کی مرضی تھی کہ وہ تخت نشین ہو ساری دارالسلطنت کے آدمی اُس کے نواب  
ہونے سے خوش تھے۔ غرض وزیر علی مسند آراے ریاست ہوا اور انگریزوں نے  
درپردہ کی وجوہات پر خیال کر کے اُسکی جانشینی کو تسلیم کر لیا اور وہ افواہیں  
جو اُسکے نطفہ کا تحقیق ہونے کی نسبت مشہور تھیں اُن پر خیال نہیں کیا۔ وزیر علیخان  
ملک داری کے کوچے سے نابلد تھا ناٹھارہ سالہ اس کثرت سے وقوع میں آئیں  
کہ جو صورتیں سالہاے دراز میں پیدا ہوئی تھیں وہ چند روز کے عرصے میں برہم  
ہوئیں۔ نئے مصاحب پیدا کیے سترہ برس کی عمر تھی اور عالم شباب جو ش پر تھا

و قوع میں آتی ہیں اور اُس کا حسب و نسب جیسا ہے وہ سب پر ظاہر ہے اور  
 ورثے حقیقی ریاست سے محروم ہیں اسلئے اہل استحقاق کو حق ریاست پہنچا دیا  
 اور لازم اور خوشنودی خدا و رسول و خلق کا باعث ہے جو شخص اس اتفاق سے  
 انکار و اغماض کرے وہ اپنی کردار کو پہنچے۔ یہ محضر کوچہ و بازار میں اور خانہ بخانہ  
 پھر اجماعیگیات اور خواجہ سراؤں اور افسروں اور نواب سالار جنگ کے میٹوں وغیرہ  
 کی اسپر مہرین جوئین اور بازار کے مہاجزون اور چودھریوں نے بھی اسپر دستخط کیے  
 مگر عبدالرحمن خان اور بعض دوسرے افسران سپاہ نے یہ کلمہ پہلو ہتی کی کہ ہم لوگ  
 سپاہی مسند وراثت کے نوکر ہیں ہم کو خانگی معاملات سے کیا کام جو کوئی مسند نشین  
 ہو اُسکے مطیع ہیں اور وجہ اسکی یہ تھی کہ مرزا وزیر علی خان باوجود اُن بر اطواریوں  
 کے شجاع دوست۔ سپاہ پرست اور باہمت تھا اسٹریفون کو کوڑیوں سے بھی  
 کمتر تصور کرتا تھا پس اہل سپاہ ایسے ہی شخص کو عزت پر رکھتے تھے اس نوجوان نے  
 بہت دنوں سلطنت کے ذمے نہ اڑائے تھے کہ گورنر جنرل کے پاس اُسکے چال چلن  
 کی اور اُسکی ناحق جانشینی کی خبریں پہنچنے لگیں اور گورنر جنرل کی خدمت میں  
 آصف الدولہ کی بیوی وغیرہ اعیان ریاست نے یہ درخواست کی کہ وزیر علی  
 اولاد آصف الدولہ سے نہیں ہے بلکہ ایک فراسٹ کا بچہ ہے نواب نے اُسکو متنبہ کر لیا  
 تھا اُنکے بقائے نام کے لیے ہم نے اُسکو اپنا والی تسلیم کر لیا چونکہ قوم کا ذیل تھا  
 اس نعمت عظمیٰ کی شکر گزاری نہ کی بلکہ کفران نعمت کرنے لگا ایسی کج ادائی کے ساتھ  
 یہ شخص قابل فرمان روائی کے نہیں ہے اس ریاست کی مستحق شجاع الدولہ کی اولاد  
 ہے۔ اسکی تدبیر کرنی چاہیئے ورنہ فساد پیدا ہو گا جس سے دونوں سرکاروں میں عداوت



جب یہ خبر سنی تو فوراً ہاتھی کے پاٹھے پر سوار ہو کر تفضل حسین خان کے گھر پہنچا اور  
 تحسین علی خان کو مانگا انھوں نے انکار کیا اور اُسکے سر کی قسم کھائی جب ہر کام  
 نے پھر عرض کیا تو وہ کہنے لگے کہ میرے مقابلے میں ایسے باجی کی بات کا آپ یقین  
 کرتے ہیں وزیر علی خان شرمندہ ہو کر چلا گیا پھر ہر کارون نے خبر دی کہ ابھی ابھی  
 تحسین علی خان بطور زمانہ سواری کے محمد اسحق خان کے میاں میں بیٹھ کر جو رزڈنٹ  
 کے اسٹنٹ کانشی ہے رزڈنٹ کی کوٹھی پر پہنچ گیا اور وہ منشی گھوڑے پر  
 اُسکے ساتھ تھا اور رزڈنٹ نے مرزا خلیل کے بنگلے پر رکھا ہے وزیر علی رزڈنٹ  
 کے بنگلے پر چلا گیا اور تحسین علی خان کو مانگا پہلے تو رزڈنٹ نے اُسکے تصور کے  
 معاف کرنے کے لیے بہت سمجھایا پھر جب دیکھا کہ طول کھنچا جاتا ہے تو کہا کہ یہ کچھ  
 میرا گھر نہیں سرکاری مکان ہے وہ آپ سے سرکار میں چلا آیا اور ان کا خواہاں ہوا  
 ہے فرض کیا کہ میں اگر بخاری خاطر سے اُسے دے بھی دوں تو سرکار کو کیا جواب دوں گا  
 اس سے بہتر یہ ہے کہ جب تک صدر سے حکم نہ آئے یہ بخاری امانت میرے پاس ہے  
 اُس دن سے سب کی یہ رائے ہوئی کہ اسکو معزول کر دینا چاہیے ان عادات سے  
 جملہ بیگمات خصوصاً ذاب آصف الدولہ کی ان نہایت رنجیدہ خاطر ہوئیں اور  
 وزیر علی خان کی شکایت زبان پر جاری ہوئی اور رزڈنٹ کے کاذون تک یہ خبریں  
 پہنچنے لگیں اُسے گورنر جنرل کو لکھا۔ آصف الدولہ کے بھائی اور دوسرے بڑے آدمی  
 وزیر علی خان کی اطاعت میں دریغ کرنے لگے لکھنؤ میں ایک عجیب تلامذہ چل گیا۔  
 جام بہان نامین مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے کہ ایک محضر بھی اس مضمون کا تیار  
 ہوا کہ مرزا وزیر علی خان سلطنت کی لیاقت بالکل نہیں رکھتا اُس سے حرکات ناشائستہ



لکھنؤ میں پہنچے ہیں تو الماس علی خان کو لکھا گیا کہ بیگم اور نواب کے درمیان  
 جو عہد و پیمان ہوئے ہیں وہ ایسے استوار ہیں کہ ٹوٹنے کے نہیں اور حسن رضا خان  
 اور راجہ کبیر رائے بھی اُسکے چٹھوں میں گھس گئے نواب کے مزاج میں اُنس کا خسر  
 اشرف علی خان بڑا اثر رکھتا تھا ان تمام گرد و ہونگایہ مطلب تھا کہ انگریزوں کی غلبت  
 کا مقابلہ کیجیے بلکہ افسران سپاہ فتنہ و فساد پر مستعد ہو گئے گورنر جنرل نے یہ حال  
 معلوم کر کے اقبال الدولہ سے کہا کہ مرزا حسن رضا خان کو سمجھا دو کہ آپ افسران فوج  
 کے پاس جا کر کہیں کہ قرب و جوار لکھنؤ سے اٹھ جائیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی  
 اور گورنر جنرل نے چند ملٹین انگریزی اور ترکسوار اور گورنر کی فوج اطراف  
 و جوانب سے بلال کر بی بی پور کے قرب و جوار میں قائم کر دی۔ تھوڑے ہی دن  
 گورنر جنرل کو آئے ہوئے تھے کہ نواب کے چپک نکلی اور وہاں سازشیں شروع  
 ہوئیں تفضل حسین خان نے جب سر جان شہر سے کہا کہ وزیر علی خان کو معزول  
 کر دیا جائے تو اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ بات بہت مشکل ہے اسیلئے کہ یہ کیونکر ثابت  
 ہو کہ یہ شخص آصف الدولہ کے نطفے سے نہیں ہے اس لیے کہ نواب  
 مرحوم نے اُس کے بیٹے ہونے کا خود اقرار کیا ہے تفضل حسین خان نے کہا کہ  
 اس بات کو آپ تحسین علی خان اور نواب آصف الدولہ کی بیوی سے دریافت کریں  
 تحسین علی خان نے مشرح سب حال بیان کیا کہ اصل میں نواب آصف الدولہ کا تو  
 ایک بیٹا بڑا ہاں علی خان تھا جو ایک مہینے کا ہو کر گذر گیا اور کوئی بیٹا اُسکے نطفے سے  
 نہیں ہے اور نواب کی بیگم نے چلن کی آٹھ سے کہا کہ نواب مرحوم کو کبھی بھیچہ سناٹا نہیں  
 ہوا جیسا کہ شخص تاریخ اودھ میں ہر پر شاہ نے لکھا ہے سر جان شہر خود لکھتے ہیں



پڑ جائے گی۔ ایسے گورنر جنرل کے برسرِ موقع آنے کی ضرورت ہوئی ایسے اُنھون نے لکھنؤ کی طرف سفر کیا۔ جب لکھنؤ کے قریب پہونچے تو وزیر علی نے بھی پیشوائی کی راستے میں کج اندیش مشہور کرتے تھے کہ وزیر علی کو ترقی اقبال حاصل ہوگی اور انگریزوں کی شوکت برباد ہو جائے گی اور کہتے تھے کہ گورنر لکھنؤ صاحبِ کر خان علامہ کو مع چند دوسرے آدمیوں کے قید کر کے وزیر علی کے سپرد کر دیں گے اور وزیر علی بھی نادر شاہ وقت بن گیا تھا راہ میں اپنے ہاتھی اور گھوڑے کو گورنر جنرل کے ہاتھی اور گھوڑے سے آگے آگے رکھتا تھا ایک دن ایک انگریز راہ میں ایک کھیت کے کنارے پشیاب کر رہا تھا ناگنوں نے اُسکے پاس پہونچکر بجا باتیں اُس کو کہیں اور ہزار کے قریب آدمی اُسکے گرد جمع ہو گئے اور شور مچاتے تھے کہ کپڑ لو کپڑ لو مگر اُس انگریز نے اور اُس کے ساتھیوں نے بھی بوجہ فحاشی گورنر جنرل کے دم نہ مارا اور اس طرح لکھنؤ کو روانہ ہو کر وہاں جا پہونچے بڑی بیگم یعنی آصف الدولہ کی ماں نے وزیر علی کی بد افحالی کو روکنا چاہا تھا اس لیے نواب نے اُن پر دباؤ ڈالا کہ فیض آباد کو چلی جائیں اسوجہ سے اب وہ دوست سے دشمن ہو گئی تھیں۔ الماس علی خان سے گورنمنٹ انگریزی کو نفرت تھی جس نے نواب کی سرکاری خدمتوں سے اُسکو جدا کر دیا تھا اب اُس نے اپنی عقل و دانش کے زور سے ایک بڑا علاقہ اپنی زمینداری میں لے رکھا تھا اور اس ریاست میں بڑے رتبے کا آدمی گنا جاتا تھا جب بیگم کا جھگڑا نواب سے ہو گیا تو اُنھون نے الماس علی خان ہی کو اپنا مدارِ الہام بنایا سنے بیگم اور نواب کی ظاہرین صلح کرادی۔ گورنر جنرل جو وقت

اُسکی تحقیقات کے درپے ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک ماما کا لڑکا ہے تحسین علیخان جو آصف الدولہ کا بڑا معتد خواجہ سرائق تھا اُسنے یہ افسانہ سنایا کہ وزیر علی کی مان کا خاوند موجود ہے وہ نواب کے ہاں مانتھی اور خاوند کے پاس وہ آتی جاتی تھی جب وزیر علی اُسکے ہاں پیدا ہوا تو اُسے پانچ سو روپے کو نواب نے مول لیا تھا۔

نواب کی عادت تھی وہ حاملہ عورتوں کو مول لے لیتے تھے اور اُنکے ہاں جب بچے پیدا ہوتے تھے تو اُنکو اپنا بتا کر لے لیتے تھے اور اُنکی پرورش بیٹوں کی طرح کیا کرتے تھے۔ یہی حال سب لڑکوں کا ہے جو نواب کے بیٹے مشورین۔ یہ تحقیق ہو گیا کہ وزیر علی کی مان ایک امیر کے گھر میں مانتھی تین لڑکے اُس کے تھے۔ اُسکے بڑے بیٹے کو نواب آصف الدولہ نے مول لیا تھا اور اُسکا نام محمد امیر رکھا تھا دوسرا بیٹا اُسکا اپنی ذلیل حالت میں نوکری چاکری کیا کرتا تھا۔ تیسرا بیٹا یہ وزیر علی تھا اس وزیر علی کے سامنے کبھی آصف الدولہ کی بیوی منوئی یہاں تک کہ نواب کے بلانے پر بھی اُسکے بیاہ میں شریک منوئی اور اُس نے خاوند سے کہلا بھوایا کہ میں ایسے ذلیل دیکھنے کے روبرو ہو کر اپنے خاندان کے نام و ناموس کو بتا نہیں لگاتی نواب آصف الدولہ کے حقیقی دو بیٹے تھے جو صغر سنی میں مر چکے تھے اب کوئی بیٹا نہیں تھا۔

گورنر جنرل نے تحسین علی خان سے پوچھا کہ کیا آصف الدولہ کو خیال یہ تھا کہ وزیر علی کی مان سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے وہ میرے نطفے سے ہے اس پر اُسنے کہا کہ نواب کو اس کی مان کے حاملہ ہونے کی بھی خبر نہیں ہوئی جب لڑکا پیدا ہوا ہے تو اُسکا حاملہ ہونا معلوم ہوا ہے۔ اب گورنر جنرل نے یہ سوچا کہ ایسا منہو کہ شہر میں خون ریزی واقع ہو اور بہت سے بے گناہ مائے جائیں آخر کو کوٹھی بی بی پور میں قیام کیا اور سب



کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے آج تک ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ایسی ہر کرداری  
 اور حرکات کاری کے معاملے میں وقت اور دشواری اٹھانی پڑی ہو۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۷۷ء  
 کو الماس علی خان جو تمام باتوں کو نہایت غور و غوض سے دیکھتا تھا گورنر جنرل  
 کے پاس گیا اور کئی روز تک اُسے صلاح اور مشورے کرتا رہا اور کہنے لگا کہ  
 وزیر علی نطفہ نا تحقیق ہے اور وہ نہایت مسرت اور عیاش ہے بلکہ کی مرضی ہے  
 کہ وہ معزول ہوا اور شجاع الدولہ کے بیٹوں میں سے کوئی جانشین ہو۔ صفا الدولہ  
 کے سارے بیٹے جو مشہور ہیں نطفہ نا تحقیق ہیں غرض یہی بات گورنر جنرل کے سامنے  
 کئی دفعہ اور کمانڈر انچیف کے سامنے ایک دفعہ بیان ہوئی۔ ہو بلکہ والدہ نواب  
 آصف الدولہ اور الماس علی خان دونوں مرزا جنگلی کو جو سعادت علی خان سے  
 جھوٹا بھائی تھا نواب بنانا چاہتے تھے اور گورنر جنرل سے درخواست کرتے تھے  
 کہ اگر آپ اس پر راضی ہو جائیں تو اس کا عوضاً نہ بہت کچھ نذر کیا جائے گا۔  
 وزیر علی کی بد چلنی اور مسرتی اور زشت افغالی کی شکایتیں نہایت حکمت اور  
 سلیقے سے اس طرح گورنر جنرل کے سامنے پیش ہوتی تھیں کہ جس سے اُن کا دل  
 وزیر علی سے پھر جائے۔ لوگوں نے کہا کہ نواب ایسا مسرت ہے کہ سارے ملک کی آمدنی  
 اپنے کلچر ڈن میں اڑا دے گا سرکار کمپنی کا روپیہ کہاں سے ادا کرے گا مزاج اُس کا  
 اکثر اور ہشیل ہے کہ وہ کسی بات کو سمجھانے سے سمجھتا نہیں ایسے وہ غالباً انگریزوں  
 کا حکومت نہیں رہے گا بلکہ اُسے نفرت کرنے لگے گا اور جہاں تک اس سے ہو سکے گا  
 وہ اُسکے جوے کے نیچے سے ٹھکانا چاہے گا جب یہ باتیں سر جان سٹور کے گوش گزار  
 ہوئیں تو اُن کا دل بھی وزیر علی کے نطفہ نا تحقیق ہونے پر یقین کرنے لگا۔ اور

گورنر جنرل کی ہے وہ عمل میں آئے گا پھر بیہوش ہو گیا جب ہوش بجا ہوسے تو رویا  
اشرف علی خان نے پوچھا کہ اس روضے سے کیا فائدہ تم نے خود تیشہ اپنے پائوں  
میں مارا ہے وزیر علی خان نے کہا کہ جو کچھ کیا ہے تم نے کیا ہے باوجود اطلاع کے  
کس لیے مجھ کو آگاہ نہ کیا جواب دیا کہ میں نے وہ کام کیا ہے کہ تم کو اور اپنے آپ کو  
بلایے محفوظ رکھا ہے شام کے وقت گورنر جنرل نے وزیر علی خان کو اپنے پاس  
طلب کیا اور انکی ملاطفت آمیز بات چیت سے اُسکے زخم پر کچھ مرہم کاری ہوئی  
گورنر جنرل نے اُسکو وہ کاغذ دکھایا اور کہا کہ اس میں ہمارا کچھ مضمون نہیں جب تم  
ریاست کے دارث نہ ٹھہرے تو ہم پر واجب ہے کہ حق حقدار کو دلایا جائے اور  
مصلحت وقت جانکر اُسکو رخصت کیا مرزا وہان سے پریشان و بدحواس ہو کر  
آصف الدولہ کی ان کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے اور کسی سے کچھ غلہ نہیں مگر آپ سے  
ہے کہ آپ نے مجھے آصف الدولہ کا غلام جانا اگر حقیقت میں اُن کا بیٹا نہیں ہوں  
تو فرمائیے کہ اتنی آپکی اطاعت کون کرے گا بیگم صاحبہ آصف الدولہ کا نام سن کر  
روضے لگیں اور اپنی مہر انگلی سے اتار کر دیدی کہ اگر میری نہر سے تمہارا کام نکلے  
تو بہت بہتر ہے لیکن یہ تمہارا بے فائدہ ہے۔

اُس وقت عرضی خانہ زاد خان منتظم سرکار مرزا سلیمان شکوہ کی کہ بعد عزل  
وزیر علی کے اخراج اُس کا اسی گناہ کی وجہ سے ظہور میں آیا تھا اس مضمون کی  
پہونچی کہ جس طرح ہو سکے جناب اپنے آپ کو گھوڑے پر سوار کر کے دریلے گوشتی تک  
پہونچا دیں ہاتھی میں لاتا ہوں اور وہاں سے ہاتھی پر سوار کر کے ابراہیم بیگ داروغہ  
نورجناہ کے پاس پہونچا دوں گا اور شہر سے باہر نکل کر لشکر جمع کر کے اگر زید دے لڑے



ارکان دولت کو بلایا اور صبح سے شام تک سب کے سب گویا قید سے رہے بہت سی  
 باتوں کے بعد سب نے اپنی اپنی مہرین کر دیں کہ وزیر علی خان آصف الدولہ کا بیٹا  
 نہیں ہے اب سر جان شور نے دل میں یہ کہا کہ جس شخص کو میں نے نواب اودھ مان لیا  
 تھا اور سوا سعادت علی خان کے اور سب اُمراء عالی تبار نے اُس کا اقرار کر لیا  
 تھا اب ثابت ہوا کہ وہ آصف الدولہ کا بیٹا نہیں تو چاہیے کہ وہ تخت سے معزول  
 کیا جائے گو گورنر جنرل کے خیال میں یہ ایک دفعہ آیا کہ وزیر علی خان کی صغر سنی  
 میں سارے ملک کے انتظام کی عنان اپنے ہاتھ میں لے لیجیے مگر بہت سے اعتراضات  
 اس پر ہوتے تھے اس لیے اس خیال سے ہاتھ اٹھایا گو سر جان کی فہم نے کئی بار پلٹے  
 کھائے مگر اُسکی تمام تحریرات اس معاملے میں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس  
 نیک ذات سادہ مزاج کی نظر حق رسانی اور انصاف پر تھی وہ اپنی موٹی سمجھ سے  
 مجبور تھا کہ اُسے ایک سلطنت کا فیصلہ ایک شہادت سقیم پر کر دیا کہ جس پر انگریزی قانون  
 ملک انگلستان میں چند پونڈ کا فیصلہ کرتا۔ گورنر جنرل نے منشی غلام قادر خان جاسی  
 میر منشی مسٹر مسڈن رزیدنٹ کی معرفت وزیر علی خان کو کہلا بھیجا کہ شرع محمدی  
 کے موافق قہر بایا ہے کہ آپ کو دولت آصفیہ میں شرعاً اور عرفاً کسی طرح شرکت اور  
 مداخلت نہیں اور اہل استحقاق یعنی نواب شجاع الدولہ کی اولاد اس منصب  
 سے محروم ہے اس لیے اُن میں سے ایک شخص مستد آرا ہو گا اور آپ کے واسطے عمدہ عمدہ  
 کھانے اور پہننے کے کپڑے اور سامان امارت مہیا رہے گا اور نواب سعادت علی خان  
 مسند نشینی کے لیے روانہ ہو چکے ہیں لیکن آپ کو اپنے دل میں کوئی ملال نہ کرنا چاہیے  
 کیونکہ جملہ اسباب حثمت آپ کو حاصل رہے گا وزیر علی خان نے جواب دیا کہ جو کچھ مرضی

کی اجازت والدہ آصف الدولہ سے چاہی مگر انھوں نے جواب نہ دیا اور رات  
اسی سوال و جواب میں گزری صبح کو آفرین علی خان اور انشرف علی حسان  
گورنر جنرل کے حکم سے وزیر علیخان کے پاس رہے۔

### تاریخ اسیری ۵

حسد کا تیکہ از وزیر علی      گشت صادر ز بس غریب عجیب  
دل خلق از و بشور آمد      شور صاحب رسید بالتقریب  
کرد اسیرش بغرہ شعبان      نزد پیش رفت کس ز نصیب  
سال و تاریخ جس سے جستم      گفت ہاتف عیان ز لفظ غریب  
رہے تلسی رام نے وہ اشتہار جو نواب سعادت علی خان کے استحقاق پر است  
اور وزیر علی خان کی معزولی کی نسبت خان علامہ کا لکھا ہوا تھا گورنر سے لے کر  
جاری کیا اور نئی حکومت کا اعلان کیا۔

### عبارت اشتہار در باب معزولی وزیر علی خان

ورین و لا باظہار ثقات و اقرار جمع کثیر و بیگم صاحبہ معظمہ این بہ ثبوت پرست  
کہ نواب وزیر علی خان را اصلاً و مطلقاً حق در جانشینی جناب عالی مرحوم نیست چون ملان  
این سرکار بطریقہ و فاداری موصوف و در درجہ خدمتگذاری و حق پرستی معروف اند  
یقین کہ باستماع این معنی کہ حفاظت ناموس شجاع الدولہ بہادر و غنچاری فوج و  
رعیت پرست فرزند حقیقی ایشان تعلق یابد و مال و دولت و ناموس قبائل نواب  
برہان الملک و نواب صفدر جنگ و نواب شجاع الدولہ از دست تسلط شخص جنبی



عرضی پڑھ کر کہا کہ ملایا کہ غریق پانی کی تہ میں پہنچ گیا ایک خبر  
 نے یہ خبر گورنر جنرل کو پہنچا دی انھوں نے وزیر علی خان کو پھر طلب کیا  
 وزیر علی خان نے نقارہ بزن کو چوب زنی سے مانعت کی اور سوار ہو کر علی خان  
 قندھاری نے روکا کہ یہ وقت دگرگون ہے جانا مناسب نہیں اب دغا پاؤ گے  
 لیکن جو اُس کے خاص رفیق تھے جیسے نواب قاسم علی خان وغیرہ اور نواب  
 اشرف علی خان جو اُس کا شہر تھا انھوں نے مرزا کا جانا ہی چاہا انھوں نے  
 اُس کو فہمائش کی کہ جو کام درست ہے غیر حاضری کی صورت میں وہ بھی خراب  
 ہو جائے گا آپ تشریف لے جائیے رسالہ دار نے دوبارہ عرض کیا کہ میں حق ملک  
 ادا کر چکا اور خالص پور کی جانب روانہ ہوا لیکن اُن لوگوں نے فریبے دم دیکر  
 اُسے کوٹھی میں پہنچایا اور اس بات پر گورنر جنرل سے نیک نامی کی چٹھیان پھین  
 غرض کہ جب وزیر علی کوٹھی کے کمرے میں داخل ہوا تو چیف سکرٹری نے کہا کہ  
 اب آپ یہیں قیام فرمائیں اور پہرے تلنگون اور گورون کے کمرے ہو گئے اور  
 اُسکو حراست میں لے لیا سواری کا جلوس ہٹا دیا گیا۔ اور لشکر میں فتنہ برپا  
 ہو گیا انگریزی فوج نے شہر اور لشکر کو صبح تک چاروں طرف سے گھیرے رکھا۔  
 جب وزیر علی کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو ابراہیم بیگ مسطور نے کہا کہ وزیر علی خان  
 کو اشرف علی خان نے اس روز بد کو پہنچایا ورنہ ہم سب اُسکے ساتھ جان نثاری  
 کرتے اگر کوئی شجاع الدولہ کی اولاد میں سے ارادہ کرے گا تو میں قصور نکر دیکھا۔  
 رفتہ رفتہ یہ خبر مرزا جنگلی برادر علاقائی سعادت علی خان کو پہنچی اور ابراہیم بیگ  
 کا قول اُن کے خاطر نشین ہوا قصد محاربہ کے لیے کمر باندھ ہی اور صف آرائی و تہ تیغی

لاکھون روپون کا مال ضائع ہوا اور لاکھون روپون کا مال واسباب وزیر علی خان کے ساتھ گیا اور لاکھون روپون کے تحائف گورنر جنرل اور سرکار کمپنی کے تواضع ہوئے ان تحائف میں ایک شاہ نامہ اور ایک شاہ جہان نامہ مطلقاً مذہب تھے یہ کتابیں اعلیٰ درجے کے خوشنویسٹوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں یہ دونوں کتابیں لندن کے کتب خانے میں رکھنے کو بھیجی گئیں باوجود اس قدر سامان محل جلنے کے اس قدر سامان اب بھی لکھنؤ میں باقی تھا کہ جس کو دیکھ کر چشم حقیقت میں دنگ ہوتی تھی شالون سے کوٹھے بھرے پڑے تھے۔ جو اہرات سے جو اہر خانہ معمور تھا وزیر علی خان کی حکومت لکھنؤ میں چار مہینہ اور کئی روز رہی۔ جشن بسنت کی تیاری لاکھون روپے کے صرف سے ہو رہی تھی مگر اس بسنت کی خبر نہ تھی تقدیر نے یہ روز بد رکھا یا مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ وزیر علی خان کی معزولی کا قصد وہ لوگوں پر بہت گذرا شعرا نے اس کی معزولی کی تاریخیں موزون کیں تو ان میں ان آدمیوں کی بہت مذمت کی جو اسکی معزولی کے بانی مہانی تھے۔

## تاریخ

از سزائے ہفت کور ہنگ	سال تاریخ شد عیان بے شک
اول آن قاتل حسن الماس	سرگرد وہ ہمہ حرام ہنگ
بار تحسین کہ با دفسرینش	از سادات ہم زجن دلماک

۱۔ الماس علی خان

۲۔ تحسین علی خان



محفوظ باشد ہمہ نوکران و فواد و ملازمان از قدیم کچنار خوش حال خواهند شد  
 بنا بران ریاست برک نواب والا قدر سعادت علی خان بہادر کہ باستحقاق  
 مالک این ملک و از روس حقیقت ریاست بہتر از ہمہ اند مقرر شدہ بقلم آید  
 کہ ہر کس کہ از ملازمان جناب عالی مرحوم باطاعت و فرمانبرداری نواب صاحب مہرج  
 خواہد کوشید۔ بدستور ملازم سرکار و بقدر مراتبہ درجہ خود مورد تفضل خاوند خود  
 خواہد شد و ہر کہ طریقہ نمک حلالی گذاشتہ راہ نرد و سرکشی اختیار خواہد ساخت  
 از چاکری بر طرف و از ملک جناب عالی مرحوم اخراج خواہد گردید این چند سطر بنا بر اطلاع  
 بقلم آمدہ تا آیندہ مقام عذر عدم اطلاع برک کسے باقی نباشد۔ تحریر سوم شعبان  
 سنہ ہزار و دوصد و دوازده ہجری۔

بعد اسکے گورنر جنرل نے حکم دیا کہ دو سو ہلیان اور دو سو اونٹ اور رتھ  
 اور ہاتھی اور چھکڑے آٹھ روز تک جس قدر اسباب اور سامان شوکت اور نقد و جنس  
 و جواہرات و پشمینہ و صطبل و فیل خانہ وغیرہ نقارہ و ماہی مراتب سمیت  
 ضروریات امارت و سواری و جلوس و حشمت مرزا وزیر علی خان کو ضرورت ہو اس  
 کے قیام گاہ تک پہنچائیں اور ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ماہوار وزیر علی خان کے  
 مصارف کے لیے معرفت صاحب رزیدنٹ مقرر فرمایا اور شہر بنارس میں ماہود اس  
 کا باغ اسکے قیام کے لیے تجویز ہوا چنانچہ یہ سب صورتیں ظہور میں آئیں گراسرار و گیر  
 میں لاکھوں روپوں کا مال لوگوں کے تصرف میں آیا اور لاکھوں روپوں کا جواہرات  
 تلف ہوا اس قلعہ و تصرف میں بہت سے آدمی صاحب دولت و تجارت ہو گئے۔  
 نواب آصف الدولہ کے کارخانے اس قدر تھے کہ ان کا حساب و شمار مشکل تھا

آن مروک بے حیا فیض مل  
الماس کہ بود تخم مروان  
کردند اسیر اسیر خود را  
با کمر و دغا و کید شیطان  
تاریخ اسیریش حسرت گرفت  
لعنت بر ہمنہ نمک حرامان

### ایضاً در ہندی

بی بی بیگم حسن رضا خان اور الماس نے  
ٹکیٹ و تحسین اور تفضل اشرف مسعودیوانہ  
بیجا کیا وزیر علی کو جو وہ ہے مروانہ  
سرے حرتان سانا و دھن ہے تاریخ شہنا

### ایضاً

سات حرفون نے کیا خانہ خراب  
تین تے اور دو الف اک حے و بے  
تین تے سے مراد علامہ تفضل حسین خان کشمیری و تحسین علی خان خواجہ سرا  
اور راجہ ٹکیٹ راسے اور دو الف سے مطلب الماس علی خان خواجہ سرا و سر علی خان  
خسر وزیر علی خان اور ایک حے سے مقصود حسن رضا خان سرفراز الدولہ اور ایک  
بے سے مراد بہو بیگم مادر آصف الدولہ ہین۔

وزیر علی خان کا بنارس میں انگریزوں کو مار ڈالنا اور  
فرار ہو کر جاہ جانا مارا پھرنا۔ آخر شہنشاہ جہانپور  
کی معرفت اس کا پکڑا جانا۔ اور کلکتے کے قلعہ میں  
بحالت قید انتقال کرنا

سرجان شور نے وزیر علی خان نواب معزول اودھ کی سکونت کے واسطے



فتنه پرداز محمد کشمیر	که شیاطین پدرش اوطفلک
آن خرد دشمن و جیم و جیم	جہل بسیار دانش اندک
ناقص العقل ز نکر نادان	دست بردار شد از ان کودک
راجہ ہم داخل لیٹمان شد	کرد پاس نک ز خاطر حک
دادن و خستہ و دغا دادن	شرف خود شناخت آن مردک
مہر کردند بر عزل وزیر	خود سید و شدند زیر فلک

دیگر

اول بر نائب پشیمان	دویم بر آنکہ گشت دیوان
سوم الماس پور خناس	لعنت بر دے ز حد فراوان
بیگم خرد و بزرگ ہر دو	دیگر مردک شرف علی خان
تحسین کہ بر دہزار نفرین	از وحش و طیور و جن انسان
پیدا شدہ امین یزید ثانی	یعنی مرزا حسن رضا خان
کردند اسیر امیر خود را	از مکر و فریب و کید شیطان
تاریخ اسیریش بر آمد	لعنت بر ہمہ ناک حرامان

دیگر

تحسین و کیٹ راے دیوان	ہم جعفر و ہم حسن رضا خان
-----------------------	--------------------------

۱۷۰	۱۷۱
۱۷۲	۱۷۳

۱۷۴	۱۷۵
۱۷۶	۱۷۷

۱۷۸	۱۷۹
۱۸۰	۱۸۱

(سب کا مجموعہ ۱۲ ۱۲ ہے)

کے پاس بھیج دیا معلوم نہیں اُن دو چار مفلوک مغلوں نے جو مرثیہ خوانی اور حدیث  
پڑھنے کے لیے روٹیوں پر پڑے رہتے تھے کیا اُس سے لکھوا کر بھیجا۔ غرض قرائن سے  
یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا ارادہ تھا کہ جب سپاہ انگریزی فاصلہ بعید پر زبان شاہ  
سے لڑنے چلے تو وہ یہاں ہنگامہ فتنہ پردازی برپا کرے اور سب لوگ اُس  
کے شریک ہوں گے۔ بر معاش مصاحبون نے اُس کو سمجھایا کہ آپ ایسے شاہزادے  
ہیں کہ جس کو چاہیے مار ڈالیے کوئی آپ سے باز پرس نہیں کر سکتا اور آپ پر  
کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا اس سبب سے اُس نے کئی دفعہ شورش برپا کی اس ازبک  
کا کسی طرح پر وہ کھل گیا مسٹر چیری جو بنارس کا رزیڈنٹ تھا وزیر علی خان کنت  
سے آگاہ ہو گیا اور یہ خبریں گورنر جنرل تک پہنچیں غرض ان وجوہات سے نواب  
سعادت علی خان نے بھی درخواست کی کہ وہ بنارس سے کمین اوڑھ بیٹھا جائے  
لارڈ ڈولزلی گورنر جنرل نے بھی اس کو مصلحت سمجھا اور چیری صاحب رزیڈنٹ بنارس  
کو لکھا کہ وہ وزیر علی خان کو سمجھائے کہ وہ کلکتے کے قرب وجوار میں سکونت اختیار کرے  
اُس کا اعزاز و اکرام بدستور باقی رہے گا سولے نفر مسکن کے کوئی اور تبدیل  
اُسکی حالت میں نہ ہو گا۔ صاحب موصوف ہمیشہ سے وزیر علی کا خیر خواہ تھا اُس نے یہ حکم  
گورنر جنرل کا اُس کو سن دیا جس کے سبب سے وہ چیری صاحب کا دل سے دشمن ہو گیا  
وزیر علی کو یہ حکم ناگوار ہوا۔ مصاحبون نے سمجھایا کہ آپ کلکتے تشریف لے نہیں گئے  
کہ قبر میں گئے حکم کی منسوخی کے واسطے بہت ہاتھ پیر پیٹے جب کچھ ہوا اور بالائی  
ہوئی تو اُس نے اپنی روانگی کے متعلق ان ہون کر کے سپاہ کی بھرتی شروع کی  
ہندو لکھنڈ اور ملک بہار اور بنگالے کے بعض راجے بھی اس بات پر مستعد ہوئے اور



ایک نامناسب مقام بنارس تجویز کیا تھا چنانچہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بنارس  
 میں جا کر مقیم ہوا اُسکے ساتھ چالیس ہاتھی اور دو سو گھوڑے اور تنگنوں کی دیکھنیاں  
 اور بخیوں کے کئی متن تھے اور تمام سامان امارت کا موجود تھا کمال عیش و عشرت  
 میں بسر ہوتی تھی اکثر ظلام بچوں اور رفیقوں کی شادیوں میں لاکھوں روپے  
 صرف کیے عوام الناس میں اسکی ہمت وجود نے بڑی شہرت پائی۔ گو سر جان شور  
 کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ اُس سے ناراض ہیں مگر اس کے خلاف  
 جہان جہان اُسکی معزولی کی خبر پہنچی وہاں کی رعایا اور اہل پیشہ کو تا سفاک ہوا  
 اور بعض نے خطوط اخلاص آمیز لکھے اور بعض بے فکر جو اپنے تئیں ارسطو  
 اور افلاطون سمجھتے تھے اُسکے مشیر و مصاحب بنے لکھنؤ کی مخلوق اُن لوگوں کی  
 جھو کرتی تھی جنہوں نے محضر پر دستخط کیے تھے اور اشرف علی خان اور افضل حسین خان  
 کے حق میں وہ نئے نئے پٹے اور تھمر بان موزوں ہوئیں کہ زبان قلم پر امن کا آنا  
 باعث حجاب ہے اور وزیر علی خان کے ثنا خوان تھے۔ وزیر علی خان کے نادان صاحبزادے  
 نے اُس ناسمجھ کے ذہن میں یہ بٹھانا شروع کیا کہ حضور جتنے سردار اور امیر نزدیک  
 کے ہیں آپکی معزولی پر رات دن روتے ہیں۔ اب وزیر علی کے رفیقوں نے کاغذ  
 کے گھوڑے دوڑانا شروع کیے اطراف و نواح کے زمیندار دن اور مقتدر آدمیوں  
 کے ساتھ نامہ و پیام جاری کیے بہت سے زمیندار ایسے تھے کہ وہ وزیر علی کے  
 زر و جواہر کی تاک میں کین گاہ لگائے ہوئے تھے وہ اُسکے پاس آکر نوکر ہو گئے  
 بعض زمیندار جو نواب سعادت علی خان کے خراج کی زیادہ سانی سے عاجز تھے  
 وہ بھی اُس کے پاس آہوئے۔ بالا بالا ایک دکیل کو نوکر رکھ کر زمان شاہ والی کابل

چلتے ہوئے اس مقابلے میں اتنا عرصہ گزر گیا کہ اس سے تمام انگریزوں کو خبر ہو گئی  
 وزیر علی نے اپنے مکان پر پہونچ کر لوگوں کو اشرفیان اور روپے تقسیم کیے اور غلبت  
 کے ساتھ آدمی جمع کیے اور مرزا جوان نخت کی بیگم کے پاس جا کر توپ طلب کی مگر  
 اُس نے توپ نہ دی یہاں سے لوٹ کر مرزا اجمائے بنیرہ جوان نخت کے پاس گیا اور  
 اُن سے شرکت چاہی یہ کم سن نا تجربہ کار محض تھے سلاح جنگی تن پر آراستہ کیے  
 اور ہاتھی پر سوار ہوئے اور وزیر علی نے خواصی میں جگہ پائی دو تین ہزار آدمی  
 قدیم و جدید اس دو چار گھڑی میں جمع ہو گئے کہ دفعۃً انگریزی ترک سوار اور  
 تلنگے اور توپیں آگئیں اور اس فوج نے قریب شہر پہونچ کر صف آرائی کی پہلے  
 فوجی افسر نے پیام دیا کہ اگر وزیر علی ہمارے پاس آجائے تو ہم اُسکے ساتھ کوئی بڑی  
 ٹکری لگے مگر وہاں تقدیر اور رنگ پر تھی مقابلے کو قدم بڑھایا انگریزی افسر نے  
 چار گولے توپ کے باد ہوائی سر کیے کہ اُسکی آواز سے شہر کے تاشانی اور فوج جیت  
 نے راہ فرار لی فقط وزیر علی خان چند آدمیوں کے ساتھ میدان کارزار میں ہ گیا  
 اور اُس نے بہت جاہا کہ ہاتھی سے اتر کر ہاتھ تلوار پر ڈالے مگر لوگوں نے سمجھایا  
 کہ یہ جرات بے فائدہ ہے۔ وزیر علی خان نے میدان سے پھر کر جس قدر جواہر اور  
 اشرفیان مکا پر تھیں کچھ اپنی کمر میں رکھیں اور کچھ ہمارے ہون کی مکر و دین بندھوا کر  
 دو سو سوار ہمراہ لے کر شہر سے نکلا اور باقی مال و اسباب شہر کے بد معاشوں نے  
 لوٹ لیا اور سوار جو ہمراہ تھے وہ بھی زرد جواہر کی طبع میں گھوڑوں سے اتر کر  
 پیادہ پالنے اپنے مکانوں کو راہی ہوئے جن میں سے بعض کو کو تو ال شہر بنارس نے  
 گرفتار کیا اور بعض نے مال بخوبی ہضم کیا اور بعض نے مال کے پیچھے جان بھی دی



ایک دن اور ایک مہینہ خاص مقرر ہوا کہ بنارس کے انگریزوں کا وزیر علی کام تمام کرے اور اُسی دن ہر ایک ضلع میں ہر ایک آدمی اپنا حوصلہ باقی نہ رکھے جو ہر مشیر دکھائے اور فوج انگریزی کو مشرت فنا پلائے لیکن دنیا کا کارخانہ مشیت الہی پر وابستہ ہے وہ دن جو وعدے کا قرار پایا تھا اُس سے پیشتر بہان ایک نیارنگ فلک نیرنگ ساز نے جایا کہ ۴ جنوری ۱۸۵۹ء کو صبح کے وقت وزیر علی خان رڈیڈنٹ کی کوٹھی پر جو شہر بنارس سے تین میل تھی گیا دوسرے دن موافق دستور کے ملاقات ہوئی۔ چار بی گئی۔ پھر اُس حکم کی شکایت کا دفتر کھولا باتین کرتا جاتا تھا اور مزاج اُس کا بگڑتا جاتا تھا اور غصے پر غصہ چلا آتا تھا جبنا بہت گرم اور گسٹخ ہوا تو چیری صاحب نے مہایت زمی سے اس اپنے ملک الموت سے کہا کہ آپ مجھ پر کیون عتاب فرماتے ہیں یہ لارڈ صاحب کا حکم ہے مجھے اُس کی تعمیل واجب ہے یہ سن کر یہ ظالم اُن پر لپکا اور ایک تلوار لگائی یہ دیکھتے ہی اور نوکر جو اس اشائے پر لگے ہوئے تھے تلواریں لیکر اس مظلوم پر ٹوٹ پڑے اور ان قضائیوں نے اس کا قیمہ قیمہ کر دیا۔ کپتان کاؤزی صاحب اور گریہم اسٹیکھرین تھے ان کا بھی یہی حال کیا وزیر علی کے ساتھ جو پچاس آدمی تھے انھوں نے چیری صاحب کے بنگلے کو آگ دیدی اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور دو چار انگریزوں کو اُن کی کوٹھیوں پر جا کر مارا جب دیورس صاحب جج کی کوٹھی پر پہنچے تو یہ کوٹھی دو مندرلی تھی وہ کوٹھی کی چھت پر چڑھ گئے اور زینے کا دروازہ بند کر لیا اور آٹھ ماہ میں لے لیا کئی دفعہ بد معاشوں نے حملہ کیا مگر قلم نے اپنا کام کیا اور سرکشوں کو ناکام رکھا۔ اس لیے سرکش کوٹھی کو لوٹ لاٹ کر

جورائے پور میں رہتا تھا پہونچا مگر یہاں پناہ نہ پائی بیقرار ہو کر سپاڑ کی طرف بھاگا  
 بہرائچ کی طرف چلا گیا اور گھاگرہ کو عبور کر کے راجہ بھوٹ وال کے ہاں پناہ لی  
 یہ راجہ نیپال کے راجہ کا باجگذار تھا نواب سعادت علی خان نے رسالہ قندھاری  
 کو بھیجا اور دوسرے سردار بھی بھیجے تاکہ وزیر علی خان کا محاصرہ کر لیں اور  
 پکڑ لائیں وزیر علی نے قلعہ سے نکل کر مردانہ جنگ کی انگریزوں نے اسکی شکست  
 راجہ نیپال سے کی اُدھر نواب سعادت علی خان نے راجہ بھوٹ وال کو اپنی طرف  
 سے لکھا تو راجہ بھوٹ وال بھی وزیر علی خان سے مخالف ہو گیا اسیلئے وہ رات  
 میں وہاں سے بھاگ گیا اب اس فرعون بے سامان کے پاس سامان بہت سا  
 جمع ہو گیا تھا وہ گورکھپور میں آیا یہاں سرکار کمپنی کی سپاہ سے خیف سامقابلہ  
 ہوا اور اس میں اُس کا نقصان ہوا۔ اب اُسکی بے زری کی وجہ سے ساتھی  
 جدا ہونے لگے اگر نواب سعادت علی خان کی سپاہ اُس سے ملی ہوئی نہوتی تو ضرور  
 پکڑا جاتا مگر وہ بھاگ کر نانک مٹہ کی راہ جنگل میں آیا اور یہاں قدسے آرام لیا  
 اور کھاپی کر وہاں سے کڑے کڑے کوچ کر کے بھینس کھتہ کی راہ گڑگا کو عبور کر کے  
 اور رملاح کو پانچ اشرفیان دے کر فتحپور سیکری میں داخل ہوا اور وہاں  
 سلیم خشتی کی زیارت کر کے رات وہاں بسر کی بعض زمیندار پہلے اتفاق کرتے  
 تھے اور پھر کنارہ کرتے تھے۔ کلب علی نے جو سابق میں سرکار کمپنی کا نوکر تھا اُدھ  
 بادل خان نے ساتھ دیا اور جنگلون میں ہمراہ رہے لیکن ہر جگہ فوج انگریزی اور  
 فوج نواب سعادت علی خان سائے کی طرح اُس کے پیچھے پہونچتی تھی اور وزیر علی



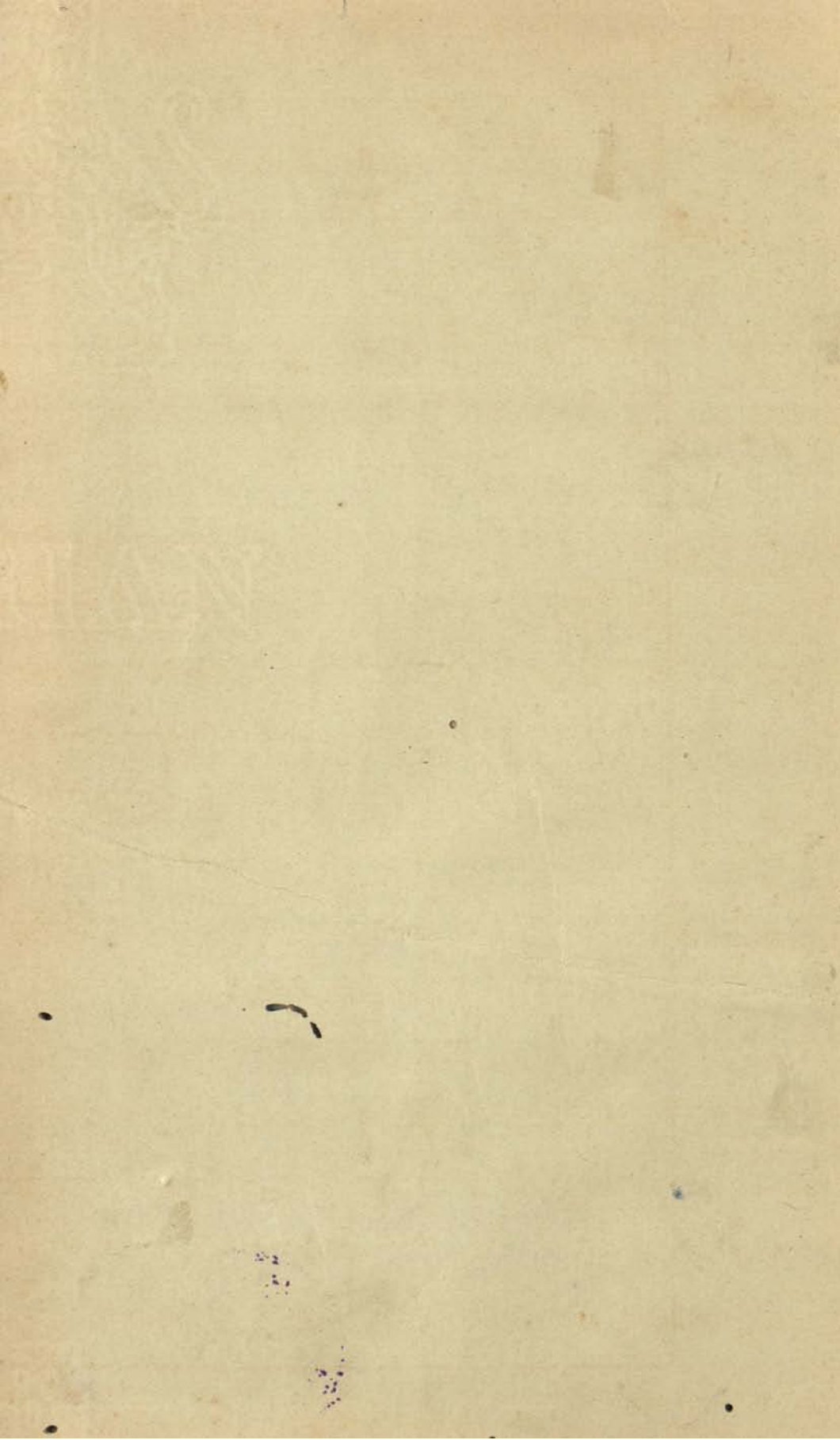
وزیر علی خان کے مکان کی ضبطی کے وقت اکثر متوسلان سرکار انگریزی کے خطوط  
 فساد انگریزی کی تحریک کے لیے ہاتھ آئے اُن میں سے شمس الدولہ برادر ناظم دھاکہ  
 کا بھی ایک خط ملا اور ایک خط ناصر الدولہ کا ملا جو بنو بیگم دختر علی قلی خان لدھیانوی  
 کے بطن سے میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدین خان عماد الملک کا بیٹا تھا  
 اور بندہ لکھنؤ میں اپنے باپ کی جگہ ریاست باؤنی پر قابض تھا جو عماد الملک کو  
 علی بہادر ولد شمشیر بہادر نے دی تھی اور اُس میں باؤن موضع شامل تھے اسیلے  
 باؤنی کے نام سے مشہور ہوئی اور کاپی سے مشرقی سمت بارہ میل کے فاصلے پر چبنا  
 کے نزدیک واقع ہے۔ بشن سنگھ نام ایک مسلمان رنڈی سے بالاجی رائے پیشوا  
 کا بھائی تھا بھادو نے اُس کو ایک ہفر میں اس غرت سے کہ مبادا کوئی ہندو اُس کے  
 برتن کا پانی پی کر ایمان نہ جائے مسلمان کر کے شمشیر بہادر نام رکھ دیا تھا۔  
 عماد السعادت میں اسی طرح لکھا ہے اور مفتاح التواریخ میں کہا ہے کہ علی بہادر  
 کو باپ نے مسلمان کر دیا تھا اور بندہ لکھنؤ کا مالک اُس کے حوالے کیا تھا اُسکی وفات  
 کے بعد شمشیر بہادر بڑا بیٹا باپ کا جانشین ہوا جس کے انگریزوں نے چار لاکھ روپے سال  
 پنشن کے مقرّر کر دیے اور وہ باندے میں <sup>۳۹</sup> ۱۱۱۱ ہجری میں فوت ہوا  
 ناصر الدولہ نے یہ خط شمس الدولہ کی دوستی کی وجہ سے لکھا تھا آخر کار رو بکاری  
 کے بعد بہت سے آدمیوں کا اخراج ہوا اور بہتوں کو بچپانسی دی گئی اور بہتوں  
 نے مخلص پائی اور اکثر دامن الحبس ہوئے اور شمشیر کیے گئے شمس الدولہ نے بھی  
 بڑی بھاری رو بکاری کے بعد نجات پائی۔ جس وقت وزیر علی خان نے  
 دریائے گنگا کو عبور کیا تو صرف دس بیس سوار ہمراہ تھے اور راجہ بنارس کے پاس

بنامہ گیر یعنی وزیر علی قاتل اور مجرم قتل تھا ہم کچھ استحقاق اس کے طلب کر نیکا نہیں کہتے تھے  
تختہ راجستان میں لکھا ہے کہ راجہ جگت سنگھ نے سرکار انگریزی کے ساتھ عہد نامہ قبول کیا جس کی وجہ سے نواب  
وزیر علی کو انگریزوں کے حوالے کر کے بہت بدنامی اٹھانی اسپر بھی انگریزی سرکار نے لڑائی نہیں مصروف تھے  
کے سبب جیپور کو اس کی قیمت پر چھوڑ دیا اور اس کو مرہٹہ اور پنڈارون نے بہت تباہ کیا ریاست نے  
انگریزی سرکار کو مطالب کا پابند خیال کر کے مسئلہ کے عام عہد نامے سے انکار کیا وزیر علی کلکتہ کے قلعہ  
میں ایک تنگ کوٹھری میں قید رہا مگر پلنگ اس کو ملتا تھا ساتھیوں میں سے بعض کو بنارس میں پھانسی  
میں بعض قید ہو کر جلا وطن ہوئے وزیر علی کو کھانا ہندوستانی اور چھوٹے ہاتھ کا پکایا ہوا دیا جاتا تھا  
آخر کار بیمار ہو گیا یونانی حکیموں اور انگریزی ڈاکٹر کا معالجہ سودمند نہوا اسی قید میں ۳۶ سال کی عمر میں  
جون ۱۸۵۷ء مطابق شعبان ۱۲۷۵ھ بمصر میں ۴۳ سال ۴ ماہ ۱۴ دن قید ہر انتقال کیا جانے کے ساتھ لکھنؤ کے  
سب چھوٹے بڑے آدمی تھے چند مدت تک قبر پر گارور ہا پھر چھپتا سا مقبرہ بنوا دیا جو کاشی باغان میں  
پشو سلطان کے کسی بیٹے کی قبر کے پاس ہے۔ اس کی لوح قبر پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ ۵

وزیر عہد وزیر علی آصف جہاہ  
جو سوے خلد برین رفت زمین سرے عز و  
ز دیم غوطہ بردیایے فکر تا آریم  
بدست گوہر تاریخ مہر آن مغفور  
لگوشم آمدہ ناگہ بشور و شیون و شین  
وزیر علیخان کو طفل مزاج تھا مگر شجاعت و ہمت میں جوان بے نظیر تھا بھاگتے وقت اکثر غلجہ نرائن اور  
کے غول میں سے تنہا بزدل شمشیر مقابلہ کرتا ہوا نکلیا اور جو وقت در لے گا گرہ پر پہنچا تو فوج انگریزی  
بھی صحت مع قدم قدم جا پہنچی مگر اس نے کمال جلاوت اور جرات کے ساتھ گھوڑے کا کمر بند کات کوئی میں  
والہ اور پارا تراپہارا و جنگو نہیں اکیلا اڑا اور تیور و نیرل نہیں آیا ایک دن قید خانہ کلکتہ میں پلنگ پر  
لیٹا ہوا تھا کہ اس کے گلے کی کالا ڈورا ٹوٹ گیا اور دلے زمین پر کچھ گئے وزیر علی نے ایک دانہ اٹھا کر جسطرح



سیاہ کی طرح کسی جگہ ٹھہر نہ سکتا تھا اور کمال دلادری کے ساتھ ہر جگہ لڑتا پھرتا  
چلا جاتا تھا۔ آخر میوات میں پہونچا مگر میواتوں سے کچھ بن نہ آئی وہاں سے  
جیپور چلا گیا راجہ جگت سنگھ والی جیپور نے استقبال کیا اور اُس کو اپنا مہمان  
کیا دستار بندی اور راجہ کی مان نے وزیر علی خان کو اپنا بیٹا بنایا۔ کپتان کولنس  
رنڈیٹنٹ مہاراجہ سیندھیانے راجہ جیپور کو لکھا کہ تم وزیر علی کو ہمارے حوالے  
کردو تو ہم تمکو بہت سے روپے دیں گے۔ راجپوتوں کا اگرچہ یہ دھرم ہے کہ جو شخص اُن  
کی پناہ میں آئے خواہ وہ قاتل ہی کیوں نہ ہو اُسکو کبھی دشمن کے حوالے نہیں کرتے  
مگر یہ وقت تو وہ انقلاب کا تھا کہ سارے دھرم کرم اپنی جگہ پر نہ تھے راجہ نے  
دیکھا کہ مزد بدنامی میں زرد جو اہر ہاتھ لگتے ہیں اسلئے اُسنے کچھ اس کا دھیان  
نہیں کیا کہ ہمیشہ کو کلنگ کا ٹیکہ لگے گا سرکار انگریزی سے روپیہ اور وزیر علی  
سے جواہر لے کر ستھانہ میں اُس کو اس شرط کے ساتھ حوالے کر دیا کہ وہ جان سے  
نہ مارا جائے نہ اُسکے پاؤں میں بیڑیاں پڑیں مہمان کی مہمانداری کا یہ حق ادا کر دیا  
کہ اُس کی جان بچا دی انگریزوں نے وزیر علی کو پالکی میں بٹھا کر دونوں طرف  
فضل لگا دیے اور ڈاک کے ذریعہ سے کلکتے کو بھیج دیا تاؤ صاحب نے تاریخ راجستان  
میں لکھا ہے کہ ایک امر جس نے زیادہ تر بے اعتباری ہماری پیدا کی ہمارا  
چھین لینا وزیر علی کا پناہ جیپور سے تھا جس سے ایک دلغ بدنامی کچا ہہ کے  
نام کو لگا جب کوئی مجرم یا بد نصیب پناہ لیتا ہے تو راجپوتوں کے نزدیک  
وہ فعل مذہبی تصور کیا جاتا ہے اس قاعدے کا انفساخ ہونے جبراً جیپور سے  
کرایا گو وہ اُس زمانے میں ہمارا منطیع نہ تھا یہ کوئی عذر بہ جا نہیں ہو سکتا کہ





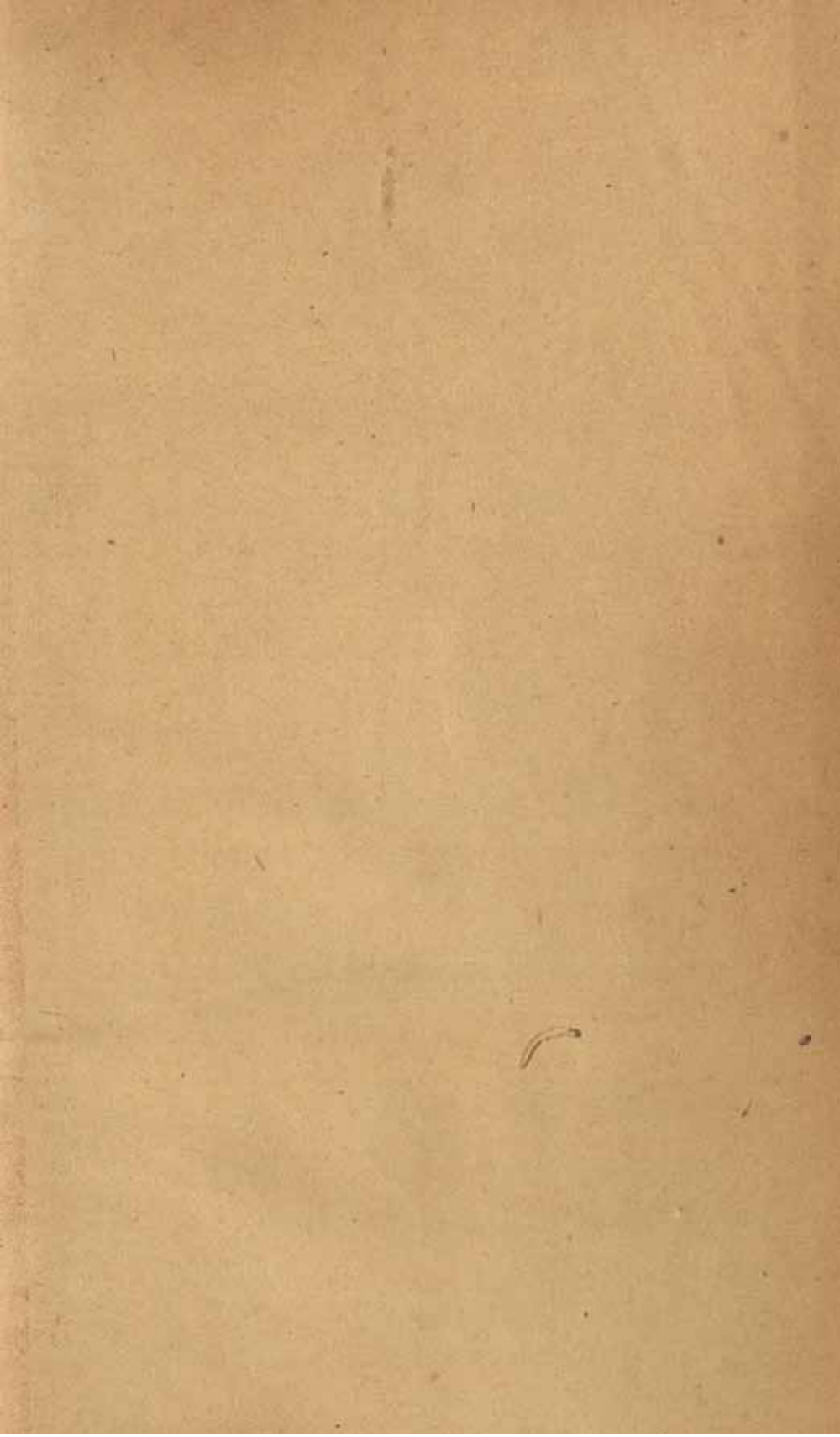
رکے گولی کھیتے ہیں اسکو ہنگاموں کے زور کے ساتھ دیوار پر اسکی آواز منکرست خوش ہوا وہ کئی میں قہمت دانے  
 اس طرح مار مار کر توڑ ڈالے اسوقت آبدار پانی پلانیکے واسطے حاضر تھا اُس نے یہ حال دیکھا کہ کما کما باقی دانے بچھ دیے یہ سب جان  
 مرنے والے وہ موتی جو کئی ہزار روپے کے تھے دے ڈالے مذکرہ حکومت المسلمین میں ہے کہ وزیر علیخان کے مرنے کے بعد  
 انگریزوں نے فتح علیخان وغیرہ انیساء وزیر علیخان کے واسطے چھ سو روپیہ دریاہر اس قسطنطیل کیساتھ تجویز کیا کہ تین سو  
 محمد علیخان کے نام و تین سو اس کے چھپے بھائی اور وزیر علیخان کے واسطے مقرر کیا اور دو لکیر میں ہنے کا حکم دیا لیکن  
 اسکی وجہ تو یہ کہ میں نے ہی لکھنؤ میں لکرا بہ ہم علیخان کے بیٹے مرزا بیگ کے ساتھ علاج کر لیا بعض نے لکھا ہے کہ اس عورت کیلئے  
 چھ سو روپیہ ہمارے سرکار انگریزی سے مقرر ہوا مرزا بیگ کے بعد یہ خواہ اس کے فرزند مرزا بیگ ہوئی اور وزیر علی کے بیٹے بھی جی بھس  
 اس کے نطفے سے تھے کچھ پاتے تھے اور اس عورت کا زور جو ایک صند پتے میں تھا مرزا بیگ کے نصرت میں آیا۔

وزیر علیخان شعر بھی کہتا تھا ایک غزل اسکی یہاں لکھی جاتی ہے جو اُسے اپنی مصیبت کی حالت میں کئی غزلوں میں لکھی تھیں  
 جون سبزہ رُندے آتے ہی پیوئے کے تلے ہم  
 روتے ہیں شب و روز اسی فکر سے یار ب  
 ارمان بہت لکھتے تھے ہم دل کے چمن میں  
 جس گل پہ نظر کرتے ہیں آتا ہے نظر خار  
 ہم وہ نہ قلم تھے کسی مالی کے لگائے  
 افسوس کہ اس نل کا کنول کھلنے نہ پایا  
 اب پہلے ہی آغاز میں پامال ہوئے ہیں  
 کہ اپنا عبث کہتے ہیں بیدرد کے آگے  
 بے بس جو جہان اگر ہرگز نہ ملے ہم  
 رہتے ہیں وزیر سی ہی سے وزرات ملے ہم  
 زنانہ میں بھلا کس کو بلائیں













CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY,  
NEW DELHI  
Issue Record.

Catalogue No. 954.26/Naj.- 4858.

Author— Najmul-Ghani.

Title— Tareekh-e-Oudh. Vol.3.

Borrower No.	Date of Issue	Date o Return

P. T. O.